کوئی شکایت نہیں

Koi Shikayat Nahen

DUTT BHARTI

Rs. 8/-

دت بھارتی

کوئی شکایت نہیں

دت بھارتی

قیمت

آٹھ روپے

کتابت اعجاز نبی

پبلشر

اہلوالیہ بک ڈپو

۳/۴۷ نیو روہتک روڈ نزد لبرٹی سینما قرول باغ

نئی دلّی ۵

"میں نے بیوی کی شادی کر دی۔" اس نے پورے جوش سے بھاری آواز میں کہا۔

"جی کیا کہا۔" شرما نے چونک کر سوال کیا

"جی میں نے بیوی کی شادی کر دی۔" اس نے کہا اور یہ کہتے ہوئے اس بار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں اس مسکراہٹ پہ بل کھا اٹھا۔ یہ ایسی بات تو نہ تھی کہ اسے کہتے وقت مسکرایا جائے۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ "لوگ اپنی بیٹی کی بہن کی بھتیجی کی بھانجی کی شادی کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی بیوی کی شادی کر دی۔"

"جی ہاں۔"

"یعنی آپ نے بیوی سے شادی کر لی۔؟" شرما نے سوال کیا۔ اس کے لہجہ میں حیرت تھی۔

"جی نہیں۔ چھوٹی سی تو بات ہے۔ آپ سمجھتے کیوں نہیں" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس بار اس کے ہونٹ ہی نہ مسکرا رہے تھے۔ بلکہ آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔ جیسے وہ ہما را مذاق

اڑا رہا ہے۔

"چھوٹی سی بات تو ہے۔ آپ نے سوال کیا تھا کہ میں بیوی سے علیحدہ کیوں ہوا۔ یا میری شادی کیسے ختم ہوئی۔"

"جی ہاں! میں نے پوچھا تھا کہ آپ کی شادی کیسے منسوخ ہوئی کیا باہمی سمجھوتہ نہ تھا۔ یا آپ نے عدالت میں جاکر باقاعدہ طلاق لی تھی۔" مسٹر رمانے کہا۔

"تو میں نے آپ کو ٹھیک جواب دیا ہے۔ نہ تو میں نے طلاق ہی حاصل کیا تھا۔ نہ ہی میں مقدمہ بازی کے چکر میں پھنسنا چاہتا تھا میرے پاس اتنا وقت ہی نہ تھا۔ اگرچہ لوگوں نے کہا کہ میں بزدل ہوں۔ بیوقوف ہوں۔ گدھا ہوں۔ اور شاید یہ بھی کہا تھا کہ میں نامرد ہوں۔ جو بیوی کو سنبھال نہ سکا۔ یا دوسرے معنوں میں اسے پاؤں کی جوتی نہ بنا سکا۔ میں نے مارا پیٹا نہیں ——— بس میں نے یہ کیا کہ اس لڑکے کے ساتھ شادی کر دی جس کے ساتھ وہ دو برس سے عشق کر رہی تھی اس بار اس کا تمام جسم مسکراہٹ بنا ہوا تھا۔

میں اسے دیکھ رہا تھا۔ یا اس کا جائزہ لے رہا تھا تیس پینتیس برس کی عمر تھی۔ سانولا رنگ۔ لیکن نقش نیکھے تھے۔ برہمن بہت کم کالے رنگ کے ہوتے ہیں۔ وہ بھی کالے رنگ کا نہ تھا۔ بلکہ سانولے رنگ کا تھا۔ ماتھا کھلا ہوا۔ اور جب مسکراتا تو اس کے خوبصورت دانت نظر آئے۔ اگرچہ جب سے ہم اس کے کمرے میں داخل ہوئے تھے وہ مسلسل سگریٹ پھونک رہا تھا۔ اس لئے ایک لمحہ کے بھی سگریٹ نہ بجھایا تھا۔ اور سگریٹ بھی وہ بہت تیز یا تلخ قسم کا پی رہا تھا میں

خود چار پیکٹ روز سگریٹ کے پھونکتا ہوں۔ لیکن وہ جس برانڈ کا سگریٹ پی رہا تھا۔ میں وہ ایک سگریٹ پی لوں تو مارے کھانسی اور خشک گلے کے دم نہ لے سکوں۔ میں نے وہ سگریٹ چکھا ہے اور وہ بڑے تحمل سے انہیں ایک کے بعد ایک پھونک رہا تھا۔ اس دوران وہ ایک بار بھی کھانسا نہ تھا۔ اس کثرت سے سگریٹ نوشی کے باوجود اس کے دانت سفید اور بے داغ تھے۔ وہ سیاہ نہ ہوئے تھے۔

اس کے چہرے پر جوان تیکھے نقوش میں مجھے سب سے زیادہ بات پسند آئی تھی یا بھائی تھی۔ یہ وہ تھی ـــــ اس کی آنکھیں ـــــ عینک کے شیشوں کے پیچھے دو آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ان آنکھوں میں بلا کی ذہانت تھی۔ اور آپ تو جانتے ہی ہیں کہ آنکھوں سے دوسرے شخص کو پڑھا جا سکتا ہے۔ اور میں اسے پڑھ رہا تھا۔ جہاں تک میں قیافہ لگا سکتا تھا۔ وہ بے حد ایماندار اور محنتی شخص تھا۔ اس نے کبھی کسی کے ساتھ بے ایمانی نہ کی ہوگی۔ کسی کو دھوکا ہوگا۔ کبھی کسی کا دل بھی نہ دکھایا ہوگا۔ اور اب اس نے خود اعتراف کر لیا تھا۔ کہ اس نے بیوی کو پاؤں کی جوتی نہ سمجھا بلکہ اس کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اس کی شادی اس لڑکے سے کر دی جس کے ساتھ وہ دو برس سے عشق کر تی تھی۔

اب میں پوری دلچسپی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا یہ بات انوکھی تھی اور ایسی تھی کہ انسان خواہ مخواہ اچھے کردار میں دلچسپی لینے لگتا ہے۔ آخر یہ معمولی بات نہ تھی۔ میں زندگی میں پہلی بار یہ جملہ سن رہا تھا۔

"میں نے اپنی بیوی کی شادی کردی۔"

میں نے ٹھیک ہی تو کیا تھا کہ لوگ اپنی بہن... بھتیجی۔ بھانجی بیٹی کی شادی کرتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص اگر اپنی بیوی کی شادی کردے تو انسان اس داستان کو جاننا چاہتا ہے۔ جو ضروری بات ہے کہ المناک اور دردبھری ہوگی۔ اور اس شخص نے جب بھی یہ بات کہی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"اب میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔ اب آپ اپنا وضاحت سے تعارف کرا دیں۔" ہری دت نے کہا۔ نہ معلوم کیوں اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ جدا نہ ہورہی تھی۔ جیسے مسکراہٹ اس کے ہونٹوں کا فردری حصہ بن کر رہ گئی تھی۔

"میرا تعارف یہی ہے۔ کہ میں مرکزی سرکار میں انڈر سیکریٹری ہوں۔" شرما نے کہا۔

"جی! اور آپ کو میرا پتہ کس نے بتایا تھا۔" ہری دت نے سوال کیا۔ مسکراہٹ جاری تھی۔

"مسٹر ترپاٹھی نے ____ وہ میرے ساتھ کام کرتے ہیں۔" شرما نے جواب دیا۔

"جی ہاں! میں انہیں جانتا ہوں۔" ہری دت نے کہا۔

"تو آجکل آپ کو تین سو ستر روپے تنخواہ مل رہی ہے۔" شرما نے سوال کیا۔

"جی ہاں۔"

"اور اس کے علاوہ کوئی آمدن ہے۔"

"جی ہاں! سو روپے۔"

"کہاں سے۔"

"میں بعد میں بتا دوں گا۔"

"میری لڑکی کی عمر اٹھائیس برس ہے۔ اور اس نے بی اے کیا ہے۔" مسٹر ملے نے کہا۔

"جی۔!"

"بہت ہی ملنسار ہے۔ سوشیبل ہے۔ گھر کے کام کاج سے واقف ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں ملک باہر بھی رہا ہوں۔ اور رجعت پسند یا قدامت پسند نہیں ہوں۔ باہر ممالک میں رہنے سے میرا نظریہ حیات بالکل ہی ماڈرن ہے۔" مسٹر ملے نے کہا۔

"ماڈرن سے مراد مغربی ہے۔" ہری دت نے سوال کیا۔

"جی نہیں کبھی اور ہاں کبھی۔" مسٹر ملے نے کہا۔

"آپ کی لڑکی نے طلاق کب لی۔"

"کوئی ڈیڑھ برس ہوا۔"

"اور کتنے برس شادی شدہ رہی۔"

"تقریباً دو برس۔"

"اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو اس کو طلاق حاصل کرنے میں آپ نے کافی مدد کی ہوگی۔ میرا مطلب ہے کہ اسے آپ کا پورا تعاون آپ کی اجازت اور آپ کا صلاح مشورہ حاصل ہوگا۔"

"بالکل۔" مسٹر ملے نے ذرا نیچی آواز میں کہا۔

"یعنی آپ چاہتے تھے کہ وہ طلاق لے۔"

"ہاں۔"

"لیکن طلاق کی وجہ کیا تھی۔"

"وجہ — !" شرما نے اونچی آواز میں کہا۔ "بس ایسے واہیات سوال کا جواب دینے سے قاصر ہوں۔"

ہری دت کے چہرے پر پھیکی مسکراہٹ قایم تھی۔

"شاید آپ ناراض ہو گئے۔"

"ناراض ہونے والی بات ہی ہے۔" شرما نے غصے سے کہا۔

"جبکہ آپ کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔" ہری دت نے کہا۔

ہری دت درست کہہ رہا تھا۔ آخر یہ رشتہ کی بات ہو رہی تھی شرما اس کی شادی کے متعلق جاننا چاہتا تھا۔ تو ہری دت کو بھی حق حاصل تھا کہ وہ لڑکی کے متعلق ضروری باتیں جان لے۔

"ہری دت ٹھیک کہہ رہا ہے۔" بیں نے آہستہ سے شرما سے کہا۔

"نہیں! میں اس واہیات سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"شرما جی۔" ہری دت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ نے میرے متعلق سوال کیا اور میں نے بتا دیا۔ اب میں اگر یہ نہیں جان سکتا کہ آپ کی لڑکی نے طلاق کیوں لی تھی۔ تو میں اندھیرے میں رہوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ جو کمی یا خامی پہلے مرد میں ہو وہ مجھ میں بھی ہو۔ اس صورت میں یہ رشتہ کیسے ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ آپ کی ناراضگی مناسب نہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ کی ہستی خود مختار نہیں۔ آپ نے پہلی بار اس کے لئے غاندھیا۔

اور وہ شادی جب کامیاب نہ ہوئی تو آپ نے اپنی بیٹی کی مدد کی تاکہ وہ طلاق حاصل کرے۔ اب پھر آپ اپنی مرضی اور پسند کے لڑکے سے اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ غیر ممالک میں رہے ہیں۔ اور آپ رجعت پسند اور قدامت پسند نہیں ہیں۔ میرے لئے یہ جاننا بہت ضروری ہے۔ کہ وہ شادی کیوں ناکام ہوئی۔ اس کا باعث کیا تھا۔ وہ باعث جاننے کے بعد میں کسی فیصلہ پر پہنچ سکوں گا۔" ہری دت نے مسکراہٹ ہونٹوں پر قایم رکھتے ہوئے رک رک کر اور بڑے اعتماد سے یہ جملے کہے۔

اس کی دلیل میں وزن تھا۔ میں قائل تھا۔ لیکن شرما کا جواب نہیں۔ شرما انڈر سیکریٹری تھا۔ اور کلرک سے ترقی کر کے نیا تھا۔ صرف اپنی لیاقت اور قابلیت کے بل بوتے پر لیکن اس کے ساتھ ہی اسے ہر وقت اور ہر بات میں احساس تھا کہ وہ انڈر سیکریٹری ہے اور سچ تو یہ تھا کہ اس اونچے دماغ نے اسے بیٹی کو مجبور کیا تھا کہ وہ طلاق لے لے۔ شرما نے اپنی بیٹی اور دوسری اولاد کو یہی تعلیم دی تھی۔ کہ حکومت کرو۔

شرما کی لڑکی سنیہہ بڑی پیاری بچی تھی۔ لیکن شرما کی وجہ سے اس نے خاوند پر حکومت کرنا چاہی اور سنیہہ کا خاوند بھی ضرورت سے زیادہ خودسر اور اونچے دماغ کا ثابت ہوا تھا۔ وہ ایک بار بھی اور چند لمحوں کیلئے بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا کہ چونکہ اس کا سسر انڈر سیکریٹری ہے۔ اس لئے اس کی بیوی اس پر حکومت کر سکتی ہے۔

سنیہہ کا شوہر ایک اچھی فرم میں چھ سو روپے ماہوار تنخواہ لے رہا تھا۔ خوبصورت تھا۔ تعلیم یافتہ تھا۔ لیکن شرما کے اونچے دماغ کی وجہ

سے وہ شادی منسوخ ہو گئی۔ اور اب شرما اپنی بیٹی کی شادی دوبارہ کرنا چاہتا تھا۔ ضروری بات تھی کہ اب کنوارہ لڑکا نہ مل سکتا تھا۔ تو رنڈوا یا وہ مرد ہوتا جس نے بیوی کو چھوڑ دیا ہو یا طلاق دیدی ہو۔ سنیہ کے سابق شوہر کے مقابلے میں ہری دت کم پائے کا تھا۔

شرما اسے اب سے ہی زیر کرنا چاہتا تھا۔ اسے احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ انڈر سیکرٹری ہے۔ اور اسے بیوی کے زیر رہنا پڑیگا۔

ذاتی طور پر مجھے یہ بات پسند نہ تھی۔ آج کے زمانے میں کون زیر ہے اور کون زبر ہے۔ آپ اچھوت کو اچھوت نہیں کہہ سکتے۔ پھر داماد کو زیر کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ تو لڑکی ہی اپنی خوش اسلوبی اور شائستگی نفاست اور اچھے اداب سے خاوند پر حکومت کر سکتی ہے۔

"لیکن میں باعث بتانے کو تیار نہیں۔ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میری بیٹی میں کوئی نقص نہیں۔ کوئی کمی نہیں۔ وہ پڑھی لکھی ہے۔ خوبصورت ہے۔ گھر کا کام کاج جانتی ہے۔ اور جہاں جائے گی۔ وہ گھر بھاگوان ہوگا۔"

"لیکن ایک شادی تو ناکام رہی۔" ہری دت نے مسکرا کر کہا۔ اور سگریٹ کا کش کھینچا۔

"مسٹر! تم اپنی اوقات سے بڑھ کر بات کر رہے ہو۔" شرما نے بے حد تلخ بات کہدی۔

"اور آپ صرف ایک بات بھول رہے ہیں کہ آپ اپنی بیٹی کے رشتہ کے سلسلہ میں مجھ غریب کے غریب خانہ پر آئے ہیں۔ ورنہ میں نے آپ کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کی جب کہ آپ نے آخری جملہ کہہ کر یہ ثابت

کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ رشتہ جو آپ پیدا کرنے آئے ہیں۔ وہ پیدا ہونے سے پہلے ہی ٹوٹ رہا ہے۔" ہری دت نے مسکراتے ہوئے بڑے مودب لہجہ میں کہا۔

"کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔" شرما کی جھلاہٹ بلاوجہ بالکل غلط تھی۔

"شرما۔" میں نے ماحول کی تلخی کو کم کرنا چاہا۔ "مسٹر ہری دت نے کوئی غلط بات نہیں کہی۔! مسٹر ہری دت میں آپکو بتا سکتا ہوں کہ وہ شادی کیوں ناکام رہی۔"

"آپ بتائیں بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن یہ فرض تو ایک لڑکی کے باپ کا ہے۔" ہری دت نے شرافت کی تلوار چلائی

شرما کچھ کہنے لگا تھا کہ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ مسٹر ہری دت! لڑکا لالچی تھا۔ اور اس کی مانگیں ہم پوری نہ کر سکتے تھے۔ میں نے جھوٹ بولا۔

"اور! میں جانتا ہوں ایسے لڑکے ہیں۔ جو بہت بڑا جہیز چاہتے ہیں۔ اور ان کی متعدد مانگیں ہوتی ہیں۔ لیکن میری صرف ایک مانگ ہے۔ ایک اچھی لڑکی ——— مجھے دولت سے پیار نہیں۔ اور یہ جانتا ہوں کہ دولت ہی سب کچھ نہیں! اور جہیز میں مجھے صرف بیوی چاہیئے۔ جو تین کپڑوں میں آئے۔

"لیکن میں اتنا گیا گذرا نہیں۔" شرما نے پھر رعب ڈالا۔ جس کی قطعی ضرورت نہ تھی۔

مجھے لڑکا یا مرد لپسند تھا۔ اور نہ معلوم کیوں شرما بلاوجہ یہ

رشتہ طے نہ کر رہا تھا۔ بلکہ اسے خراب کر رہا تھا۔

"شرما جی! میرا خیال ہے آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں" ہری ونش نے آہستہ سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ہم کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔" میں نے فوراً کہا۔

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔" ہری دت نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "شرما جی کو قسم کے داماد کی ضرورت ہے۔ میں اس توقع پر پورا نہیں اترتا۔" کہہ کر وہ کھڑا ہوگیا۔ جیسے یہ ملاقات ختم کر رہا تھا۔

میں اس کی جگہ ہوتا تو یہی کرتا۔ اور اس لئے میں بھی کھڑا ہوگیا۔ اب شرما کی حالت عجیب ہوگئی۔ وہ اس آسانی سے یہ بات کیسے ختم کر سکتا تھا۔

"میں سمجھا نہیں۔ یہ کیا مذاق ہے۔"

"مذاق نہیں! یہ میری درخواست ہے۔ کہ ہم اپنا اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ہری دت نے کہا۔

"شرما نے پوچھا۔ "صرف ایک بات بتا دو۔"

"جی!"

"وہ سو روپیہ ماہوار تمہیں کہاں سے ملتا ہے"

"آپ جان کر کیا کریں گے۔"

"یہ میں جاننا چاہتا ہوں" شرما نے کہا۔

"دیکھئے جب ہم بات ہی ختم کر رہے ہیں۔ تو پھر میرے متعلق

آپ مزید جانیں یا ہیں آپ کے متعلق مزید جانکاری چاہوں تو اس سے حاصل ہی کیا ہے۔ بزرگ کہتے ہیں جس گاؤں نہیں جانا اس کا راستہ دریافت کرنے سے کیا فائدہ ——— "ہری دت نے میٹھے لہجہ میں کیا۔

"کیا کوئی خاص ذریعہ آمدن ہے۔" شرما نے ضد کی۔

"نہ معلوم آپ کیوں بضد ہیں۔" ہری دت نے مسکرا کر کہا۔ میں یونین کا کام کرتا ہوں اور وہاں سے مجھے سو روپیہ ماہوار ملتے ہیں۔"

"تو تم کمیونسٹ ہو۔"

"جی ——" ہری دت نے بڑے تحمل سے کہا۔

"تم نے پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا۔ واقعی تم نے ہمارا وقت ضائع کیا۔ میں انڈر سیکرٹری ہوں۔ اور کمیونسٹ داماد حاصل کر کے اپنی نوکری اور ترقی میں رکاوٹ نہیں چاہتا۔" شرما نے کہا۔ اگرچہ اسے نیا لینا چاہیئے تھا۔

"مجھے افسوس ہے۔"

"ہونا بھی چاہیئے۔"

"شاید غلط سمجھ رہے ہیں آپ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ آپ نے میرا وقت ضائع کیا۔ ویسے تو آج اتوار ہے۔ اور وقت کاٹنے کے لیئے سب کچھ موزوں ہے۔ لیکن میں اس طرح وقت گذارنا نہیں چاہتا تھا۔" اس بار ہری دت کے لہجہ میں ایک خاص ٹھہراؤ تھا۔ جیسے وہ شرما کے رینک سے قطعی بے نیاز تھا۔

اور بات بھی درست تھی۔ دارالخلافہ میں سیکڑوں انڈر سیکرٹری تھے۔

اور ان میں سے شرما ایک تھا۔ نہ معلوم شرما کو یہ احساسِ برتری تھا۔ یا کمتری۔ بہرصورت غلط تھا۔

"آئیے شرما جی ۔ !" ہم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تاکہ وہ کوئی مزید بات نہ کہہ دے۔ کیونکہ اب تلخی پیدا ہو سکتی تھی۔

اور ہم وہاں سے چلے آئے۔ شرما کے دل پہ غبار آ رہا تھا لیکن میں نے کوئی دلچسپی نہ لی۔ زیادتی شرما کی تھی۔ لہذا میں شرما کی کوئی بات نہ سن رہا تھا۔ صرف ہری دت کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس کی کہانی بہت ہی عجیب اور دلچسپ ہو سکتی تھی۔

ہری دت کو بچپن میں ہی گورو کل میں داخل کرادیا گیا تھا۔ کیونکہ ہریدت کے والد آریہ سماج کے ورکر تھے۔ اور ان کی زندگی کا نظریہ آج بھی پرانی رسوم اور روایات کا حامل تھا۔

ہری دت کو جو تعلیم والدین سے ملی تھی یا گوروکل میں مل رہی تھی۔ وہ اسے ایک ایمانداری، سادگی اور برہم چریہ قسم کی زندگی گزارنے کو ملی تھی۔ انگریزی لباس یعنی کوٹ پتلون کا سوال ہی نہ اٹھتا تھا۔ سادی خوراک۔ سادہ لباس اور سادہ سی زندگی کیسے گزاری جاتی ہے یہ سب اس نے سیکھا تھا۔ پھر اس کے ذہن میں خدا مذہب بزرگوں اور سماج کا خوف بھرا گیا تھا۔

ہری دت کے والد چاہتے تھے کہ وہ ویدک دھرم کا کام کرے۔ ویدک خیالات کا پرچار کرے اگر نہ بھی کرے تو تب بھی اس کا رہن سہن۔ کھانا پینا، لباس سب ان اصولوں پہ پورا اترے۔ جو انہوں نے خود زندگی بھر نبھائے تھے۔

اور ایک روز ہری دت کو گوروکل میں اپنے والد کا خط ملا کہ وہ فوراً پہنچ جائے۔

ہری دت کا ماتھا ٹھنکا۔ اس کے والد کی زندگی اصولوں پہ

گذری تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان کی صحت بہت اچھی تھی۔ ڈاکٹر یا وید سے وہ دور ہی رہے تھے۔ یا وہ ان سے دور رہے تھے۔ اس کے باوجود ان کا خط ظاہر کرتا تھا کہ تشویش کی بات تھی۔ اور کوئی خاص واقعہ ظہور میں آنے والا تھا۔ اس نے خط دکھا کر چھٹی لی اور لاہور کے لئے روانہ ہو گیا۔

جب وہ گھر میں داخل ہوا تو ماتا جی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

"تم ــــ"

"ہاں ماتا جی۔" اس نے پاؤں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"پتا جی کا خط ملا تھا۔"

"اور انہوں نے مجھے نہیں بتایا کہ تمہیں خط لکھا ہے۔"

"گھر میں خیریت ہے نا۔"

"بالکل ــــ ماں نے کہا۔

"پھر ایسی کیا ضروری بات تھی جو اچانک اور اس طرح مجھے آنے کو کہا گیا۔"

"میں خود حیران ہوں۔"

"پتا جی کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"بالکل ــــ تم تو جانتے ہی ہو کہ وہ سادہ خوراک لیتے ہیں اور صحت کے اصولوں پر کس سختی سے زندگی بھر قائم رہے ہیں۔ ڈاکٹر وید یا حکیم کی تو کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ بلکہ ہلکا سا سر درد بھی نہیں ہوا۔

"میں جانتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کبھی کوئی تکلیف ہوئی بھی تو

انہوں نے یوگا کے آسن سے درست کر لی۔" ہری دت نے میٹھی آواز میں کہا۔ "پھر نہ معلوم ایسی کون سی بات تھی جو انہوں نے مجھے بلا لیا۔"

"وہ اس وقت مندر میں ہوں گے۔ ہاں صرف ایک بات ہو سکتی ہے۔" ماں نے کہا۔

"کیا۔"؟

"ہم پرسوں اپنے آبائی گاؤں جا رہے ہیں۔ تمہارے پتا جی کے پرانے اور گہرے دوست آتما رام جی ہیں۔ انہیں کہہ رہے تھے کہ اب میں گاؤں میں ہی رہوں گا۔ اور واپس لوٹ کر نہیں آؤں گا۔" ماں نے وجہ بیان کی۔

"پھر درست ہے۔ سامان وغیرہ باندھنے میں میں مدد کر سکتا ہوں۔ شاید اس لئے مجھے بلا لیا ہو گا۔"

"سامان باندھنے کو تو تمہارا بڑا بھائی کرشن دت ہے۔ چھوٹا بھائی تو بہت چھوٹا ہے لیکن رام دت بھی ہاتھ بٹا سکتا تھا۔ پھر ایسی کیا بات تھی۔ ہم یہاں اکیس برس سے رہ رہے ہیں اور پڑوسی رشتہ داروں کی طرح ملتے ہیں۔ کیا وہ ہمیں اسباب باندھنے میں مدد نہ کر سکتے جو تمہیں ڈھائی سو میل سے بلا بھیجا۔ میری تو سمجھ میں نہیں آیا۔ خیر! تھوڑی دیر بعد تمہارے پتا جی آ جائیں گے تو پوچھ لینا۔" ماں نے کہا۔

"میں ابھی جا کر کہاں پوچھ لوں۔" ہری دت نے ایک فرمانبردار بیٹے کی طرح کہا۔

"بیٹا تم لمبے سفر سے آئے ہو۔ نہا دھو لو۔ کھانا میں تیار کر دیتی ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں کہ تم فوراً آ ملو۔ انہوں نے یوں ہی بلا بھیجا ہے۔"

"بہت بہتر ــــ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" کہہ کر ہری دت اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ٹین کا ٹرنک اندر لے گیا۔

جب وہ غسل سے فارغ ہو کر اور دھوتی کرتہ بدل کر باورچی خانہ میں بیٹھا تو ماں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی اور کھانا بھی کھلاتی رہی۔

کھانا بے حد سادہ تھا۔ صرف ایک سبزی اور چپاتیاں ــــــ لیکن سبزی گھی میں بنی تھی اور چپاتیاں گھی سے چپڑی تھیں۔ ابھی اس گھر میں وناسپتی نہ آیا تھا۔ اور نہ کبھی یہ زہر آ سکتا تھا۔

"رام دت کی پڑھائی کا کیا حال ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تیسری جماعت میں ہے۔"

"اور بڑے بھیا کرشن۔"

"وہ تو اس سال ہائی سکول پاس کر لے گا۔ شاید وہ تمہارے پتا جی کی طرح آریہ سماج کا کام نہ کرے۔ وہ تو سرکاری نوکری کی تلاش کریگا ــــ" ماں نے کہا۔ "تم سناؤ۔ تمہاری پڑھائی کا کیا حال ہے۔"

"ماتا جی مجھے جو سیکھنے کیلئے گورو کل بھیجا گیا ہے۔ وہ میں سیکھ رہا ہوں۔ سنسکرت میں تو میں بہت اچھے نمبر لیتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے تو تو اپنے پتا جی کی طرح دھرم کا پرچار کریگا۔ شاید اسی لئے انہوں نے تجھے گورو کل بھیجا ہے۔"

"اور میں انہیں مایوس نہ کروں گا۔" ہری دت نے کہا۔ اور
مسکرا دیا۔ اس کے خوبصورت سفید دانت بھی مسکرانے لگے۔
"میں جانتی ہوں۔" ماں نے کہا۔ "یہ تمہارے پتا جی کے پاؤں
کی چاپ ہے۔"
اور ایک منٹ بعد وہ صحن میں تھے۔
ہری دت اٹھا اور اس نے جاکر ان کے پاؤں کو ہاتھ لگایا۔
باپ نے گلے لگایا اور آشیرواد دی۔
"کب آئے۔؟"
"پون گھنٹہ گذرا ہوگا۔ میں تو مندر آنے لگا تھا۔ لیکن ماتا جی نے
کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں۔"
"ہاں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس تم سے ملنا چاہتا تھا۔ اس لئے
تمہیں خط لکھ دیا۔ اب تم پہلے کھانا کھالو۔"
"اور آپ۔"
"میں کھا چکا ہوں۔"
"جی۔ کہہ کر ہری دت پھر باورچی خانہ میں چلا گیا۔ اور کھانا
کھانے لگا۔ "ماں جی! گھر کا کھانا گھر کا ہی ہوتا ہے۔ یہ بات نہیں ہے
کہ وہاں اچھا کھانا نہیں ملتا۔ لیکن آپ جانتی ہیں جہاں ڈھائی سو سے
تین سو لڑکوں کا کھانا ہے تو رسوئیا کیا بنا سکتا ہے۔"
"میں جانتی ہوں۔ اور اب تو پیٹ بھر کھا۔"
"وہ تو میں کھاؤں گا ہی۔!" کہہ کر ہری دت ہنس دیا۔
اس طرح ماں بیٹا باتیں کرتے رہے۔ اور جب وہ کھانے سے

فارغ ہوا تو دوسرے کمرے میں چلا گیا جہاں اسکے تپا جی اس کا انتظار کر رہے تھے۔

"آؤ بیٹا آؤ۔" تپا جی نے کہا۔

"میرا خط مل گیا تھا۔"

"جی ہاں۔ اور اسی لئے میں فوراً چلا آیا۔ میں تو تمام راستہ پریشان تھا۔ دل میں کئی وسوسے اٹھ رہے تھے۔ الٹے سیدھے خیالات آ رہے تھے۔ لیکن جب یہاں پہنچا اور ماتا جی سے پتہ چلا کہ سب خیریت ہے۔ تو میرا تجسس مزید بڑھ گیا۔ کہ ایسی کیا بات تھی جو آپ نے مجھے بلا بھیجا ـــــ ہری دت نے میت ہی میٹھی آواز میں کہا۔

"یوں تو سب خیریت۔۔ ہے۔ بس میں اس شہر کو چھوڑ رہا ہوں گاؤں جانا چاہتا ہوں۔"

"تپا جی گاؤں میں کیا رکھا ہے۔ آپ دھرم کا پرچار کرتے رہے ہیں۔ اب ایسی کیا بات ہے۔ جو یہاں رہ کر نہیں کر سکتے۔"

"بس بیٹا۔ اب میں تھک گیا ہوں۔ میں نے ایک ماہ ہوا اپنے سب سے گہرے دوست بھگت رام جی سے کہہ دیا تھا۔ کہ میں ایک ماہ بعد جاؤں گا۔ اور اس لئے میں نے کمیٹی کے چیئرمین کو مطلع بھی کر دیا تھا۔ اور وہ ایک ماہ کا نوٹس کل ختم ہو جاتا ہے۔ کل میرے کام کا آخری دن ہے۔ اور ہم کل شام سوا نو بجے چلے جائیں گے۔ پھر لوٹ کر یہاں نہیں آؤں گا۔"

"تو اس کے لئے میری کیا ضرورت آن پڑی۔"

"بس یہ میری خواہش تھی۔ کہ اس آخری روز اور آخری

سفر کے دن تم میرے پاس ہو۔" تپاجی نے کہا۔

"دیسے تپاجی آپ کی صحت جوانوں سے بہتر ہے۔ آپ اگر چاہتے تو چند برس اور دھرم کا پرچار کر سکتے تھے۔ ہری دت نے آہستہ سے کہا۔

"بس بیٹا۔ اب نہیں! چالیس برس میں نے یہی کیا ہے۔ اب تو میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ یہ درست ہے کہ میری صحت بہت اچھی ہے۔ مجھے کوئی بیماری نہیں کوئی روگ نہیں۔ اس کے باوجود میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"پھر ٹھیک ہے۔"

"تمہاری دو بہنیں ہیں۔ ان کی شادی ہو گئی ہے۔ اب تم تین بھائی ہو۔ ایک ایک کر کے تم کمانے کے قابل ہو جاؤ گے۔ اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ گے۔"

"لیکن اس وقت کونسی کمی ہے۔ پھر آپ نے ہمیں ایسی اچھی تعلیم دی ہے کہ ہماری ضروریات زندگی ہی اتنی محدود ہیں کہ ہم بری بات سوچ ہی نہیں سکتے۔"

"میں جانتا ہوں۔" تپاجی نے کہا۔ "بہر صورت اس دور میں جب انسان دولت کے لئے پاگل ہو رہا ہے۔ اور چند برس میں وہ دولت کو ایمان بنائے گا۔ اور دولت حاصل کرنے کی خاطر وہ ذلیل سے ذلیل کام کرنے سے بھی دریغ نہ کریگا۔

میرا یقین ہے کہ چند برس بعد جب یاک تم آزاد ہو جائیں گے انسان انسان نہ رہے گا۔ پیار۔ محبت۔ خلوص۔ احترام سماج کا خوف اور

قانون کا ڈر بزرگوں کا ادب۔ استاد کی عزت ـــــ یہ سب باتیں ختم ہو جائیں گی۔ اس وقت بھی تم دھرم اور دھرم جو کہتا ہے اسے نہ بھولنا۔ جب دولت اس ملک کا دل جان بن جائے۔ جب بھائی۔ بہن۔ ماں باپ بیٹا بیٹی صرف دولت بن جائیں تم پھر بھی دھرم کو نہ بھولنا۔" پتاجی نے کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"مجھے تم سے یہی امید تھی۔ اب تم گھوم پھر آؤ ـــــ ہم کل جانے کی تیاری کریں گے۔ اور میں نے بنایا ہی کیا ہے۔ صرف ضروریات زندگی ـــــ کوئی صوفہ نہیں۔ ریڈیو نہیں ـــــ چند ٹرنک، برتن بستر اور چار پائیاں ـــــ اور انہیں باندھنے میں دیر نہ لگے گی۔" پتاجی نے کہا۔

"جی ـــ ....."

"تو تم گھوم آؤ۔"

ہری دت باہر گھومنے چلا گیا۔ شام کو تینوں بھائیوں ماں اور باپ نے مل کر کھانا کھایا۔ اور باتیں کرتے رہے۔

اگلے روز بھی یہی پروگرام بنا۔ دوپہر کے بعد انہوں نے بستر باندھنے شروع کر دیئے۔

شام کو سوا چھ بجے پتاجی اپنے دوست بھگت رام کے ساتھ گھر آ گئے۔

"تیاری کی جا رہی ہے۔" انہوں نے اندر آ کر کہا۔

"جی پتاجی ـــــ" ہری دت نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔! اور ہم سوا نو بجے چلے جائیں گے ـــــ اور

بھگت رام جی بہت اداس ہیں۔"

اداس کیسے نہ ہوں۔ تیس برس کا ساتھ تھا۔ کوئی دن ایسا نہیں جس روز ہم نہ ہوں۔ اور میں تو اب بھی کہتا ہوں کہ گاؤں میں کیا رکھا ہے۔ آپ ریٹائرڈ جیون یہاں بھی تو گزار سکتے ہیں۔" بھگت رام نے کہا۔

"وہ تو درست ہے۔ لیکن میرا جانا ہی بہتر ہے۔"

"پھر بچوں کی تعلیم یہاں ہو رہی ہے۔ سال ابھی ختم نہیں ہوا ان کے سکول چھوڑنے کے سرٹیفکیٹ لے لئے۔" بھگت رام نے کہا

"نہیں ان کا تو خیال ہی نہیں رہا۔ خیر! تم کل لے لینا۔ اور نیو اکر بھجوا دینا۔" پتا جی نے کہا۔

"پھر آپ ایک روز کے لئے رک جائیے۔"

"نہیں بھگت رام! یہ دن تو میں نے ایک مہینہ پہلے ہی طے کر لیا تھا۔ اور تمہیں بتا دیا تھا۔ کہ آج مجھے جانا ہے۔"

"ایک دن میں کیا فرق پڑتا ہے۔"

"فرق۔" پتا جی ہنس دیئے۔ "ہر کام کا دن اور وقت معین ہوتا ہے۔ اور میرے جانے کا دن اور وقت بھی معین ہے۔"

دونوں دوست اسی قسم کی باتیں کرتے رہے ساڑھے سات بجے سب نے مل کر کھانا کھا لیا۔ تاکہ برتن دھو کر سمیٹ لئے جائیں گاؤں بہت دور نہ تھا۔ ایک چھوٹا سا ریلوے سٹیشن تھا۔ وہ لاہور سے اکیس بائیس میل دور تھا۔

"تو بج گئے" بھگت رام نے کہا۔

" کیا بات ہے چلنا نہیں ۔ گاڑی پونے دس بجے روانہ ہوتی ہے ۔ تمہیں ذرا وقت پر پہنچنا چاہیئے ۔ "

" بس بھگت رام ہم پورے سوا نو بجے روانہ ہو جائیں گے ۔ اب صرف پندرہ منٹ باقی ہیں ۔ اور میں نے تم سے کہا تھا کہ اب میں لوٹ کر نہ آؤں گا ۔ یاد ہے ۔ "

" یاد ہے ۔ لیکن آپ تو یوں کہہ رہے ہیں ۔ جیسے اس شہر سے ضِد یا نفرت ہو گئی ہے ۔ جب کرشن دت کی شادی کریں گے ۔ تو کپڑے خریدنے یہاں آئیں گے ۔ " بھگت رام نے کہا ۔

" تو آٹھو ـــــ " پتا جی نے کہا ۔ " ہری دت ـــ "

" جی پتا جی ۔ "

" دیکھو بیٹا میں نے جس کام کیلئے تمہیں بلایا تھا ۔ وہ وقت اور کام آ گیا ہے ۔ "

" جی میں حاضر ہوں ۔ "

" کرشن دت ۔ ! "

" جی پتا جی ۔ "

" رام دت ۔ "

" جی پتا جی ۔ "

" بھلا کی ماں ! اب جانے کا وقت آ گیا ہے ۔ اور میں چاہتا تھا ۔ کہ ہری دت میرے پاس ہو ۔ اب تم جلدی سے وہ گیہوں جو پڑی ہے ۔ اسے میرے پاس کر دو ۔ تا کہ میں اسے ڈال کر ودل پر ہری دت ناہیں لیٹ رہا ہوں ۔ اور تم اپنا زانو یہاں رکھ دو تا کہ میں اس پر اپنا

سر رکھ دوں۔ اور بملا کی ماں جلدی سے میرے سرہانے دیا جلا دو۔"
تیا جی نے کہا۔

ماتا جی اور بھگت رام کی زبان گنگ ہوگئی۔

یہ سب باتیں تو اس وقت کی جاتی ہیں۔ جب کوئی پران تیاگ رہا ہو۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" بھگت رام نے کہا۔

"دیکھو میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہ کرو۔ دیر نہ کرو۔

سوا نو بجنے میں صرف پانچ منٹ باقی ہیں ـــــــ اور ہری دت تم اپنی ماں کا خیال رکھنا۔ اور چھوٹے بھائی رام دت کا بھی۔"

"تیا جی۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" ہری دت کی آواز بھرا گئی۔

کسی کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

"بس اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میری کوئی وصیت نہیں کوئی آخری خواہش نہیں۔ مجھے کوئی روگ نہیں کوئی دکھ نہیں بیماری نہیں میں چاہتا تھا کہ ہری دت میرے پاس ہو۔ سو آ گیا ہے ـــــــ اب میں صرف گایتری منتر پڑھوں گا۔" تیا جی نے کہا۔ اور کمرے میں اوم بھور بھوور .... سورہ

ہر کوئی حیران اور پریشان تھا۔ بھگت رام نے ان کی کلائی پکڑ لی۔

"آپ تو بالکل بھلے چنگے ہیں۔"

"تیا جی نے جواب نہ دیا۔ وہ گایتری منتر پڑھنے جا رہے تھے۔

ماتاجی رو رہی تھیں۔ اور کام کئے جا رہی تھیں۔ ماں سے بتی نہ تیار کی جا رہی تھی۔ روئی بار بار گر جاتی۔ بڑی مشکل سے بتی تیار ہوئی۔ اس اثنا میں پتاجی نے گیہوں کو ہاتھ لگا کر دان کر دیا تھا۔ ہری دت کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور پتاجی کا سر اس کے زانو پر تھا۔ سامنے گھڑی چل رہی تھی۔

نو بجکر چودہ منٹ پر دیا جل سکا۔ اور ماتاجی نے آنسو بہاتے ہوئے اسے سر کے پاس رکھ دیا۔ ایسا سین نہ کسی نے دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ پتاجی مذاق کرنے کے عادی نہ تھے اور یہ مذاق نہ تھا۔ انہوں نے زندگی بھر دھرم کا پرچار کیا تھا۔

نو بجکر پندرہ پر انہوں نے آنکھ کھول کر سب کو دیکھا۔ ان کے ہونٹ چل رہے تھے۔ گائیتری منتر جا رہی تھا ——— انہوں نے سب کو آخری بار دیکھا۔ آنکھیں بند کیں ——— اور ان کے ہونٹ بھی بند ہو گئے۔ گائیتری منتر ادھورا رہ گیا۔

انہوں نے پران تیاگ دیئے تھے۔

گھڑی پورے سوا نو بجا رہی تھی۔ بھگت رام نے نبض ٹٹولی۔ ناک کے پاس انگلی کی۔ دل پر ہاتھ رکھا ——— لیکن وہ تو ایک ماہ پہلے کہہ چکے تھے کہ آج کے روز میں سوا نو بجے چلا جاؤں گا۔ اور پھر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔ اور یہی ہوا تھا۔

باپ کی ناگہانی موت نے بہت ہی اہم باتیں پیدا کر دیں۔
سب سے پہلے ہری دت کو گورو کل کی تعلیم منقطع کرنا پڑی۔ اب وہ اس قابل نہ تھا کہ تعلیم پوری کر سکے۔
چند ماہ بعد ملک تقسیم ہو گیا۔ اور ہری دت بھائیوں اور ماں کے ساتھ لاہور چھوڑ کر دہلی آنے پر مجبور ہو گیا۔ ان کی ملاقات بڑی بہن بملا سے ہو گئی۔ جس کے خاوند سری رام سکول ٹیچر تھے۔
پرانی دہلی میں ایک مکان ایسا مل گیا۔ جہاں انہوں نے تین کمروں پر قبضہ کر لیا۔ دو کمرے ماسٹر جی کے پاس تھے۔ اور تیسرے کمرے میں ماں اور تین بیٹے رہ رہے تھے۔
تقسیم کی وجہ سے لوگ بے گھر ہی نہ ہوئے تھے بلکہ سب سے بڑا مسئلہ ذریعہ معاش تھا۔
گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ مرد معمولی معمولی نوکریوں کے لئے دفتروں کی خاک چھان رہے تھے۔ ادھر ہری دت یا اس کے بڑے بھائی کرشن دت کے پاس کوئی معقول تعلیم نہ تھی۔ بلکہ جو تعلیم تھی اس کی بازار میں کوئی قیمت نہ تھی۔ اور جہاں تک ہری دت کا سوال تھا۔

اس کے پاس گوروکل کی تعلیم نامکمل تھی۔ اور بازار میں اس کی کوئی مانگ یا قیمت نہ تھی۔

وہ زیادہ سے زیادہ ایک مزدور یا اسی قسم کا کام کر سکتا تھا۔ ایک نو آزاد ملک میں جہاں انگریزی جاننا ہی نہیں بلکہ اچھی انگریزی جاننا ضروری تھا۔ وہاں ہری دت انگریزی سے بالکل ناواقف تھا۔

ماسٹر جی کو ملازمت تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔ لیکن وہ ہری دت کے کنبہ کے لئے مددگار نہ ثابت ہو سکتے تھے۔ یوں بھی جو مذہبی تعلیم ہری دت اور اس کے بھائیوں کو دی گئی تھی۔ اس کے پیش نظر وہ بیٹی کا دھن نہ لے سکتے تھے۔ اور نہ ہی بیٹی کی مدد لے سکتے تھے۔

اس بحران میں ہری دت تنہا تھا۔ اس کا کوئی معاون و مددگار نہ تھا۔ اس لئے کوشش کی کسی دکان پر تھوڑی بہت تنخواہ پر ملازم ہو جائے۔ لیکن وہ ناکام رہا۔ اس کے پاس تعلیم نہ تھی سفارش نہ تھی جو اسے ملازمت دلوا سکتی۔ اور پونجی نہ تھی جس سے وہ چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر سکتا۔

بہر صورت اس گھور اندھیرے میں ایک کرن نظر آئی ایک ہاتھ مدد کے لئے بڑھا۔ اور کسی نے اسے کہا کہ وہ پریس میں کمپوزنگ کا کام سیکھ لے۔ چونکہ وہ سنسکرت جانتا تھا۔ لہذا ہندی کمپوزنگ میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور اس کی زندگی مستقل یا پیشہ بن سکتا ہے۔!

ایک برس تک وہ بلا معاوضہ ایک پریس میں کمپوزنگ کا کام سیکھتا

رہا۔ اور ایک برس بعد وہ اپنے ہنر میں کافی طاق ہو گیا۔
اب وہ کسی اچھے پریس میں ملازمت حاصل کر سکتا تھا۔ اب اس کے ہاتھ میں ہنر تھا۔
وہ خدا پرست لڑکا تھا۔ اسے خدا کی ذات اور اس کی مہر پر پورا یقین تھا۔ اور اسی یقین نے اسے سرکاری پریس میں کمپوزیٹر کی ملازمت دلوا دی۔
تنخواہ زیادہ نہ تھی۔ لیکن پرائیویٹ پریس سے بہت بہتر زندگی تھی۔ کام سخت نہ تھا اور تنخواہ مقررہ تاریخ کو مل جاتی تھی۔
اسی تنخواہ سے وہ اپنا، بڑے بھائی، چھوٹے بھائی اور ماں کا پیٹ پال سکتا تھا۔ چونکہ انہیں سادہ زندگی گذارنے کی تعلیم دی گئی تھی۔ لہذا یہ رقم بہت بڑی رقم تھی — اور وہ خدا کا شکر ادا کرنا جانتے تھے۔ لہذا ان کے گھر میں خوشی مسرت اور ہنسی کا راج ہو گیا۔
ہری دت کی دوسری بہن اور بہنوئی جھانسی میں آباد ہو گئے۔
بڑے بھائی کرشن دت کو بھی ستر روپے ماہوار کی ملازمت مل گئی۔ اور اب یوں دکھائی پڑتا تھا کہ وہ دکھ کے دن گذار چکے ہیں۔
اور جب سکھ کے دن آتے ہیں تو سکھ یا ہنسی خوشی کی باتیں ہی لاتے ہیں۔ بڑے بھائی کرشن دت کی شادی اسی خوشی کی ایک کڑی تھی۔ اور دو برس بعد کرشن دت بیوی کو ساتھ لے کر الگ رہنے لگا۔ اب وہ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کما رہا تھا۔
ہری دت جس کی بازار میں کوئی قیمت نہ تھی کیونکہ اس کے

پاس نامکمل تعلیم تھی اور وہ بھی گورو کل کی ـــــ ہری دت کے پاس اب ہنر تھا۔ اور وہ پونے دو سو روپے ماہوار کما رہا تھا۔

ماں کو کرشن دت کی شادی کا چاؤ ضرور تھا۔ بہو بھی گھر میں آئی ـــــ لیکن جب انہوں نے علیحدہ رہنے کی خواہش ظاہر کی تو ماں کو ایک لمحے کیلئے ناگوار نہ گذرا۔ ماں ہو یا باپ وہ بھی جانتے ہیں کہ اولاد میں سے کون اپنا ہے۔ کون زندگی کے آخری دنوں میں ساتھ دیگا۔ جس طرح باپ کی خواہش تھی کہ مرنے کے وقت ہری دت اس کے پاس ہو۔ اور اگرچہ ان کے تین بیٹے تھے لیکن ان کی خواہش تھی کہ ہری دت کے زانو پر سر رکھ کر وہ پران تیاگ دیں۔ اسی طرح ماں کی تمام امیدیں ہری دت سے وابستہ تھیں۔

چھوٹا بھائی رام دت اب نویں جماعت میں تعلیم پا رہا تھا۔ دو برس بعد وہ بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے گا ـــــ اور کمانے لگے گا۔ پھر تو گھر کے حالات مزید اچھے ہو جائیں گے۔ ماں مطمئن تھی۔ اور اب اس کی ایک خواہش تھی کہ ہری دت کے لئے چاند سی بہو لے آئے۔

چاند سی بہو بہت دور نہ تھی۔ ماسٹر جی کے ایک بہت گہرے دوست ڈاکٹر بلدیو راج تھے۔ اگر روز نہیں تو ڈاکٹر صاحب ایک روز چھوڑ کر ماسٹر جی کو ملنے ضرور آتے۔ ہری دت اور رام دت بھی ان کی بے حد تعظیم کرتے تھے اور انہیں انہی نظروں سے دیکھتے تھے۔ جن نظروں سے وہ اپنے بہنوئی ماسٹر جی کو دیکھتے تھے۔ ادھر ماسٹر جی اب سکول کے ہیڈ ماسٹر بن چکے تھے۔ اور ہر دلعزیز

تھے ۔ لوگ ، احباب ، محلہ پڑوسی ان کی عزت کرتے تھے ۔ سکول میں طالب علم سر جھکاتے تھے ۔

ایک روز ڈاکٹر صاحب ماسٹر جی کے پاس بیٹھے تھے ۔ کہ اچانک انہوں نے کہا ۔ " ماسٹر جی ۔ "

" جی ۔ "

" حد ہے کہ گنگا گھر میں بہہ رہی ہو اور میں اسے باہر تلاش کرتا رہا ہوں ۔ " ڈاکٹر صاحب نے کہا ۔

" میں سمجھا نہیں ۔ "

" ماسٹر جی آپ جانتے ہیں ۔ کہ ابھی میری ایک بہن کنواری ہے ۔ "

" لیکن آپ نے کبھی ذکر نہیں کیا ۔ "

" شاید اس لئے کہ وہ بہت چھوٹی تھی اس لئے کبھی خیال ہی نہ رہا ۔ وہ آبائی وطن امرت سر میں اپنی ماں کے ساتھ رہ رہی ہے ۔ اور اس سال اس نے میٹرک کا امتحان پاس کیا ہے ۔ " لڑکی خوبصورت ہے ، اور سوشیبل ہے ۔ "

ڈاکٹر نے اپنی بہن کی تعریف کی ۔

" خوب ! میں نہیں جانتا تھا ۔ " ماسٹر جی نے کہا ۔

" کچھ روز ہوئے ماں کا خط آیا تھا ۔ کہ نرملا کے لئے لڑکا تلاش کرو ۔ تاکہ اس کے ہاتھ پیلے کر دیئے جائیں ۔ "

" کیوں نہیں ۔ ماسٹر جی نے لقمہ دیا ۔ " لیکن ڈاکٹر صاحب آپ کے پتا جی تو زندہ نہیں ۔ پھر آپ نے ماں اور بہن کو امرت سر میں کیوں رکھ چھوڑا ہے ۔

"بات یہ ہے ماسٹر جی! آپ شاید ایک بار میری ماں سے ملے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"ویسے تو ماں ماں ہوتی ہے ——— اور میں آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ وہاں مکان کی دیکھ بھال اور گاؤں کی زمین کی سبھی دیکھ بھال ضروری ہے۔ لیکن مصیبت ہے کہ ماں نے بہت سخت طبیعت پائی ہے۔ اور آجکل بہوئیں آپ جانتے ہیں۔ صرف اتنی سختی برداشت کر سکتی ہیں۔ جو کرنا پسند کرتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ہنس کر کہا۔

"ہاں ایسا ہوتا ہے۔" ماسٹر جی نے کہا۔

"خیر میں ذکر کر رہا تھا، نرملا کا۔ اس نے اس سال میٹرک پاس کر لیا ہے۔ گو میری بہن ہے لیکن میں کہہ سکتا ہوں اور کہہ چکا ہوں کہ خوبصورت ہے۔ بلکہ کافی خوبصورت ہے۔ اب بیٹھے بیٹھے مجھے خیال آیا کہ گنگا تو گھر میں بہہ رہی ہے ——— ہری دت کے متعلق کیا خیال ہے۔"

"ہری دت۔!" ماسٹر جی نے کہا۔ "لڑکا آپ کے سامنے ہے۔ نہایت شریف۔ محنتی اور ایماندار۔ کوئی عیب نہیں۔ کوئی بدعادت نہیں۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ چھوٹی سی عمر میں باپ مر گیا۔ کوئی تعلیم نہ تھی۔ اس کے باوجود اپنی محنت سے کمپوزنگ کا کام سیکھا۔ اور بغیر کسی سفارش کے سرکاری ملازمت حاصل کر لی۔ اور اب لڑکا دو سو روپے ماہوار کما رہا ہے۔

"جی میں جانتا ہوں۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ اس لئے

تو میں نے ذکر کیا ہے۔ یوں تو ہری دت کی ماں جی آپ کی ساس ہیں لیکن آپ بڑے داماد ہی نہیں بلکہ بڑے بیٹے کے برابر ہیں۔ آپ ہی اس گھر کے کرتا دھرتا ہیں ـــــ تو ابھی بات کیجیئے ناماتا جی سے:

"میں ابھی بلاتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب! بھلا میں دوستی پر پورا نہ اتروں گا۔ پھر ایسی کونسی وجہ ہے کہ ماتا جی انکار کردیں۔ آپ نے ٹھیک ہی کہا کہ ماتا جی مجھے داماد نہیں بیٹا سمجھتی ہیں۔ اور ہری دت تو مجھے اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہے۔" ماسٹر جی نے کہا۔ اور اپنی بیوی کو بلایا۔

"جی ـــ" بیوی نے اندر آکر کہا۔

"بملا اپنی ماتا جی کو بلا لاؤ۔"

"خیریت تو ہے۔" بملا نے سوال کیا۔ "آپ دونوں دوستوں نے ایسا جان پڑتا ہے جیسے کوئی بیک لخت فیصلہ کیا ہے۔"

"اری بھاگوان پہلے بلا تو لا۔ پھر تو بھی بیٹھ کر سن لینا۔" ماسٹر جی نے اونچی آواز میں کہا۔

"جی میں ابھی بلا کر لاتی ہوں۔" کہہ کر بملا چلی گئی۔

"ماسٹر جی۔ میں زیادہ جہیز تو نہ دے سکوں گا۔ پھر بھی آپ کو شکایت نہ ہوگی۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب یہ کیا کہتے ہیں آپ! میں تو اس رشتہ پر بہت خوش ہوں۔ اب تک ہم دوست تھے اب ہم رشتہ دار بھی ہو جائیں گے۔ ہماری دوستی گہری ہو جائے گی۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میرے مرحوم سسر بھگوان دت دھرم کا پرچار کرتے تھے۔ ان کی

زندگی سادہ اور مثالی تھی ۔ ان کی اولاد بھی ان کے نقشِ قدم پر چل رہی ہے ۔ آپ کی بہن میری بہن ہے ۔ اور میں جانتا ہوں کہ اسے اس گھر میں کوئی تکلیف نہ ہوگی ۔۔۔ ماسٹر جی نے کہا۔

"اس کا مجھے پورا یقین ہے ۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

بملا اور اس کی ماتا جی آگئی ہیں ۔

"ماتا جی بیٹھیئے ۔ آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

ماتا جی بیٹھ گئیں اور بملا کھڑی رہی ۔

"ہاں بیٹا ! ماتا جی ماسٹر جی سے مخاطب ہوئیں۔

"ماتا جی آپ ڈاکٹر کو تو جانتی ہی ہیں ۔"

"کیوں نہیں ۔ ! سات برس سے یہ یہاں آرہے ہیں ۔ تمہارے بہت اچھے دوست ہیں ۔ اور بہت نیک ہیں ۔" ماتا جی نے کہا۔

ماتا جی ! آپ نے ہری دت کے لئے کہیں کوئی بات کی ہے کیا؟" ماسٹر جی نے سوال کیا ۔

"نہیں بیٹا ۔ ! اگر کہیں بات کی ہوتی تو تم سے یا بملا سے پوچھے بنا کیسے کرتی ۔ ہری دت کے پتا جی کے دیہانت کے بعد تم نے ایک داماد کی طرح نہیں بلکہ ایک بڑے بیٹے کی طرح اپنے سالوں کی رکھوالی کی ہے ۔ ان کی مدد کی ہے ۔"

"خیر ! وہ میرا فرض تھا ۔ پھر میں پوچھنا مناسب سمجھتا تھا کہ آپ نے ہری دت کے رشتہ کی کوئی بات تو نہیں کی ۔

"نہیں بیٹا ۔"

"ڈاکٹر صاحب خاندانی اور شریف آدمی ہیں ۔ آج انہوں نے

کہا کہ گنگا گھر میں بہہ رہی ہے۔ وہ باہر تلاش کر رہے تھے۔
ڈاکٹر صاحب کی ایک چھوٹی بہن ہے۔ جس نے اس سال میٹرک
پاس کیا ہے۔ یہ اس کا رشتہ ہری دت سے کرنا چاہتے ہیں —"
ماسٹر جی نے کہا۔

"تو اس میں مجھ سے کیا پوچھنا ہے۔ ماتا جی نے کہا۔" ہری دت
تمہارا سالا بھی ہے اور چھوٹا بھائی بھی۔

"وہ تو درست ہے ماتا جی۔ اس بار ڈاکٹر صاحب بولے۔
"پھر بھی آپ بزرگ ہیں۔"

"لڑکی نے میٹرک کیا ہے۔" بملا نے سوال کیا۔

"ہاں بھابھی۔ اس سال۔" ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔

"لڑکا تو میٹرک بھی نہیں۔" ماتا جی نے کہا۔ "ہمیں
کونسا نوکری کرانا ہے۔ گھر کا کام کاج آنا چاہیئے۔"

"وہ سب جانتی ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ کھانا
پکانا۔ سینا پرونا وہ سب سے واقف ہے۔ ہے تو میری بہن! لیکن
میں کہہ رہا ہوں کہ خوبصورت ہے۔ اور کافی خوبصورت ہے۔ اس
کے باوجود آپ یا بملا بھابھی دیکھنا چاہیں تو میں اسے بلا لوں گا۔"

"نہیں نہیں — ماتا جی چلائیں۔" ہری دت کے پتا جی
ایسی باتوں کے خلاف تھے۔ اپنی بیٹی ہو یا کسی کی — سب کی
بیٹی برابر ہیں۔ پھر یہ ماسٹر جی بیٹھے ہیں۔ انہوں نے بملا کو شادی
سے پہلے کہاں دیکھا تھا۔"

"وہ درست ہے ماتا جی۔! لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے اس بات پر بھی اعتراض نہیں کہ آپ یا بملا بھابھی اسے دیکھنا چاہیں تو میں یہاں بلا لوں گا۔"

آپ لڑکی کو دیکھیں گے تو خوش ہو جائیں گے۔ نرملا بہت ہی سوشیل اور کافی خوبصورت ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب چھوڑیئے اس بات کو۔" ماسٹر جی نے کہا۔

"ہم ابھی اتنے ایڈوانس نہیں۔ پھر اس میں کوئی جسمانی نقص ہوتا تو آپ بتا دیتے۔"

"جو ماسٹر جی فیصلہ کریں گے وہ فیصلہ مجھے منظور ہے۔ بس میں صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔" ماتا جی نے کہا۔

"آپ وہ کہیئے ___" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

"شادی آپ دلی میں کریں تو بہتر ہوگا۔" ماتا جی نے کہا۔

"ہاں ڈاکٹر صاحب! یہ بات ضروری ہے۔ پھر جہاں تک میں سمجھتا ہوں تمہارے لئے مشکل ہی کیا ہے۔ تم یہاں ہو۔ تمہارا چھوٹا بھائی یہاں ہے۔ ایک بہن یہاں بیاہی ہوئی ہے۔ وہاں سے صرف ماتاجی اور لڑکی کو آنا ہے۔" ماسٹر جی نے کہا۔

"خیر اب آپ نے کہہ دیا ہے تو بات الگ ہے۔ ورنہ آپ نہ بھی کہتے تو شادی چونکہ یہیں سے کرنا ہے۔ اس لئے میں نے دلی میں کرنے کیلئے سوچ لیا تھا۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

"بس تو پھر کیا ہے ___" ماسٹر صاحب نے کہا۔

لڑکی کی پتری نہ منگا لیں۔" بملا بولی۔

"حد ہو گئی ___ رمیش کی ماں! تم ایک آریہ سماج پرچارک

کی بیٹی ہو کر ایسی باتوں میں یقین رکھتی ہو۔ کوئی اچھا سا دن دیکھ کر آریہ سماج کی ریتی کے مطابق شادی ہو جائے گی۔ ڈاکٹر صاحب! بس بات پکی۔ ! آپ ماتا جی کو لکھ دیں اور جا کر شادی کی تیاری شروع کر دیں۔ تیاری ہی کیا —— بس تو چاہوں گا کہ صرف تین کپڑوں میں بہو آئے —— " ماسٹر جی نے کہا۔

"ماسٹر جی یہ نہ ہوگا۔" ڈاکٹر صاحب نے ہنس کر کہا۔" میں اتنا ایڈوانس نہیں ہوں۔ جو اس کے مقدر میں ہوگا۔ وہ تو اسے ملنا ہی چاہیئے۔"

"ماتا جی دو ہائی ہے —— " ماسٹر جی بولے۔

پھر دو دھائی دو دھائی ہونے لگی۔ اور بازار سے مٹھائی منگا کر سب کا منہ میٹھا کرا دیا گیا۔

ان دنوں ہری دت کی ڈیوٹی شام چار بجے سے رات بارہ بجے تک تھی۔ آٹھ بجے جب رام دت اس کا کھانا لے کر ہسپتال گیا تو اس نے بھائی کو خوش خبری سنا دی۔ اگلے روز ماں نے چھوٹی بیٹی کملا اور سری رام کو یہ خوش خبری لکھ دی۔

شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔

شادی کی تاریخ ٹھہر گئی - اور تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ہری دت کے نزدیکی رشتہ داروں میں ایک بہن اور بہنوئی اس کے پاس تھے۔ صرف کملا بہن اور بہنوئی سری رام کو جھانسی سے آنا تھا - بڑا بھائی کرشن دت اسی شہر میں تھا -

جب کملا بہن اور بہنوئی سری رام آئے تو کملا نے صرف ایک سوال کیا -

"کیا لڑکی دیکھی ہے -"

"نہیں کملا ! بھلا تمہیں کس نے دیکھا تھا -" ماتا جی نے کہا -

"وہ درست ہے - ماتا جی آزادی کے بعد کوئی کہاں بس گیا ہے اور کوئی کہاں - اگر ہم اپنے رشتہ داروں میں شادی کرتے تو ہم لڑکی کے پورے خاندان کے متعلق جانکاری رکھتے - ڈاکٹر صاحب، ماسٹر جی کے دوست ہیں - ماسٹر جی ڈاکٹر صاحب کو جانتے ہیں - لیکن وہ ان کے خاندان کو نہیں جانتے -" کملا نے جرح کی -

کملا جرح کر سکتی تھی - کیونکہ اس کا خاوند سری رام ٹھیکیدار تھا - اور سات برسوں میں اس نے جھانسی میں رہ کر ساٹھ ستر ہزار

روپیہ پیدا کر لیا تھا۔ لہذا کملا کو قوی احساس تھا کہ خاندان میں وہ سب سے زیادہ امیر ہے۔ اس کے علاوہ اسے ہری دت سے بہت پیار تھا۔ تینوں بھائیوں میں وہ ہری دت کو سب سے زیادہ پیار کرتی تھی۔

"خیر اب اس بات سے کیا حاصل۔" بڑی بہن بملا نے کہا۔ "پھر تمہارے جیجا جی بھی دنیا اور دنیا داری کو خوب سمجھتے ہیں۔"

"یہ بات نہیں بملا بہن! صرف ایک بات ہے جس کی وجہ سے میں کہہ رہی ہوں کہ لڑکی کو دیکھ لینا چاہیئے تھا۔"

"کون سی۔"

"لڑکی اپنی ماں کے پاس رہی ہے۔ بھائی کی نگرانی میں نہیں اور ماں بیوہ ہے۔ یعنی وہاں کوئی مرد نہ تھا۔ اور تم جانتی ہو کہ ماں کا دل ماں کا ہوتا ہے اور نرملا سب سے چھوٹی اولاد ہے۔" کملا نے دلائل پیش کیے۔

"کملا تم تو یوں ثابت کرنا چاہتی ہو کہ لڑکی میں کوئی نقص ہے۔ جیسے جیسے ——— وہ چال چلن کی اچھی نہیں ———" بملا نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"بملا بہن میں کوئی تہمت نہیں لگا رہی ہوں۔ نہ ہی یہ کہتی ہوں کہ مجھے جیجا جی یعنی ماسٹر جی کی دانشمندی پر کوئی شک ہے۔ میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ آخر حرج کیا تھا کہ لڑکی کو دیکھ لیا جاتا۔ جب ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ وہ لڑکی کو دکھا سکتے ہیں ———" کملا نے جرح کی۔

"اب تمہارے پاس چار پیسے کیا ہو گئے ہیں۔ کہ تم وہ تمام عقائد اور آداب توڑنا چاہتی ہے جو صدیوں سے خاندان کی روایات رہی ہیں۔ روایت تو روایت ہے۔" بملا نے کہا۔ اسے یہ بھلا نہ لگا کہ چھوٹی بہن اس کے خاوند کی سوجھ بوجھ پر شک کرے۔

"تم دونوں بہنیں کیا بحث لے بیٹھی ہو۔ کل بارات جا رہی ہے۔ آج الجھ رہی ہو کہ لڑکی کیوں نہیں دیکھی۔ پرسوں صبح ڈولی آجائے گی۔ جی بھر کر دیکھ لینا۔" ماتا جی نے کہا۔ وہ بہنوں کی تکرار سے پریشان ہو رہی تھیں۔

بات ختم ہو گئی۔

اگلے روز شام کو ہری دت کے سر پر سہرا باندھ دیا گیا۔ بہنوں کا جو چاؤ اپنے بھائی کی شادی ہو جائے وہ پورا کر رہی تھیں۔ گیت ڈھولک۔ بینڈ۔ باجہ سب کچھ ہی تو تھا۔

اس شور میں ہری دت دولہا بن کر گھوڑی پر سوار ہو کر ڈولی لینے چلا گیا۔

رات کا کھانا کھا کر باراتی لوٹ گئے۔ صرف چند قریبی رشتہ دار رہ گئے۔ صبح منتروں کی آواز سے ہری دت کو دلہن سونپ دی گئی۔ اور وہ اسے لے کر گھر آگیا۔

تمام شب بیدار رہنے کے بعد ہری دت تو نیند کی آغوش میں گیا۔ اور دلہن کو رشتہ دار اور گلی محلے کی عورتیں دیکھنے آ رہی تھیں۔

"کیوں کیسی ہے بھابھی۔" بملا نے کہا۔ اس کے لہجہ میں طنز سا تھا۔

"شکل و صورت سے تو بہت اچھی ہے۔" کملا کو اعتراف کرنا پڑا۔ اور وہ حقیقت کو جھٹلا نہ سکتی تھی۔

"تو تمہارے جیجا جی کا فیصلہ غلط نہ تھا۔" کملا نے اپنے نماوندکی تعریف کرنا چاہی۔

"میں نے کب کہا تھا کہ جیجا جی نے غلط قدم اٹھایا ہے۔ میں تو صرف یہ کہہ رہی تھی کہ ایک بار شادی سے پہلے دیکھ لیتے تو کیا برا تھا۔ کملا کبھی تسلیم نہ کر سکتی تھی کہ اس نے غلط کہا تھا کہ دولت انسان کو ضدی بنا دیتی ہے۔

ہر کوئی مطمئن اور شادماں تھا۔ کہ بہو بہت خوبصورت ہے۔ ہری دت کے مقابلے میں تو بہت ہی خوبصورت تھی۔ ہری دت کا رنگ تو گہرا سانولا تھا۔ اور نرملا کا رنگ سفید تھا۔ آنکھیں بے حد خوبصورت تھیں۔ جسم بھی ٹھیک تھا۔ غرضیکہ وہ مجموعی طور پر اس گھر میں اضافہ تھی۔ ایسی خوبصورت بہو تو گھر کی رونق کو دوبالا کر سکتی تھی۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے جہیز بھی برا نہ دیا تھا۔ زیورات تھے۔ فرنیچر تھا۔ ریشمی سوٹ اور ساڑھیاں تھیں۔ کپڑے سینے کی مشین اور ریڈیو تھا۔ نندوں کے لئے کپڑے تھے۔ ساس کے لئے تھے۔ اور ہری دت کے لئے دو سوٹ دو قمیصیں دو جوڑے جوتے۔ ایک گھڑی اور انگوٹھی۔

چونکہ ہری دت اس کی بہنیں اور بھائی سانولے رنگ کے تھے۔ لہذا نرملا کی خوبصورتی اس کا سفید رنگ خاندان کے لئے باعث فخر تھا۔

دوپہر کو کچھ دیر کے کھانے کے بعد نرملا کو بھی سستانے کا موقعہ مل گیا۔ یا اسے دے دیا گیا۔ کہ چند گھنٹے بعد رات کو آنا تھا۔ اور

یہ رات عام رات نہ تھی۔ بلکہ بہت ہی خاص رات تھی۔ جو عورت کی زندگی میں ایک بار آتی ہے۔

ہری دت بھی خود کو اس عظیم رات کے لئے تیار کر رہا تھا۔ وہ دوستوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں مخش مذاق اچھالے جا رہے تھے۔ کھانا وہ کھا چکا تھا۔ اور دوست اس سے ٹھنڈی بوتلوں کی فرمائش کر رہے تھے۔ جو وہ پوری کر رہا تھا۔

دوستوں کے مذاق اپنی جگہ تھے۔

"ہری دت! ایسا نہ ہو کہ مونچھ نیچی ہو جائے۔" ایک نے فقرہ چُست کیا۔

"ارے کیا سمجھتے ہو۔ ہری دت کو۔" دوسرا بولا۔ "گورو کل سے تعلیم پائی ہے۔ پورا برہم چاری ہے۔"

"اور آج کل یہ برہمچاری کو لڑکیاں پسند نہیں کرتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ لڑکا ذرا تجربہ کار ہو۔ ورنہ دو اناڑی مل جائیں تو نتیجہ کیا برآمد ہو سکتا ہے۔" پہلے نے کہا۔

"ویسے تم جانتے تو ہو۔" تیسرے نے کہا۔

"کیا ــــــ؟" ہری دت نے سوال کیا۔

"کہ آج کرنا کیا ہے۔" تیسرے نے ہنس کر کہا۔ اور تمام دوست کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"ویسے ایک بات ہے۔ واقعی انسان کو تجربہ ضرور کر لینا چاہیئے۔" دوسرے نے کہا۔ "گاؤں یا قصبہ میں تو چل سکتا ہے۔ لیکن شہروں میں لڑکیاں چاہتی ہیں کہ لڑکے کو تجربہ ہو۔"

"جیسے ہری دت اتنا اناڑی نہیں۔" تیسرے نے کہا۔
"بس آج ......" پہلے نے فقرہ ادھورا چھوڑ کر چسکہ لیا جیسے
کہ وہ کوئی لذیذ شے کھا رہا تھا۔
"ہاں بس آج جوہر نمایاں ہو جائیں۔" تیسرے نے کہا۔
"کیوں ہری دت جی سب ٹھیک ہے نا۔" دوسرے نے پُرمعنی انداز
میں مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا ٹھیک ہے۔" ہری دت نے کہا۔ اور ہنس دیا۔ اس کے
خوبصورت سفید دانت چمک رہے تھے۔
"صبح سیرڈبن کی ایک کی جگہ دو گولیاں کھائی تھیں۔" دوسرے
نے ہنس کر کہا۔
ہری دت ان جملوں اور فقروں سے محفوظ ہو رہا تھا۔ اور دل
میں سوچ رہا تھا کہ یہ تو وہ جانے گی جس کے ساتھ بیتے گی۔ اب میں کیا
دعویٰ کروں۔
دوستوں سے جدا ہو کر وہ گھر پہنچا۔ اس کی بہنیں اس کی منتظر
تھیں۔ اور دلہن اپنے کمرے میں اس کی منتظر تھی۔ وہ گٹھری بنی ہوئی
گھونگھٹ نکالے پلنگ پر بیٹھی تھی۔
ہری دت داخل ہوا اور اس نے دروازہ بند کر دیا۔
آج وہ عظیم رات تھی۔ جو عظیم کہلاتی ہے۔ اور ہری دت اُسے
عظیم بنانا چاہتا تھا۔ تاکہ یہ رات تمام عمر یاد رہے اور میاں بیوی
اس رات کا ذکر جب بھی کریں تو اس یاد سے محظوظ ہوں۔
سرخ رنگ کی ساڑھی۔ ہاتھوں میں مہندی کلائیوں میں سونے

کی چوڑیاں اور سرخ جوڑا ـــــ اور چہرہ ـــــ چہرہ گھونگھٹ میں چھپا ہوا تھا۔ اس گھونگھٹ میں کیا چھپا تھا۔ اب چند منٹ میں وہ راز راز نہ رہے گا۔ اس نے سن تو لیا تھا کہ بہو بہت ہی خوبصورت ہے۔ لیکن اب وہ خود اس حسین چہرے کو دیکھنا چاہتا تھا۔

وہ پلنگ کے پاس پہنچا تو دلہن مزید سمٹ گئی۔ ہری دت بے حد مسرور تھا۔ وہ خوشی سے ناچ رہا تھا۔ اس نے ایک عامیانہ سا شعر پڑھا۔ جو ادب کے لحاظ سے بہت کامیاب نہ ہو لیکن جذبات کے لحاظ اور موقع کے لحاظ سے مناسب تھا۔

اور اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتا۔ جس نے آپ کو دیکھا ہے اس نے ہی کہا ہے کہ بہو چاند کا ٹکڑا ہے۔ یہ سن سن کر میری بے تابی بڑھتی گئی ـــــ اور اب میں خود اس چاند کے ٹکڑے کو دیکھنا چاہتا ہوں جو میری زندگی ہے۔ جو میری جیون ساتھی ہے۔" کہہ کر ہری دت نے گھونگھٹ کو ہاتھوں میں لیا۔ اور آہستہ آہستہ الٹنے لگا۔

گھونگھٹ تقریباً اٹھ گیا تھا۔" آہا ـــــ لوگوں نے غلط کہا تھا کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ تم تو مکمل چاند ہو ـــــ اور وہ آسمان کا چاند آج دھرتی پر اتر آیا ہے۔ اور یہ میری خوش قسمتی ہے۔ کہ وہ میرے گھر اترا۔" ہری دت کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔

نرملا واقعی بہت خوبصورت تھی۔ ہونٹوں پر لپ سٹک، چہرے پر غازہ آنکھوں میں کاجل ـــــ کانوں میں لمبے آویزے ـــــ ماتھے پر ٹیکہ ـــــ اور لمبی گردن میں جڑاؤ نیکلس ـــــ

"واقعی میں اسے اپنا مقدر ہی سمجھتا ہوں۔ میں اس کے ہاتھ

چوم لینا چاہتا ہوں جس نے تمہیں بنایا ہے ـــــ میں خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھتا ہوں۔ اور آج تمہیں پاکر یہ محسوس ہوتا ہے اب کچھ اور پالنے کی خواہش ہی نہیں رہی۔" ہری دت نے رومانی انداز سے کہا۔

نرملا نے جواب نہ دیا۔

"کیا اپنی زبان سے اپنا نام بتانا پسند کروگی۔" ہری دت نے اس کی ٹھوڑی کو اپنے ہاتھ سے اوپر اٹھایا۔

ہری دت کے جسم میں ایک آگ سی لگ گئی تھی۔ اس کے جسم میں چنگاریاں سی چھوٹ رہی تھیں۔ اور اس کے اعضا اکڑتے جا رہے تھے۔ وہ خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھ رہا تھا۔ جیسے اتنی حسین خوبصورت بیوی ملی تھی۔ چونکہ اس کا رنگ سانولا تھا۔ لہٰذا اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ اسے ایسی خوبصورت بیوی ملے گی۔

نرملا کی ٹھوڑی اس کی ہتھیلی میں تھی۔ اس کے جسم کا یہ لمس بہت ہی خوشگوار تھا۔ اور اس کے اندر سوئے ہوئے فتنوں کو بیدار کر رہا تھا۔ اسے اس دوست کی بات یاد آگئی جس نے کہا تھا کہ اس کی بیوی کم سے کم دو سیر ڈن کھائے۔

نرملا نے اپنی خوبصورت اور گول آنکھیں اٹھا کر خاوند کو دیکھا۔

"تمہاری آنکھیں ـــــ کتنی خوبصورت ہیں۔ میں ان میں ڈوب جانا چاہتا ہوں۔ کیا اجازت ہے۔؟" ہری دت نے کہا۔

نرملا اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو۔" ہری دت کے خوبصورت دانت اپنی نمائش

کرر ہے تھے۔" میں خود اپنے مقدر پر مسرور ہوں۔ میں نے ٹھیک ہی کہا ہے
ناکہ تم چاند کا ٹکڑا نہیں ہو۔ بلکہ مکمل چاند ہو۔"
نرملا نے جواب نہ دیا۔ نہ ہی شرما کر اس نے آنکھیں جھکائیں۔
"کیا میں ان آنکھوں میں ڈوب سکتا ہوں۔ کیا میں ان خوبصورت
گلابی ہونٹوں کو چوم سکتا ہوں۔ ہری دت مسکرائے جا رہا تھا۔ وہ خوشی
سے پھولا نہ سما رہا تھا۔
"لیکن تم وہ تو نہیں جس کے ساتھ میری شادی ہوئی ہے۔" نرملا
کی آواز آئی۔
ہری دت چونک پڑا۔ اس نے سب سے پہلے ہتھیلی کھینچ لی۔
اور اس کی ٹھوڑی چھوڑ دی۔
"میں سمجھا نہیں۔ اس نے بھاری آواز سے کہا۔
"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ نرملا نے پورے اعتماد سے کہا" تم
وہ نہیں ہو جس کے ساتھ میری شادی ہوئی ہے۔"
اب ہری دت کی حالت دیکھنے والی تھی۔ اس کے ابلتے ہوئے
جذبات سرد ہو گئے تھے۔ اکڑے ہوئے اعضا اپنی جگہ پہ آ گئے تھے۔
سہاگ رات کی تمام خوشی ہنسی اور نشہ ختم ہو گیا تھا۔
یہ ــــ یہ ــــ لڑکی کیا کہہ رہی تھی۔ کیا سہاگ رات
کو دلہن اپنے خاوند سے اس طرح مخاطب ہوتی ہے۔ یہ کس قسم کی سہاگ
رات تھی۔ یہ کیسی دلہن تھی۔ یہ سب کیا تماشہ تھا۔ ہری دت نے کوئی
سوال نہ کیا۔ اس کی زبان گنگ ہو گئی تھی۔ وہ اس خوبصورت چہرے
کو دیکھ رہا تھا۔ جس نے دنیا کی بدصورت ترین بات کہی تھی۔ کیا ایسی

خوبصورت لڑکی ایسی بدصورت ہیبت ناک مگر وہ بدشکل اور تلخ بات کہہ سکتی ہے۔ کیا حسن اتنا مکروہ ہوتا ہے۔ اس نے تو ابھی ابھی کہا تھا کہ وہ چاند کا ٹکڑا نہیں بلکہ مکمل چاند ہے۔ اس نے تو کہا تھا کہ وہ خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھتا ہے۔ اس نے تو کہا تھا کہ اسے پاکر وہ کچھ اور پانے کی تمنا نہیں رکھتا۔

یہ سہاگ رات تھی۔ ملن کی رات! لیکن اس کا آغاز کس قسم کا تھا۔ یہ وہ رات تھی۔ جب دو جسم اور دو دل ملتے ہیں۔ اور اس کے اندر ایک زندگی شروع کرتے ہیں۔ وہ زندگی جس میں ہنسی اور آنسو اور آہیں۔ دکھ اور سکھ سب کچھ ہوتا ہے۔ یہ کس قسم کی زندگی کا آغاز تھا۔ یہ کیسی سہاگ رات تھی۔ یہ سب کیا تماشہ تھا۔

اس نے شاید یقین پیدا کرنے کی خاطر یہ سوچ کر کہ وہ ایک الھڑ اور نادان لڑکی ہے۔ اس نے فلمیں دیکھی ہوں گی۔ یا کوئی ناول پڑھا ہوگا۔ یا اس کی کسی سہیلی نے کہا۔ ہوگا کہ سہاگ رات کو اپنے خاوند کے ساتھ ایسا مذاق کرنا۔ پھر اس کا ردعمل دیکھنا۔ ان سب باتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس نے اپنے آپ پر قابو پاکر کہا۔

"یہ کس قسم کا مذاق ہے۔"

"یہ مذاق نہیں ـــــ" نرملا نے پورے اعتماد سے کہا۔ "یہ سچ ہے ـــــ سچ ـــــ تم وہ نہیں جس کے ساتھ میری شادی ہونے پائی تھی۔ اور پھر یہ کہہ کر یہاں لایا گیا تھا کہ اس لڑکے کے ساتھ شادی ہو گی۔"

اب کوئی گنجائش نہ رہی تھی۔

نرملا مذاق نہ کر رہی تھی۔ وہ سچ بول رہی تھی۔ وہ حقیقت بیان کر رہی تھی۔ ہری دت کا دماغ سنّا گیا۔ اب مزید دریافت کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

یہ سپنا نہ تھا۔ نہ ہی کسی ناول کا باب ـــــ یہ تو حقیقت تھی۔ یہ سہاگ رات تھی۔ ہری دت کی جس لڑکی سے شادی ہوئی تھی وہ سہاگ رات کو کہہ رہی تھی کہ تم وہ نہیں جس کے ساتھ میری شادی ہونا تھی۔

آہستہ آہستہ ہری دت کے اندر نفرت اور غصہ جنم لینے لگے چلے تھے۔ اور نفرت سے اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ جیسے وہ اس خوبصورت لڑکی کا جبڑا توڑ دے گا۔ ان خوبصورت ہونٹوں پہ اور دانتوں پہ اتنے گھونسے جڑ دیگا۔ تاکہ یہ خوبصورت ہونٹ اور دانت بدشکل ہو جائیں۔

اس خوبصورت لڑکی نے ایسی بدصورت بات کیوں کہی تھی۔ کیا وہ اس کی مردانگی کا مذاق اڑا رہی تھی۔ کیا وہ جانتی تھی کہ ایسی بات کو وہ برداشت کرے گا۔ اور اسے بخش دیگا۔ وہ ایسی سخت بات کو نظرانداز کرے گا۔ کیا یہ اس کی مردانگی کو چیلنج نہ تھا۔ اس نے یہ بات کیا سوچ کر کہی تھی۔

غصے سے اس کے کان تپنے لگے۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اور وہ آگ برسا رہی تھیں۔ لیکن نرملا ایک ٹک اسے گھورے جا رہی تھی۔ جیسے وہ انجام سے لاپرواہ تھی۔ ہری دت اس کی اس دلیری

پر حیران رہ گیا - یہ لڑکی کتنی دلیر تھی - نڈر تھی - جو انجام سے لاپرواہ اعلان کر رہی تھی کہ وہ ہری دت کو اپنا خاوند قبول کرنے کو تیار نہ تھی - وہ اسے اپنے جسم کو ہاتھ نہ لگانے دیگی - وہ اس کو اپنا جسم نہ سونپے گی -

جیسے جیسے ہری دت سوچتا گیا - غصے اور نفرت سے اس کی حالت دگرگوں ہو گئی - وہ اس خوبصورت چہرے کو دیکھے جا رہا تھا - جو دنیا کا مکروہ ترین چہرہ تھا -

ہری دت نے چاہا کہ وہ اس کے گلے کو اپنے ہاتھوں کی آہنی انگلیوں میں لے کر دبا ڈالے - اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس حلق کو توڑ ڈالے جہاں سے یہ آواز آئی تھی - جہاں سے یہ مکروہ ترین الفاظ نکلے تھے -

آخر ایک دلہن کو ایسی بات کہنے کی جرات کیسے ہوئی تھی - اس نے کیا جان کر اور کیا سمجھ کر ایسی سخت بات کہی تھی - اس نے اس کی مردانگی کو للکارا کیوں تھا - اس نے کیا ثابت کرنا چاہا تھا کہ وہ ان الفاظ کو سننے کے بعد اس کے جسم کو چھوئے گا نہیں - اسے پائمال نہیں کرے گا -

لیکن - ؟

ہری دت سنبھل گیا -

کون جانتا ہے کہ یہ جسم اچھوتا ہے یا پائمال ہو چکا ہے - کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ہونٹ کنوارے ہیں - انہیں کسی تپتے ہوئے ہونٹوں نے چھوا نہیں - ان باہوں میں کوئی جھولا نہیں - کسی نے اس کے شانے پر سر رکھ کر پیار بھرے الفاظ نہیں کہے - ان گول اور

اُبھری ہوئی چھاتیوں پر کسم نے اپنے جھکے ہوئے سر کو نہیں رکھا۔

تو یہ دلہن تھی۔

یہ سہاگ رات تھی۔

اور یہ سہاگ رات کی میٹھی اور شیریں باتیں تھیں۔

باتیں جو کانوں میں رس نہ گھول رہی تھیں۔ بلکہ زہر کی بوندیں ٹپکا رہی تھیں۔ یہ چھاگل کی صدا نہ تھی بلکہ کانوں کے لئے پریشان کن تھی۔ ان چوڑیوں سے موسیقی نہ پیدا ہو رہی تھی۔ بلکہ خراشیں پیدا ہو رہی تھیں۔ جو جگر کو بے چین کر رہی تھیں۔

یہ کیسی سہاگ رات تھی۔

یہاں ہنسی نہ تھی بلکہ ماتم تھا۔ پیار نہ تھا۔ بلکہ نفرت کا لاوا ابل رہا تھا۔ ہری دت کی بغلوں میں دلہن کا خوبصورت چہرہ نہ تھا۔ بلکہ مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ اور وہ اس خوبصورت چہرے پر حملہ کرنے کو تیار تھیں۔

وہ ان ہاتھوں سے اس خوبصورت چہرے کو چھونا نہ چاہتا تھا۔ بلکہ اس گردن کو دبوچ کر گلا دبا دینا چاہتا تھا۔

لیکن۔

وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

کیا وہ اس آواز کو دبا سکے گا۔ جو آج اس رات کو اس سہاگ رات کو اس نے سنی تھی۔ کیا یہ آواز اب تا عمر اسے پریشان نہ کرتی رہے گی۔ کیا وہ نظر انداز نہ کر سکے گا۔ کہ سہاگ رات اس نے ایسا جسم حاصل کیا تھا۔ جس نے کہا تھا کہ اس شخص کے ساتھ اس کی شادی

نہ ہوئی تھی۔ کیا جس زندگی کا آغاز ایسی سہاگ رات سے ہو رہا تھا۔ وہ زندگی کتنی تلخ ترش اور کڑوی ہوگی۔

پھر ـــــ

ہری دت کو محسوس ہوا کہ اس کے سینے میں درد کی لہر اٹھی تھی۔ اس کے سینے میں سخت جلن تھی۔ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔

یہ دلہن۔ یہ حسن۔ یہ جلوہ۔ یہ سہاگ رات ـــــ یہ سب کچھ پرایا تھا۔ اس کا نہ تھا۔

یہ سوچتے سوچتے ہری دت بل کھا کر دھڑام سے فرش پہ گر پڑا۔

اور سہاگ رات ختم ہوگئی۔

سہاگ رات گذار دی تھی۔

ہری وت بے ہوشی کے عالم میں ننگے فرش پر پڑا تھا۔ اور نرملا عروسی کا جوڑا پہنے پلنگ پر بیٹھی تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں میں رچی مہندی دیکھ رہی تھی۔

ادھر ہری دت کے سر میں پلنگ سے چوٹ لگنے سے خون نکل آیا تھا۔ آخر سہاگ رات تھی۔ خون تو بہتا ہی ہے۔ وہ الگ بات تھی کہ ہری دت کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

نرملا نے کسی کو مدد کے لئے نہ پکارا تھا۔ اور نہ ہی اس نے پلنگ چھوڑا تھا۔ اور نیچے اتر کر ہری دت کو سہارا دیا تھا۔ یا اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے تھے۔ اس نے اٹھ کر ہری دت کی پنڈلیاں نہ ملی تھیں۔ غرضیکہ اس کے جسم کو ہاتھ نہ لگایا تھا۔ اور نہ ہی کسی کو مدد کے لئے پکارا تھا۔ یا کسی کو بتانا مناسب سمجھا تھا کہ ہری دت بے ہوش ننگے فرش پر گر پڑا ہے۔ لہٰذا آ کر اسے اٹھا لو یا سنبھال لو۔

بیس منٹ گذر گئے۔

ہری دت کے ساکن جسم میں ہلکی سی جنبش ہوئی۔ تو نرملا سنبھل گئی۔

کچھ منٹ اور گزرے تو ہری دت کے ہاتھ میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور اس نے ہاتھ سے سر کو ٹٹولا۔ جہاں شاید درد تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ اور گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ جیسے وہ واقعات کی کڑیاں جوڑ رہا ہو۔ اور واقعی وہ یہی کر رہا تھا۔ —— آہستہ آہستہ تمام واقعات اجاگر ہو گئے۔ اس نے ایک بار پھر نرملا پر نفرت آمیز نگاہ ڈالی۔

اس بار اسے اس کے چہرے پر صرف نتھ دکھائی دی تھی۔ سونے کی نتھ۔ جو دوشیزگی کی علامت ہوتی ہے۔ جو ایک نشان ہے۔ جو کنواری لڑکیاں پہن کر دلہن بن کر سسرال جاتی ہیں۔ ہری دت اس نتھ کو دیکھ رہا تھا۔ اور ایک بار پھر اس کا جسم نفرت کا گہوارہ بن گیا پھر اس کی نسیں تن گئیں۔ مٹھیاں بھنچ گئیں۔

یہ دلہن جتنی خوبصورت تھی۔ اتنی ہی مکروہ اور بھدی تھی۔ نتھ —— جیسے یہ واقعی دوشیزہ تھی۔ آخر اس غلط اشتہار کی کیا ضرورت تھی۔ اس ڈھونگ کی کیا ضرورت تھی۔

اس بات کے کہنے کے بعد تم وہ نہیں جس کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی۔ اس ڈھونگ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ عروسی جوڑا اور اس نتھ کی کیا ضرورت تھی۔

آہستہ آہستہ وہ فرش سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ نرملا نے پھر گھونگھٹ کھینچ رکھا تھا۔ اور گھونگھٹ کی اوٹ سے دیکھ رہی تھی کہ ہری دت کیا کر رہا ہے۔

اس نے اپنے لباس پر لگی گرد جھاڑنا مناسب نہ سمجھی۔ اس نے کھڑے ہو کر کچھ دیر حقارت اور نفرت آمیز نگاہ سے دلہن کو دیکھا۔ اور کچھ کہے سنے بغیر کمرے کا دروازہ کھول کر نکل گیا۔

ہری دت کمرے سے ہی نہ نکلا بلکہ گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

کیا سہاگ رات تھی۔ کہ وہ حجلۂ عروسی میں نہ تھا۔ بلکہ سنسان سڑکوں پر گھوم رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ کہاں جائے۔ شب کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے تھے۔ لوگ دن بھر کے کام کاج سے تھک کر سو رہے تھے۔ اور اس کے لئے نیند حرام ہو گئی تھی۔

اس کے سلگتے ہوئے ذہن کو آرام اور سکون کی ضرورت تھی۔ اس کا دل بھٹی کی آگ کی طرح تپ رہا تھا۔ اس کے جذبات بیباک بغاوت پر تلے ہوئے تھے۔ انتہائی کوشش کے باوجود اس کی آنکھوں میں اشک نہ اُمڈ سکے۔ اگر وہ کچھ اشک بہا دیتا تو یقیناً اس کی گرانی ہلکی ہو جاتی۔ اس کے ساتھ جو بیتی تھی۔ وہ یہ تمام کسی کو سنانا چاہتا تھا۔ اس سہاگ رات کو اسے ایک ہمنوا۔ ایک ہمدم ایک غمگسار کی ضرورت تھی۔ جسے وہ بتا سکے کہ اس کی سہاگ رات کتنی حسین تھی۔ اتنی حسین کہ وہ سہاگ کمرے سے گھبرا کر نکل آیا تھا۔ اور اب یہ جانتا نہ تھا کہ کہاں جائے۔ کس کے پاس جا کر اپنا دکھڑا سنائے۔ اپنے دل کی حالت بیان کرے۔

شب کے اس پہر وہ کس کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے اور کسی کو آرام کی نیند سے بیدار کر کے کہے کہ دیکھو اس کے ساتھ کیا گذری ہے۔

وہ گھر میں اپنی بڑی دو بہنوں کو جگا کر یہ سب کچھ بتا سکتا تھا۔ لیکن وہ اسے سمجھ نہ سکتی تھیں۔ وہ اپنے منجھوئی ماسٹر جی کو بتا سکتا تھا۔ لیکن ماسٹر جی اسے بچے نہ جانتے وہ ماں کو بتا سکتا تھا۔ لیکن ماں اسے بیوقوف سمجھتی۔ پھر وہ کسے بتائے کہ یہ کیسا درد تھا۔ جس کے پاس وہ جب چاہے جس وقت چاہے۔ مدد کے لئے جا سکتا تھا۔

اور وہ تھا اس کا نور مینا سرجیت ——— جس نے اس کے ہر دکھ درد میں اس کی مدد کی تھی۔ اور اسے روشنی دی تھی۔

پریس کے قریب ہی سرکاری کوارٹروں میں سے ایک میں سرجیت کی رہائش تھی۔

موسم میں کافی خنکی تھی۔ اس لئے سڑکیں ویران اور سنسان تھیں۔ اور ان ویران سڑکوں پر چلتے ہوئے اس نے بہت کچھ سوچا۔ ——— لیکن یہ سوچیں کس کام آ سکتی تھیں۔ اسے صرف سرجیت ہی روشنی دکھا سکتا تھا۔

سرجیت چالیس برس کی عمر کا شخص تھا۔ جس نے ایک دنیا دیکھی تھی۔ اور وہ ہر کسی کے دکھ درد کو جاننے کی کوشش کرتا تھا۔ اور پھر معقول راستہ دکھاتا تھا۔

اس نے سرجیت کے کوارٹر کا دروازہ کھٹکھٹا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ سرجیت گیارہ بجے ڈیوٹی سے لوٹا ہوگا۔ اور دن بھر کا تھکا ہوا سرجیت ابھی صرف ایک ڈیڑھ گھنٹہ ہی سو سکا ہوگا۔ ابھی اس کی نیند کھلی بھی نہ ہوگی۔ اس وقت اسے جگانا اس پر ظلم تھا۔ لیکن وہ بری طرح مجبور تھا۔

سرجیت کو بیدار ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ دروازہ اس نے خود ہی کھولا۔ نیند سے اس کی آنکھیں لبریز تھیں۔

"تم — تم اس وقت اور یہاں۔"

"ہاں — میں —" ہری دت نے بھاری آواز سے کہا۔

"خیریت تو ہے —" سرجیت کی نیند کافور ہو گئی۔

"سب خیریت ہے شرما جی۔" ہری دت نے طنز آمیز لہجہ میں کہا۔

"لیکن یہ تو تمہاری سہاگ رات ہے۔ اور اس وقت تمہیں اپنی بیوی کے پاس ہونا چاہیئے۔" ہری دت نے لقمہ دیا۔ "شرما جی کیا مجھے اندر آنے کے لئے نہیں کہو گے۔ میں اتنی دور سے چل کر آیا ہوں۔ اور شاید تھک گیا ہوں۔"

"چلے آؤ۔" کہہ کر سرجیت شرما نے راستہ چھوڑ دیا۔

لیکن کمرے میں حرکت پیدا ہو گئی۔ سرجیت کی بیوی بھی اسی کمرے میں سو رہی تھی۔ بچے دوسرے کمرے میں تھے۔

"بھوانی! ماں تم ساتھ کے کمرے میں چلی جاؤ۔" سرجیت نے کہا۔

"ہری دت تم! اس وقت! خیریت تو ہے۔"

"جی سب ٹھیک ہے۔"

"پھر اس وقت یہاں کیسے۔؟ اور تمہارے چہرے کا رنگ تو سفید ہے۔" سرجیت کی بیوی نے کہا۔

"تم جاؤ — میں ہری دت سے باتیں کرنا چاہتا ہوں —" سرجیت نے حکم کے انداز میں کہا۔

بیوی ایک بچے کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ سرجیت نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا اور کنڈی لگا دی۔

"ادھر چارپائی پر ہی بیٹھ جاؤ۔"

ہری دت چارپائی پر بیٹھ گیا۔

"کہو۔" سرجیت نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"شرما جی! کہنے کے لئے رہ ہی کیا گیا ہے۔" ہری دت نے کہہ کر تمام روداد بے کم و کاست سنا ڈالی۔

"اوبھگوان!" سرجیت نے ٹھنڈا سانس لیا۔ ہماری تہذیب کیا شکل اختیار کر رہی ہے۔ احترام لفظ کی کوئی قدر رہی نہیں۔

خیر! تم نے کسی بہن یا بہنوئی سے ذکر کیا۔"

"جی نہیں۔ جب بیہوشی کا عالم ختم ہوا تو میں خود ہی فرش سے اٹھا۔ اس نے مجھے شاید ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھا۔ میں کتنی دیر بیہوش پڑا رہا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم ۔۔۔ جب اٹھنے کے قابل ہوا تو اٹھا اور گھر سے نکل پڑا ۔۔۔ اور دنیا میں صرف آپ ہیں جنہیں میں نے ہمیشہ دل کی بات بتائی ہے۔ اور سیدھا یہاں چلا آیا ہوں۔"

"تم نے بہت اچھا کیا۔ کیونکہ ماسٹر جی اور ان کی بیوی نے یہ رشتہ کرایا ہے۔ لہٰذا وہ نرملا کی طرفداری کرتے نہ اور تمہیں ہی ڈانٹتے کہ معمولی سی بات ہے۔"

"لیکن شرما جی! ایسی بات بہن یا بہنوئی یا ماں سے کبھی کہی

تو نہیں جا سکتی ۔۔۔" ہری دت نے کہا۔
"میں جانتا ہوں۔"
"کیا سہاگ رات ملی ہے۔" ہری دت نے زہر خند لہجے میں کہا۔
"جس زندگی کا آغاز ایسی سہاگ رات سے ہو۔ اس زندگی کا انجام کیا ہوگا۔ یہی کہ یا تو میں پاگل ہو کر پاگل خانہ چلا جاؤں گا۔ یا اگر واقعی اپنے محبوب سے اتنا پیار کرتی ہے۔ کہ سہاگ رات کو ہی ایسی دلیری سے کام لے سکتی ہے۔ تو وہ اس سے ملتی رہے گی ۔۔۔۔
نہ وہ میری ہوگی اور نہ اس لڑکے کی۔"
"کیا تم نے اس لڑکے کے متعلق دریافت کیا تھا۔"
"جی نہیں۔ اگر پتے سے حاصل کیا ہوتا۔ صورت سر پیں ہی ہوگا۔ کیونکہ عشق گلی محلے تک ہی محدود ہوتے ہیں۔" ہری دت نے کہا۔
"تم درست کہتے ہو۔"
"پھر اب کیا کیا جائے۔ کیا دن نکلنے پہ میں اعلان کر دوں کہ میں اس لڑکی کے ساتھ نباہ کرنے کو تیار نہیں۔
"پاگل نہ بنو۔ رشتے ناطے یوں نہیں بنتے۔ نہ ہی اس طرح نہیں پیدا ہوتے اور نہ ہی اس طرح ٹوٹ جاتے ہیں۔ دنیا کیا کہے گی۔ پھر اس کا اثر تمہارے چھوٹے بھائی کی زندگی پہ پڑے گا۔ تم ایک مذاق بن کر رہ جاؤ گے۔ لوگ کہیں گے کہ تم مرد نہیں ہو جو ایک الھڑ لڑکی کو سنبھال نہ سکے۔" سر جیت نے کہا۔
"غریباجی! میری مردانگی کسی کام نہیں آ سکتی۔ میں اس کا جسم حاصل کر سکتا ہوں۔ میری مردانگی صرف یہی کر سکتی ہے۔ لیکن میں اس کے دل

سے لڑکے کی محبت نہیں نکال سکتا۔ پھر ذرا سوچئے کہ پھر تمام زندگی یہ احساس ہر لمحہ ہر پل مجھے پریشان کرتا رہے گا کہ سہاگ رات کس طرح گذری تھی۔ اور اس نے کیا الفاظ کہے تھے۔

"ہری دت جوش اور جذبات سے کام نہ لو۔ الھڑ پنے میں لڑکیاں بہت کچھ کہہ دیتی ہیں۔ لیکن تم ایک موقع دو۔ جو زندگی ابھی شروع ہی نہیں ہوئی اس کو ختم کیسے کر سکتے ہو۔ جو بندھن ابھی پیدا ہی نہیں ہوا اسے توڑ کیسے سکتے ہو۔ وہ محض ایک الھڑ لڑکی ہے۔ اور نادان ہے۔ یہ درست ہے کہ ایسی سہاگ رات ہم نے آج تک نہیں سنی! تم ایک موقع دو۔ بہت سی لڑکیاں جذباتی ہوتی ہیں۔ لیکن جیسے ہی وہ جسم ہارتی ہیں۔ ویسے ہی وہ عشق بھی ہار دیتی ہیں۔"

"اور شریا جی اگر اس نے عشق کے ساتھ جسم بھی نچھاور کر ڈالا ہو تو ــــ؟"

"او۔ ! کیا تمہارا خیال ہے۔"

"خیال ! جو لڑکی سہاگ رات کو خاوند سے ایسی دلیری سے پیش آ سکتی ہے۔ اور یہ سب کچھ کہہ سکتی ہے۔ بلکہ جب اس کا خاوند بیہوش ہو کر ننگے فرش پر گر پڑے تو اٹھ کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ کسی کو مدد کے لئے بھی نہ بلائے کہ اس کا خاوند بے ہوش ہو گیا ہے۔ ایسی مضبوط ارادے کی لڑکی سے کیا کچھ توقع نہیں ہو سکتی۔" ہری دت نے دلائل دیئے۔

"تم درست کہتے ہو۔ لیکن ہری دت ہمارے سماج میں شادی کا بندھن اس طرح نہیں ٹوٹ سکتا۔

یہ کس طرح ٹوٹ سکتا ہے۔"

"میں نے کہا تو ہے کہ ٹوٹنے کا سوال تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ بندھن پیدا ہوا ہو۔ ابھی یہ بندھن پیدا ہی نہیں ہوا تو ٹوٹ کیسے سکتا ہے۔ جو بنا ہی نہیں وہ اجڑے گا کیسے —— جو دیوار کھڑی ہوئی ہی نہ ہو۔ وہ گرے گی کیسے۔؟"

"تو پہلے مجھے دیوار کھڑی کرنی پڑے گی۔"

"ضرور۔"

"میرے سر پر گہری چوٹ لگی ہے۔ اور شاید خون بھی نکلا ہے۔" کہہ کر ہری دت نے اس جگہ ہاتھ لگایا جہاں چوٹ لگی تھی۔

"سر کی چوٹ سے تو دل پر لگی چوٹ گہری ہے۔"

"وہ چوٹ نہیں وہ تو زخم ہے۔" ہری دت نے کہا۔

"میں جانتا ہوں! ہری دت تمہیں ایک موقع دینا چاہیے۔ اس سے بات کرو۔ اس لڑکے کے متعلق جانو۔ اور پھر پیار محبت سے اس کا دل جیتنے کی کوشش کرو۔"

"اور جسم بھی۔"

"وہ تو پہلا قدم ہے۔ جیسے ہی تم نے اس کا جسم جیتا تو آدھی جنگ جیت جاؤ گے۔ یہ سب فلموں اور ناولوں کا اثر ہے۔ اور ایسا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ ایک بچہ کی ماں بنتے ہی عورتیں لڑکی سے عورت بنتے ہی وہ عشق و شق بھول جاتی ہیں۔"

"میں ایسا آسان نہیں سمجھتا۔"

"لیکن تمہیں موقع تو دینا پڑے گا۔"

"اس کا مطلب جو ڈھول میرے گلے پڑ گیا ہے۔ اس کو اب بجانا بھی پڑیگا۔؟" بیری وت نے سوال کیا۔

"اب اس کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔ بیری دت، یہ ڈھول اب تمہارے گلے بیں ہے۔ اس ڈھول کو اب تمہیں بجانا ہے۔ اور جو بھی آواز نکلے اسے برداشت کرنا ہے۔ اور یاد رکھو تم نے لفظ ڈھول کہا ہے۔ اور ڈھول سے سریلی آواز نہیں نکلا کرتی ——— ڈھول سے تو کان پھاڑنے والی آواز کو ایک سر دے سکتے ہو۔ پھر اگر سریلی نہیں بنا سکتے تو کم از کم موسیقی کی شکل تو دے سکتے ہو۔"

"اور اگر موسیقی کی جگہ وہ بے سرا شور ہی پیدا کرے۔"

"تب بھی۔ بیری دت سمجھتے کیوں نہیں۔ کہ ہمارا سماج ابھی اتنا بلند خیال نہیں اور نہ ہی ترقی یافتہ ہے۔ کہ سہاگ رات کو ہی شادی کا بندھن توڑ ڈالے۔ اگر توڑنا ہی ہے تو کچھ عرصہ بعد توڑنا۔ میں جانتا ہوں شادیاں ناکام ہوتی ہیں ——— لیکن ایک عرصہ کے بعد ——— ان شادیوں کو بھی ایک موقع دیا جاتا ہے۔ جو ناکام ثابت ہوتی ہیں۔ لہذا تم ایک موقع دو ——— اتنے جذباتی اور حساس نہ بنو۔ کہ ان دو جملوں پہ شادی کو سہاگ رات میں ہی ختم کر دو۔" سرجیت شرما نے کہا۔

"اگر شادی کو ناکام ہی ہونا ہے تو اب ہی کیوں نہ بنا ڈالا جائے۔"

"یہ پاگل پن ہوگا۔ لوگ کہیں گے۔ کہ تم بزدل تھے۔ تم ایک عورت کو زیر نہ کر سکے۔"

"بس بس۔ شرما جی یہ زیر کرنے والی بات تو جائز نہیں۔ میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ لیکن کسی کو زیر نہیں کر سکتا۔ میں کسی کی خواہش

کے خلاف اس سے کام نہیں لے سکتا۔ میں کسی کے جذبات کو مجروح نہیں کر سکتا۔"

"یہ جذبات نہیں، شادی چلے نہیں۔ شادی دھمکیاں نہیں — شادی ایک عمل ہے۔ مسلسل عمل — اور ایک شادی کو کامیاب بنانے کے لئے بہت سے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تجربہ تو بالکل ہی انت ہونی یا انہی بات ظہور میں آئی ہے۔ ورنہ ہر میاں بیوی میں شادی کے اوائل دنوں اور مہینوں میں جھگڑا ہوتا ہے۔ وہ روٹھتے ہیں لیکن مِن جانے کیلئے۔ جھگڑے صلح کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ہر جھگڑے کا انجام صلح ہے۔ اور صلح کے بعد پیار کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔ اسی لئے میں کہہ رہا ہوں کہ تم اس شے کو کیسے ختم کر سکتے ہو جس کا وجود ہی نہیں۔ تم اس شادی کو ختم کرنا چاہتے ہو ابھی شروع ہی نہیں ہوئی۔" سر حبیب کے دلائل وزن دار تھے۔

ہری دت کمزور پڑ رہا تھا۔

"لیکن شرماجی! تمام عمر۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔ جب تم جیت جاؤ گے تو تم اسے اس سہاگ رات کا حوالہ دے کر جھگڑا کیا کرو گے۔ اور وہ شرم سے آنکھیں اور سر جھکا لیا کرے گی۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ کہ جوش اور جذبات میں جو کچھ دیا جائے۔ انسان اس پر ہمیشہ پچھتاتا ہے۔ اور نادم ہو جاتا ہے۔ جو بھی گھوڑا تانگے کیلئے سدھایا جاتا ہے پہلے روز وہ بہت دولتیاں چلاتا ہے — اچھلتا اور کودتا ہے۔ لیکن سدھانے والے اس اچھل کود سے گھبراتے نہیں وہ جانتے ہیں کہ اپنے سرکش گھوڑے کو کس طرح رام کیا جاتا ہے۔"

"لیکن شرما جی اگر اس نے جسم بھی ہارا ہوا ہو۔"

"یہ تمہارا وہم ہے۔ میرا خیال ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ بہر صورت تمہارے وہم اور میرے خیال کا صرف ایک علاج ہے۔"

"کیا ۔۔۔؟"

"حقیقت اکہ حقیقت کیا ہے۔ اور وہ صرف جاننے کے بعد ہی جانی جا سکتی ہے ۔۔۔ دریا کی گہرائی صرف دریا میں اترنے کے بعد ہی جانی جا سکتی ہے۔ کنارے پر کھڑے ہو کر کسی سے دریا کی گہرائی نہیں جانی۔"

"اگر میرا وہم صحیح نکلا۔"

"وہ میں کہہ چکا ہوں۔ کہ جب شادی کو ناکام ہی ہونا ہے تو اس کے لئے باعث تو چاہیئے۔ اور باعث صرف دریا میں اترنے کے بعد ہی جانا جا سکتا ہے۔ اگر تمہارا وہم صحیح نکلا تو ایک باعث تو ہوگا کہ اس شادی کو ختم کر دیا جائے۔"

اس بار ہری دت نے کوئی سوال نہ کیا۔ وہ صرف سوچنے لگا۔

"ہری دت یہ سوچنے کا مقام نہیں یا عمل کا مقام ہے۔ جو شے عمل چاہتی ہے۔ اسے عمل سے ہی حل کیا جا سکتا ہے۔ اسے تم حساب کے سوالات کی طرح فارمولوں سے حل نہیں کر سکتے۔ آملیٹ کھانے کے لئے انڈے کو توڑنا پڑتا ہے۔ اگر انڈوں سے ہمدردی کی جائے تو تم آملیٹ نہیں کھا سکتے۔"

"اگر انڈے ٹوٹنے کے بعد گندے نکلے۔"

"تو پھینک دینا۔ لیکن انڈے کو توڑے بنا کیسے کہہ سکتے ہو کہ

وہ گذرے ہیں۔" سرجیت نے سوال کیا۔

"ہوں ـــ" ہری دت نے صرف اتنا کہا۔

"ہری دت ابھی وقت ہے۔ ابھی پوری شب نہیں گذری۔ ـــ تم ابھی وقت ہی لوٹ جاؤ۔ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی۔ دلہن ابھی جاگ رہی ہوگی۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔"

"کیوں۔؟"

"ابھی صرف ! ڈھائی بجے ہیں۔ تم تین بجے تک گھر پہنچ جاؤ گے۔ اور صبح ہونے میں تین گھنٹے باقی ہوں گے۔"

"ہوں" کہہ کر ہری دت کھڑا ہوگیا۔

"خدا تمہیں کامیاب کرے۔"

"کامیاب یا ناکامیاب ! لیکن شرما جی ! ایسی سہاگ رات شاید ہی کسی کی زندگی میں آئی ہو۔"

"میں جانتا ہوں ! اور یہ بھی شاید ہی ہوا ہو، کہ کسی نے ہاری ہوئی بازی جیت لی ہو۔ تم تو بازی ہار کر چلے آئے تھے۔ لیکن اب ایک عزم کے ساتھ لوٹ جاؤ۔ اور ہاری ہوئی بازی جیت لو ـــ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ صبح اجالا ہوگا تو تم اور دلہن ایک ہی کمرے میں ہوگے۔ کسی کو خبر بھی نہ ہوگی کہ رات تم گھر سے چلے آئے تھے ـــ کسی کو شک بھی نہ ہوگا اور کوئی تم سے سوال نہ کرےگا۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ ہری دت جاؤ۔ ! خدا تمہاری مدد کرےگا۔"

"بہتر۔" کہہ کر ہری دت ان کے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

سڑک پر چلتے ہوئے وہ صرف ایک بات سوچ رہا تھا۔ کیا سرجیت

شرما نے درست کہا تھا۔
"جسم کی جیت اس کی آدھی بازی ہے۔ اور آدھی بازی پھر جیتنا مشکل نہ رہے گا۔"
یہ آدھی بازی کیا ہوتی ہے۔ ایسا کون سا کھیل ہے۔ جس میں آدھی بازی جیتی جاتی ہے۔ ہری دت کے ذہن میں نہ آ رہا تھا۔
"ہاں ——" وہ سڑک پر چلتے چلتے چلا پڑا۔
شطرنج۔
شطرنج وہ کھیل ہے۔ جس میں آدھی بازی جیتی یا ہاری جاتی ہے۔ اور آدھی بازی اس وقت ہاری یا جیتی جاتی ہے۔ جب بادشاہ تنہا رہ جاتا ہے۔ جب تمام پیدل فوج ختم ہو جاتی ہے۔ فیل اور رخ ختم ہو جاتے ہیں۔ گھوڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ اور وزیر ختم ہو جاتا ہے۔ اور بادشاہ تنہا رہ جاتا ہے۔ تنہا بادشاہ کو دشمن ہلاک نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں مخالف کو آدھی بازی جیت جاتا ہے۔
ہری دت کی بھی یہی حالت تھی۔ اس کے پیدل۔ فیل رخ گھوڑے اور وزیر ہار گئے تھے۔ اب وہ تنہا تھا۔ اور اب وہ آدھی بازی جیت سکتا تھا یا ہار سکتا تھا۔
وہ رات کے اس پہر بری طرح تھک گیا تھا۔ یہ سہاگ رات کتنی حسین تھی۔ کہ دلہن گھر میں حجلۂ عروسی میں پڑی محبوب کے متعلق سوچ رہی تھی۔ اور دلہا ویران سڑکوں پر گھوم رہا تھا۔ سکون کی تلاش میں —— وہ حجلۂ عروسی میں دلہن کی آغوش میں نہ تھا بلکہ ویران اور سنسان سڑکوں پر گھوم رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔ دلہن کی

آغوش میں کہاں تھا۔ اور وہ آغوش اسے نصیب کیوں نہ ہو سکی۔

وہ چور کی طرح دبے قدموں سے گھر میں داخل ہوا۔ کسی نے بڑا دروازہ بند نہ کیا تھا۔ شاید کسی کو شک ہی نہ گزرا تھا کہ وہ اس طرح چپکے سے گھر سے نکل گیا تھا۔

تمام کمروں کے دروازے بند تھے۔ تمام مکان پر مکمل اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وہ دبے قدموں سے صحن پار کر کے اپنے کمرے کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا کمرہ بھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ شاید دلہن اس کا انتظار کر کے اور تھک کر سو گئی تھی۔ ہری ونت نے کان لگا کر سنا اندر سے کوئی آواز نہ آ رہی تھی۔

اس نے آہستہ سے دروازہ کو دھکیلا۔ دروازہ پیچھے ہٹ گیا۔ تو نرملا نے اندر سے کنڈی نہ لگائی تھی۔ جیسے وہ اس کے انتظار میں تھی۔ اس نے دروازہ کا ایک پٹ کھول دیا۔ اور اندر چلا گیا۔ اس نے دروازہ بند کر کے کمرے میں بجلی کی روشنی پھیلا دی۔

سامنے پلنگ پر نرملا گٹھری بنی پڑی تھی۔ وہ پاؤں پھیلا کر سو نہ رہی تھی۔ بلکہ اونگھنے کے انداز میں پڑی پائی تھی۔ روشنی ہوتے ہی وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس کی چوڑیوں کی صدا کمرے میں بکھر گئی۔ اس نے چہرے پر ہلکا سا گھونگھٹ اوڑھ لیا۔

ہری ونت کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ کہ اب کس طرح بات شروع کرے وہ کیا کہے کہ اس وقت وہ کہاں سے آ رہا تھا۔ اور کہاں چلا گیا تھا۔

وہ اس انتظار میں کھڑا رہا کہ شاید وہ دریافت کرے کہ وہ کہاں چلا گیا تھا۔ لیکن نرملا نے جب کوئی آہٹ کی تو وہ تنگ آ کر خود ہی آگے بڑھ کر

پلنگ پر بیٹھنے لگا۔

"آپ یہاں نہ بیٹھئے۔" نرملا نے کہا۔

"کیوں ــــ؟" ہری دت کو پھر غصہ آ گیا۔

"اس لئے کہ آپ وہ نہیں ہیں جس کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی۔" نرملا نے جواب دیا۔

"میں یہ بکواس پہلے بھی سن چکا ہوں۔" اس بار ہری دت نے خود کو مرد ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

"جی یہ بکواس نہیں یہ حقیقت ہے۔"

"اور تم جانتی ہو کہ تم کیسے کہہ رہی ہو۔" کہہ کر ہری دت پلنگ پر بیٹھ گیا۔

نرملا سمٹ کر پرے ہو گئی۔ مرجیت سنگھ نے درست کہا تھا کہ اگر آملیٹ کھانا ہے تو انڈے توڑنا پڑیں گے۔ یہ لڑکی اسے بیوقوف بنا رہی تھی۔ اور وہ بلاوجہ بیوقوف بن رہا تھا۔

"جی ــــ"

"میں کون ہوں۔؟"

"وہ میں نہیں جانتی! لیکن آپ وہ نہیں ہیں۔ جس کے ساتھ میری شادی ہونے والی تھی ــــ میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔" نرملا نے نہایت حلیمی سے کہا۔

"دھوکا۔" ہری دت سنبھل گیا۔ "کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی دھوکا کیا ہے۔"

"جی نہیں۔

سمجھ رہی یہ سب کیا بکواس ہے۔ یہ کیا تماشہ ہے۔ لوگ جانینگے
اور سنیں گے تو کیا کہیں گے۔ کیا میں نے تمہارے ساتھ پھیرے نہیں لیے
ہیں۔ کیا میں تمہیں ڈولی میں بٹھا کر نہیں لایا ہوں۔ یہ بات تم نے اس وقت
کیوں نہ کہی تھی۔ جب آگ کے سامنے بیٹھ کر تم قسمیں اٹھا رہی تھیں۔
اور تم نے میرے ساتھ پھیرے لئے تھے۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں یہی سمجھ
رہی تھی کہ میرے پھیرے اسی کے ساتھ ہو رہے ہیں جس کے ساتھ میری
شادی طے پائی تھی ——— اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ آپ ہیں تو وہاں کبھی
کہہ سکتی تھی۔ بس جانتی ہوں۔ میں نے کیا کیا ہے اور کیا کہہ رہی ہوں۔
اور یہ سب کچھ کہہ دینے سے میری زندگی کا انجام کیا ہوگا۔ لیکن میں
انجام سے نہیں ڈرتی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہی کہ آپ مجھے پیٹ سکتے ہیں۔ میری ہڈی پسلی توڑ
سکتے ہیں۔ جوتے مار سکتے ہیں۔ ڈنڈوں سے پیٹ سکتے ہیں۔ لیکن پھر بھی
یہی کہوں گی کہ آپ وہ نہیں جس کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی ———"

نرملا نے کہا۔

ہری دت اس دلیری اور بے خوفی پر چکرا کر رہ گیا۔ وہ سمجھ گیا
کہ یہ ایک الہڑ اور نادان لڑکی نہ تھی۔ بلکہ ایسی سمجھ دار لڑکی تھی
جو تمام نتائج سے باخبر تھی۔ اور ہر خمیازہ یا سزا اٹھانے کو تیار تھی۔

ہری دت نے اپنا رویہ بدل دیا۔ اس نے سوچا کہ وہ تمام
داستان تو سن لے۔ وہ یہ تو جان لے کہ یہ سب کیا تماشہ تھا۔

"تمہاری شادی کس کے ساتھ ہونے والی تھی۔؟"

"جسے میں دو برس سے پیار کرتی ہوں۔"

"اور وہ کہاں رہتا ہے۔؟"

"وہ ہماری گلی میں رہتا ہے امرت سر میں۔"

"کیا کرتا ہے۔؟"

"ایم اے کا طالب علم ہے۔"

"تو پھر تم یہاں کیسے آ گئیں۔"

"میں نے ماں سے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا۔ کہ میری شادی ہوگی تو صرف اسی لڑکے سے ہوگی۔ ورنہ شادی نہ ہوگی ــــ میں زہر کھا لوں گی۔ یا کنوئیں میں کود کر جان دیدوں گی۔ لیکن شادی ہوگی تو اسی لڑکے کے ساتھ ہوگی۔" نرملا نے پورے یقین کے ساتھ کہا۔

"پھر۔"

"چند روز ہوئے بڑے بھائی ڈاکٹر صاحب وہاں آئے۔ ان کو ماں نے صاف الفاظ میں بتا دیا کہ میں اس لڑکے سے پیار کرتی ہوں اور شادی ہوگی تو اسی کے ساتھ ہوگی۔ جب ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے معلوم کیا میں نے یہی الفاظ کہے ــــ ڈاکٹر صاحب مان گئے۔ انہوں نے کہا تھا کہ میری شادی اسی لڑکے کے ساتھ کر دیں گے ــــ یہ کہہ کر وہ مجھے دہلی لائے تھے۔ اور مجھے آخری وقت تک یہی کہا گیا کہ میری شادی اسی لڑکے سے ہو رہی ہے ــــ اور جب آج آپ نے میرا گھونگھٹ اٹھایا تو آپ وہ نہ تھے۔ میں نے تو اس کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اس کے سوا کسی کے ساتھ شادی نہیں کروں گی میرا وعدہ ٹوٹ گیا۔

وہ مجھے بے وفا کہے گا۔ وہ مجھے جھوٹا کہے گا ــــ ایک پاک محبت کو دھوکا دیکر توڑا گیا ہے۔ میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ بس جب تک اس کی دلہن نہیں بن جاتی مجھے چین اور سکون نہ ملے گا۔" نرملا نے پورے اعتماد سے کہا۔

"اور جو میرے ساتھ ہوا ہے۔ یہ کیا ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔ اس کے لئے میں ذمہ دار نہیں ہوں۔" آپ ڈاکٹر صاحب سے پوچھئے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔"

"لیکن اب ہو گیا ہے۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ سماج نے تمہاری ماں نے اور تمہارے بھائیوں نے. پنڈت نے ہماری شادی کر دی ہے۔ تمہیں میری بیوی بنا ڈالا ہے۔ اب اس میں میرا کیا قصور ہے۔" ہری دت نے نہایت نرم لہجہ میں کہا۔

"میں جانتی ہوں اور سمجھتی ہوں! لیکن جو میرے ساتھ ہوا ہے آخر میں نے کونسی خطا کی ہے۔"

"اس خطا کو بھول جاؤ! یہ سمجھ لو، کہ یہ تمہاری خواہش تھی۔ کہ تمہاری شادی اس کے ساتھ ہو۔"

"جی نہیں۔! یہ میری خواہش نہ تھی۔"

"تو اب تم ہی بتاؤ کہ اب کونسا راستہ رہ گیا ہے۔ سماج نے ہمیں میاں بیوی بنا ڈالا ہے۔ قانون بھی یہی کہتا ہے۔ کہ اب تم میری بیوی ہو۔ اور کوئی خاوند اپنی بیوی سے اس کے یار یا اس کے عشق کی داستان سہاگ رات کو نہیں سننا چاہتا۔" ہری دت نے غصے سے کہا۔

"لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے۔ ؟

"میں قصور کی بات نہیں کرتا۔ میں کہہ رہا ہوں۔ کہ ہم جو چاہتے ہیں ضروری نہیں کہ ہمیں وہ ہی ملے۔ ہمارے چاہنے سے جیون نہیں گذر سکتا۔ ٹھیک ہے کہ تم نے کسی لڑکے سے پیار کیا۔ اور وعدہ کیا کہ تم اس کی بیوی ہو گی۔ لیکن ہمارا سماج ابھی اتنی ترقی پسند نہیں کہ یہاں لڑکی اپنی مرضی سے شادی کر سکے اور لڑکی کی شادی والدین یا بڑے بھائی کرتے ہیں ـــــ اور لڑکیوں کا فرض ہے کہ وہ بزرگوں کی بات کا احترام کریں۔" ہرہادت نے سمجھایا۔

"یہ سب درست ہے۔ لیکن میں نے ماں اور ڈاکٹر صاحب سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میری شادی صرف اسی لڑکے کے ساتھ ہو گی۔ اور انہوں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اسی کے ساتھ ہو رہی ہے۔"

"دیکھو نیلا۔ اس وقت جی چاہتا ہے۔ کہ میں تمہیں قتل کر ڈالوں یا تمہارا گلا گھونٹ ڈالوں۔ کون مرد ہو گا۔ جو سہاگ رات کو اپنی بیوی سے اس کے عشق یا عاشق کی باتیں سنے۔ تم ایک الھڑ لڑکی ہو۔ تم سے ایک بھول ہو گئی ہے۔ اور جوانی بھول کا دوسرا نام ہے۔ میں تمہاری اس بھول کو نظر انداز کر سکتا ہوں۔ بلکہ معاف کر سکتا ہوں۔ یہ محض اس لیے کہ اب دو گھرانوں کی عزت اور ناموس کا سوال ہے۔ تمہاری بکواس دو گھرانوں کی عزت اور ناموس کا مذاق بن کر رہ جائے گی میری بھی بہنیں ہیں۔ میرے چھوٹے بھائی ہیں ـــــ میں نہیں چاہتا کہ میرا خاندان تمہاری وجہ سے مذاق کا نشانہ بن جائے۔ لوگ ہماری باتیں کریں۔ ہم پر فقرے چست کریں۔ اور سو سو باتیں کریں۔
میں حالات کو خراب ہونے سے بچانا چاہتا ہوں۔ اور میں مرد ہوں۔

میں تمہیں اٹھا کر باہر پھینک سکتا ہوں۔ میری دوسری شادی ہو سکتی ہے۔ میں ایسے گئے گذرے خاندان سے نہیں ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ تم نے مذہب کی تعلیم پائی ہے۔ میں ابھی تک خود پر قابو پائے بیٹھا ہوں اور تمہاری بیہودہ اور واہیات باتیں سن رہا ہوں۔ تم شاید مجھے ایک بیوقوف اور گدھا انسان سمجھتی ہو۔ لیکن میری نرمی کو میری بزدلی سے تعبیر نہ کرو۔ میں صرف تمہیں ایک موقع دینا چاہتا ہوں۔ میں تمہاری بھول کو معاف کر دیتا ہوں۔ اور تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اپنی نئی زندگی شروع کرو۔ پچھلی زندگی کو بھول جاؤ شادی بیاہ کوئی کھیل نہیں ہے میں تمہیں سیکڑوں افراد کی موجودگی میں بیاہ کر لایا ہوں۔ اور اسی لئے نہیں لایا ہوں کہ تمہاری بیوقوفیوں کا نشانہ بنوں۔

میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ شادی ایک سنجوگ ہے۔ خواہش کی بات نہیں ہے۔ اور تم نے شادی کو ایک مذاق سمجھ رکھا ہے۔" کہہ کر ہری دت کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔

"یہ سب درست ہے۔" نرملا نے کہا۔ لیکن میں یہ سب کچھ ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ میں یہاں نہیں رہنا چاہتی۔"

"بکو مت۔" کہہ کر ہری دت نے پوری قوت سے اس کے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا۔ "بے حیا! بے شرم۔ بے غیرت ـــــ تم نے سمجھ کیا رکھا ہے۔ میں تمہاری پچھلی بھول کو معاف کر دینے کو تیار ہوں۔ اور تم زبان چلائے جا رہی ہو۔"

لیکن نرملا نے کچھ نہ کہا۔

وہ صرف ایک ٹک ہری دت کو گھورے جا رہی تھی۔ جیسے اس پر اس تھپڑ کا کوئی اثر نہ تھا۔ وہ مزید تھپڑ کھانے کے لئے تیار تھی۔

"کہو اب کیا کہنا ہے۔" ہری دت نے گرج کر کہا۔

لیکن اس نے جواب نہ دیا۔ وہ صرف گھورتی رہی۔ گھورتی رہی ـــــ اس نے اپنی زبان پر اب تالا لگا لیا تھا۔

اس کی خاموشی سے ہری دت کے اندر نفرت اور غصے کی آگ پیدا ہونے لگی۔

سہاگ رات ختم ہو گئی تھی۔ سہاگ رات کی خوشی اور اس کی چاہت جو ایک نوجوان کے اندر ہوتی ہے۔ وہ ختم ہو گئی تھی۔

نرملا کی خاموشی اور اس طرح گھورنا اس کے ذہن پر ہتھوڑے برسا رہے تھے۔ ہری دت کھڑا ہو کر اسے گھور رہا تھا۔ نفرت کی آگ میں جل رہا تھا۔

ایک بار پھر اس کے دل میں شدید درد اٹھا۔ اس کا سر چکرایا۔ اور وہ بل کھا کر دھڑام سے فرش پر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔

اس بار ہری دت کتنی دیر بے ہوش پڑا رہا۔ اسے خبر نہ تھی۔ ہاں جب وہ ہوش میں آیا تو اس کا سر نرملا کے زانو پر تھا۔ اور نرملا کے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر تھے۔

اس بار ذہن میں رات کے واقعات اجاگر کرنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ جیسے ہی واقعات اجاگر ہوئے ہری دت تڑپ کر کھڑا ہو گیا۔

اگرچہ یہی توقع تھا کہ وہ چپ سادھے لیٹا رہتا۔ کیوں کہ جب وہ پہلی بار بے ہوش ہو کر گرا تھا۔ تو نرملا اپنی جگہ سے نہ اٹھی تھی اور تنہا ہی فرش پر بے ہوش پڑا رہا۔ لیکن جب دوسری بار بے ہوش ہو کر گرا تو نرملا کے اندر آکر بیوی نے جنم نہ لیا تھا تو ایک انسان نے جنم ضرور لے لیا تھا۔ اور اس انسان نے نرملا کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ اس انسان کی مدد کرے یا دلجوئی کرے جو بلا کسی خطا کے سزا پا رہا تھا۔

سہاگ رات گذر گئی تھی۔ اور نرملا کی دوشیزگی قایم تھی۔ اس دوشیزگی کو ہری دت پامال کر سکتا تھا۔ لیکن ایسا نہ ہوا تھا۔ بلکہ اس کے برعکس وہ بار وہ بے ہوش ہو کر گر گیا تھا۔ اس نے تمام غم اپنی ذات پر سہہ لیا تھا۔ اس نے ایک حیوان کی طرح، یا ایک ایسے مرد کی طرح

جو دوسرے کے جذبات سے قطعی لاپرواہ ہو۔ نرملا کے جسم پر ہری دت کا اخلاقی حق ہی نہ تھا۔ بلکہ قانونی حق بھی تھا۔ لیکن اس نے اس حق کا جائز یا ناجائز فائدہ نہ اٹھایا تھا۔

ہری دت تڑپ کر کھڑا ہو کر بولا۔

"یہ ڈھونگ بند کرو۔ اب اس میاں بیوی کے ناطے کو بھول جاؤ۔ مجھے اس ڈرامہ سے نفرت ہے۔ اور مجھے تم سے نفرت ہے اور تمہاری صورت سے نفرت ہے۔ تم جتنی زیادہ خوبصورت ہو۔ اتنی ہی مکروہ ہو۔" کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

دوسرے لمحے وہ گھر سے باہر تھا۔

وہ پیدل چلتا رہا۔ کب تک اس کا اسے ہوش نہ تھا۔ اور جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ کناٹ پلیس میں کھڑا تھا۔ وہ تھکے قدموں سے پارک میں جا کر بیٹھ گیا۔

دکانیں ابھی بند تھیں۔ اور نہ ہی سڑک پر موٹروں یا اسکوٹروں کی آمدورفت تھی۔

تمام شب وہ صرف اتنی دیر سویا تھا۔ جتنی دیر وہ دوبارہ بیہوش ہوا تھا۔

پارک کے تنہا گوشے میں بیٹھ کر وہ اپنے ضمیر سے اس مسئلہ کا حل چاہتا تھا۔ وہ جس رشتہ دار کے ساتھ اس حقیقت پر بات کرتا۔ وہ اس کا مذاق اڑاتا۔ اور یہی کہتا کہ تم مرد نہیں ہو۔ تمہارے چہرے پر مونچھ نہیں ہے۔

لیکن یہ معرکہ نہ تھا جسے مردانگی یا مونچھوں کو تاؤ دینے سے سر کیا

جا سکتا ہو۔ یہ ایک زندگی کا نہیں دو زندگیوں کا سوال تھا۔ یہ دو گھرانوں کی عزت ناموس اور آن کا سوال تھا۔

لیکن حل کیا تھا۔

سرجیت شرما نے کہا تھا کہ اس کا جسم جیت لو۔ آدھی بازی جیت لوگے۔ اور باقی آدھی وقت کے ساتھ جیتی جا سکتی ہے۔ جیسے محبت بھی قسطوں میں کی جاتی ہے۔ محبت بھی ایک بلڈنگ ہے۔ جس کا نقشہ نقشہ نویس بناتا ہے۔ اینٹوں اور سیمنٹ کا کام معمار کرتے ہیں لکڑی کا کام ترکھان کرتا ہے۔ پینٹ کا کام پینٹر کرتا ہے۔ بجلی کا کام بجلی والے کرتے ہیں۔ جب بلڈنگ تیار ہو جاتی ہے۔

محبت بھی اسی طرح مختلف لوگوں کی مدد یا قسطوں میں تیار ہو سکتی ہے۔

بھوک پیاس سے لاپرواہ ــــ وہ دیر تک اس بنچ پر بیٹھا اپنی شادی، بیوی اور سہاگ رات کے مسائل حل کرتا رہا۔ لیکن وہ جتنا حل کرنے کی کوشش کرتا مسائل اسی قدر الجھ جاتے۔

نیند اور بھوک نے جب اسے بری طرح نڈھال کر ڈالا تو وہ اٹھ کر سرجیت شرما کے گھر چلا گیا۔

"تم ــــ" شرما نے اس کا حلیہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی۔"

"تو بات بنی نہیں۔ تمہارا چہرہ یہی کہہ رہا تھا۔" سرجیت شرما نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے۔"

"لیکن کیوں۔ ؟"

"سٹریا جی! یہ مسئلہ میں حل نہیں کر سکتا۔"

"کیا یہ آخری فیصلہ ہے۔"

"جی ہاں۔"

"وجہ ___"

"وجہ یہی کہ وہ چٹان کی طرح مستحکم ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اس کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ اسے آخری وقت تک یہی بتایا گیا تھا کہ اس کی شادی اس لڑکے سے ہو رہی ہے جس کے ساتھ وہ عشق کرتی ہے۔ اور یہی کہہ کر اسے امرتسر سے یہاں لایا گیا تھا" ہری دت نے حالات سے آگاہ کیا۔

"اور میں نے کہا تھا کہ اگر آملیٹ کھانا ہو تو انڈے توڑ دینا چاہئیں۔ سٹریا نے بھاری آواز میں کہا۔

"آپ نے درست فرمایا تھا۔"

"پھر۔"

"سوال یہ ہے کہ کیا میں آملیٹ کھانا چاہتا ہوں۔ ؟"

"او۔"

"جی! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کیا یہ آملیٹ میرے حلق سے نیچے اتر سکے گا۔ اور پھر کیا ضروری ہے کہ میں آملیٹ کھا لوں۔"

"لیکن ہری دت! شادی مذاق نہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"اس میں دو گھرانوں کی عزت اور ناموس داؤ پر لگی ہے۔ وہ

الھڑ لڑکی ہے ۔ آہستہ آہستہ بھول جائے گی ۔ " شرما نے کہا ۔

" شرما جی میں نے غصہ میں پوری قوت سے اس کے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا ۔ اور جواب میں نہ اس نے کوئی احتجاج بلند کیا نہ وہ روئی ۔ بلکہ ایک ٹک میرے چہرے کو دس منٹ تک تکتی رہی ۔ اس کی آنکھوں میں ایک عزم ہے ۔ میں نے اسی لئے کہا تھا ۔ کہ وہ چٹان کی طرح مستحکم ہے ۔ میں اس کی آنکھوں کی تاب نہ لا سکا ۔ شرما جی اس کا جسم حاصل کر نے سے تو بات اور بگڑ جائے گی ۔ " کسی لمحہ بھی اس میں کمزوری واقع نہیں ہوئی ۔ میرا مطلب ہے کہ اس کے رویئے میں کوئی لچک پیدا نہیں ہوئی ۔ کیا تمام رات وہ اسی عزم پر قائم رہی ۔ "

" جی ہاں ۔ "

" اور اب تم نے کیا سوچا ہے ۔ "

" خاموشی ! میں اسے دفنت دینا چاہتا ہوں ۔ میں کوئی جبر نہیں کرنا چاہتا ۔ اور نہ ہی ایک قاتم کی طرح لوٹنا چاہتا ہوں ۔ "

" کیا وہ بدل جائے گی ۔ ؟ "

" شاید ۔ ! "

" ایسا کیوں کہتے ہو ۔ تم تو ابھی کہہ رہے تھے کہ اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں ۔ "

" صرف ایک واقعہ پر ۔ "

" کیوں ۔ "

" جب میں دوسری بار بے ہوش ہو کر گرا اور میری آنکھ کھلی تو

میرا سر اس کی گود میں تھا۔"

"کیا۔ ؟"

"جی ہاں۔!" ہری دت نے سر جھکا کر کہا۔ "یہ تو ذرا بے شرمی کی بات ہیں کہہ نہیں سکتا۔"

"نہیں نہیں۔! تم سب کچھ بتا دو۔ میں تمہارا بزرگ ہوں دوست ہوں اور ہمنوا بھی ہوں۔ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ شرما نے جوش سے کہا۔

"میرا سر اس کی گود میں تھا۔ اور اس کے ہونٹ ...." آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔" ہری دت نے آہستہ سے کہا۔

"میں سمجھ گیا۔ میں تو یہی کہتا تھا کہ آخر وہ انسان ہے پتھر کا ٹکڑا تو نہیں۔ اور تم نے کوئی خطا تو نہیں کی۔ اگر کسی نے اسے دھوکا دیا ہے۔ تو وہ اس کے والدین یا بڑا بھائی ہو سکتا ہے۔ تم نے اسے کوئی دھوکا نہیں دیا۔ تم نے اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ بلکہ وہ تمہارے ساتھ زیادتی کر رہی ہے۔ اور ایک روز وہ پچھتانے پر مجبور ہو جائے گی۔"

"جی ہاں۔! میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن شرما جی اس کے لئے مجھے کبھی کئی بار بے ہوش ہو کر فرش پر گرنا پڑے گا۔" ہری دت نے آہستہ سے ہنس کر کہا۔

"چلو ایسے ہی سہی۔! اگر اس طرح اس کے رویئے میں لچک پیدا ہو سکتی ہے تو ایسے ہی سہی۔! میں تو کہتا ہوں کہ وہ الھڑ اور نادان ہے وہ درست ہے کہ ذرا عام لڑکیوں سے زیادہ دلیر اور بیخوف ہے، ورنہ دل کی بری نہیں۔ اس نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ محض جذبات کی رو

بمہ اور جوش کی حالت میں کہا ہے۔ اور بہت جلد پچھتائے گی۔۔۔۔" شرما نے امید افزا لہجہ میں کہا۔

"خیر! یہ تو اب زندگی بھر کا سودا ہے۔ اور اتنی جلدی طے نہیں ہو سکے گا۔ میں تمام رات نہیں سویا۔ صبح خالی پیٹ گھر سے نکل آیا تھا۔ اور پارک میں بیٹھ گیا تھا۔ اب وہاں سے اٹھ کر آرہا ہوں میں پہلے غسل کرنا چاہتا ہوں۔ پھر کھانا کھاؤں گا۔ اور اس کے بعد تھوڑی دیر سوؤں گا۔۔۔۔" ہری دت نے اپنا پروگرام بتایا۔

"ضرور ضرور۔۔۔ میں کھانا تیار کراتا ہوں۔"

ساڑھے تین بجے اس کی آنکھ کھل گئی۔

"شرما جی کیا بجا ہے۔"

"ساڑھے تین اور میں پریس جا رہا ہوں۔"

"میں بھی چلتا ہوں۔"

"لیکن تم تو ایک ہفتہ کی چھٹی پر ہو۔"

"چھٹی کینسل کرا دوں گا۔"

"بہتر۔!"

شفٹ چار بجے شروع ہوتی تھی۔ ہری دت کو ساتھیوں نے دیکھا تو حیران رہ گئے۔

"تم تو چھٹی پر ہو۔"

"ہاں۔۔۔" ہری دت کی مخصوص مسکراہٹ لوٹ آئی۔ "لیکن

میں کہیں جا نہیں رہا ہوں۔ تو سوچا چھٹی کیوں خراب کروں۔" ہری دت نے حسب عادت ہنس کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہی تو ہے۔ ڈیوٹی رات کے بارہ بجے ختم ہوتی ہے۔ جب گھر جائے گا۔ تو سب سو رہے ہوں گے۔ صرف وہ جاگ رہی ہوگی۔ یعنی میدان خالی ہوگا۔" ساتھی نے فقرہ کسا۔

تمام ساتھی ہنس دیئے۔

"پھر ہری دت رات کیسی گذری۔"

"جیسے گذرتی ہے۔"

"تو اس نے سیرڈون کی کتنی گولیاں کھائیں۔"

تمام ساتھی ہنس پڑے۔

کام شروع ہوگیا۔ لیکن ہری دت کا ذہن الجھا ہوا تھا۔ وہ بار بار غلط کمپوزنگ کرتا۔ پھر جب خیال آتا تو جو کمپوز کر چکا ہوتا تو اسے ڈسٹری بیوٹ کرتا۔ اور پھر شروع کر دیتا۔

شب کے بارہ بجے چھٹی ہوگئی۔ وہ شرما کے ساتھ باہر نکلا تو شرما نے سوال کیا۔ "اب گھر جا رہے ہو۔"

"جی ہاں۔"

"بالکل درست! اور گھبراؤ نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"آپ کی دعائیں شامل حال ہیں تو ایسا ہی ہوگا۔"

وہ جدا ہوگئے۔ شرما اپنے کوارٹر کی طرف بڑھ گیا۔ اور ہری دت اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

راستے میں وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے تمام دن غائب رہنے

ہے گھر میں ایک ہنگامہ کھڑا ہوگا۔ تمام گھر بے حد پریشان ہوگا۔ ان کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ اس نے ڈیوٹی جوائن کر لی ہے۔ اور وہ ڈیوٹی ڈیڑھ بجے گھر پہنچے گا۔

ہری دت کا قیاس درست نکلا۔ جب ساڑھے بارہ بجے شب کو وہ گھر میں داخل ہوا تو تمام گھر بیدار تھا۔

"کہاں سے آ رہے ہو۔" ماسٹر جی نے سوال کیا۔

"دن بھر کہاں رہے۔؟" ماں نے پوچھا۔

"آج کھانا کہاں کھایا۔" بڑی بہن بملا نے سوال کیا۔

"تمہاری آوارہ گردی کی عادت گئی نہیں۔" ماسٹر جی نے اونچے لہجہ میں کہا۔

ہری دت ان سوالات کی بوچھاڑ سے گھبرایا نہیں۔ وہ تو ان کے لئے تیار ہوکر آیا تھا۔

نرملا اندر کمرے میں بیٹھی تھی۔

"اوّل درجہ کا آوارہ ہے۔" ماسٹر جی نے غصّہ سے کہا۔" یہ وقت ہے شریف آدمیوں کے گھر لوٹنے کا۔ کہاں سے آ رہے ہو اس وقت۔"

"بہو رو رو کر ہلکان ہو رہی ہے۔ ماں نے کہا۔

ہری دت خاموش رہا۔

"اب جواب کیوں نہیں دیتے۔" ماسٹر جی گرجے۔

"جواب تو تب دوں جب جواب دینے کی مہلت ملے۔ ہر کوئی سوال کئے جا رہا ہے۔ لیکن جواب کا انتظار نہیں کرتا۔" ہری دت نے اونچی آواز میں کہا۔" فرمائیے پہلے کس کے سوال کا جواب دوں۔ بہن بملا

سکے ۔ ماسٹر جی کے یا ماں کے ۔"

"جواب کی ضرورت نہیں!" ماسٹر جی بولے۔" میں جانتا ہوں تم نے دن کہاں گذارا ہوگا۔ اور اس وقت کہاں سے آرہا ہے۔"

"پھر پوچھتے کیوں ہیں آپ ۔ ؟"

"اب اسے جواب دینا ہے ۔ میں جانتا ہوں تو اس شرما کے گھر سے آیا ہوگا۔ اس کے ہاں جوان لڑکی ہے۔ جس نے تجھ پر جادو کر رکھا ہے۔ اب تو اسے پتہ چل گیا ہوگا کہ تمہاری شادی ہوگئی ہے۔ اس وقت تک اس نے پاس بٹھا رکھا تھا ۔" ماسٹر جی ایک اسکول ماسٹر تھے۔

"یہ سب کیا تماشہ ہے۔" چھوٹی بہن کملا نے اونچی آواز میں کہا۔" وہ کہیں سے آیا ہے۔ پہلے کھانے کے لئے تو پوچھا ہوتا۔ وہ صبح ہی صبح خالی پیٹ گھر سے چلا گیا تھا ۔ مجھے اپنے بھائی پر پورا وشواش ہے۔ یہ ایسا نہیں جیسا جیجا جی نے کہا ہے ۔"

"کملا تم چپ رہو۔ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں ۔" ماسٹر جی نے اپنی سالی کو ڈانٹا ۔

"آپ ضرور جانتے ہوں گے۔ لیکن میں اس کی بڑی بہن ہوں۔ اور میں بھی جانتی ہوں۔" کملا نے اونچے لہجہ میں کہا۔ ماسٹر جی دب گئے ۔ کیونکہ کملا ایک امیر خاوند کی بیوی تھی ۔ اور سارے خاندان میں سب سے زیادہ امیر تھی ۔

"آج پتا جی کو سرگباش ہوئے آٹھ برس ہو گئے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ گھر میں بڑا بھائی ہے۔ لیکن اس نے گھر کی تمام ذمہ داری اٹھائی ہے۔ اس کی آمدن سے گھر چل رہا ہے ۔ اس نے چھوٹی سی عمر میں اپنے نازک

کندھوں پر اس گھر کا بوجھ اٹھایا ہے۔ اور اب بیوی کا بوجھ بھی اٹھا سکتا ہے۔"
شور دب گیا تھا۔

"ہری۔ ! اس وقت کہاں سے آ رہے ہو۔ ؟ چھوٹی بہن کملا نے پیار سے سوال کیا۔

"پریس سے۔"

"پریس سے۔ کیوں ؟ تم تو ایک ہفتہ کی چھٹی پر ہو۔" ماسٹر جی نے اپنے بڑے پن کا مظاہرہ کیا۔

"میں نے ڈیوٹی جوائن کر لی ہے۔" ہری دت نے جواب دیا۔

اس جواب سے ماسٹر جی لاجواب ہو گئے۔

"میں نہ کہتی تھی کہ مجھے اپنے بھائی پر پورا وشواش ہے۔ اب بتائیے اس میں کیا برائی ہے۔ اور اس نے کیا غلط کام کیا ہے۔" کملا بہن نے فاتحانا انداز سے کہا۔

"ماسٹر جی اور بملا بہن اپنے کمرے کی طرف بڑھے۔

"کچھ اور پوچھنا ہے تو وہ بھی پوچھ لیجئے۔" کملا بہن نے چڑانے کی خاطر کہا۔ "چلو ہری ! میں کھانا گرم کرتی ہوں ـــ تم مونھہ ہاتھ دھو لو۔" کہہ کر وہ رسوئی گھر کی طرف بڑھ گئی۔

رسوئی گھر میں کملا بہن اور ہری دت تھے۔ کملا کھانا پروس رہی تھی۔ اور ہری دت کھا رہا تھا۔

"تم دن بھر کہاں رہے۔"

"شرما جی کے ہاں۔"

"کیوں۔ ؟"

"یوں ہی۔"

"تم نہا تیائے چلے گئے۔ بہو نے تمام دن کھانا نہیں کھایا۔"

ہری دت نے جواب نہ دیا۔

"ہری دت تم اکیلے نہیں ہو۔ تمہاری وجہ سے بہو کو تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔" کملا بہن نے کہا۔

"بہو کی بات چھوڑ دو۔" ہری نے لقمہ حلق سے اتارتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔؟" کملا کے کان کھڑے ہو گئے۔

"کچھ نہیں۔"

"نہیں ہری تم کچھ چھپا رہے ہو۔ تم دن بھر غائب رہے۔ اور آج تم نے ڈیوٹی جوائن کر لی۔ اس وقت تم آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی دے کر آ رہے ہو۔ اور کل بہو گھر میں آئی ہے۔ ضرور تم اور بہو میں کوئی ایسی بات ہوئی ہے۔" کملا نے آہستہ سے کہا۔

"چھوڑو بہن! کوئی بات نہیں ہوئی۔"

"مجھ سے چھپا رہے ہو۔ مجھ سے ـــــ جس سے آج تک زندگی میں کچھ نہیں چھپایا۔"

"نہیں بہن۔ ایسی کوئی بات نہیں۔"

"جھوٹ! تمہارے کہنے کا انداز صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ تمہیں بہو پسند نہیں آئی۔ ورنہ تم اس کی بات کرتے۔ تم نے اس کا ذکر کرنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔"

"بہن! جب تم سمجھتی ہو کہ میں اس کی بات نہیں کرنا چاہتا تو پھر ضد کیوں کرتی ہو۔"

"اس کا مطلب ہے میو تمہیں پسند نہیں۔"

"چلو ایسا ہی سہی۔ ! پھر کیا ہو سکتا ہے۔"

"لیکن کیوں پسند نہیں۔ ! شکل و صورت سے تو لاکھوں میں ایک ہے۔"

"اور ضد۔" ہری دت نے صرف اتنا کہا۔

"تو تم نہیں بتاؤ گے۔"

"تم بھی عجیب بات کرتی ہو۔ کوئی بتانے کے لائق بات ہو تو بتاؤ بھی۔" ہری دت نے بھاری آواز میں کہا۔ اس نے کھانا ختم کر دیا تھا۔

"خیر ! اتنا تو میں جان گئی ہوں کہ کوئی بات ضرور ہے۔ تم اندر جا رہے ہو میو کو بھیج دینا۔ صبح سے بھوکی ہے۔ وہ بھی کھانا کھا لے۔ میں اس سے پوچھوں گی۔" کملا بہن نے کہا۔

"ضرور —— اس کی زبان سے ہی سننا۔" ہری دت نے مونہہ میں کہا۔ اس وقت وہ صحن میں تھا۔ کملا بہن یہ جملہ سن نہ سکی تھی۔

کمرے میں نرملا پلنگ پر بیٹھی تھی۔

"تمہیں کملا بہن بلا رہی ہے تاکہ کھانا کھا لو۔"

"کیا آپ نے کھا لیا ہے۔ ؟"

"تم میرا فکر نہ کرو۔ میرا تمہارے ساتھ کوئی رشتہ نہیں۔"

نرملا نے جواب نہ دیا وہ اٹھ کر رسوئی گھر میں چلی گئی۔ کملا بہن نے اسے کھانا پروس دیا۔

"تمہارا ہری سے کوئی جھگڑا ہوا ہے۔" کملا نے سوال کیا۔

"جی نہیں۔"

"نہ تم بتا رہی ہو کہ وہ صبح ہی صبح گھر سے کیوں چلا گیا تھا۔ اور نہ

ہی وہ تمہارا ہے۔ لیکن اتنا ہی سمجھ گئی ہوں کہ تم دونوں میں کوئی جھگڑا ہوا ہے۔" کملا نے کہا۔

"کیا انہوں نے کہا ہے۔"

"نہیں! لیکن اس کی باتوں سے صاف ظاہر تھا۔ کہ وہ تمہیں پسند نہیں کرتا۔ وہ تمہاری کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ ادھر تم نیانا نہیں چاہتی ہو بہر صورت صرف اتنا دھیان رکھنا کہ ہم بہت امیر نہیں لیکن عزت رکھتے ہیں۔ اور اس عزت کی خاطر مٹ بھی سکتے ہیں۔ ہم بہن بھائیوں کو دھرم کی تعلیم ملی ہے۔ ہمارے پتا دھرم کا پرچار کرتے تھے۔ اور ہری نے گورو کل میں تعلیم پائی ہے۔ اس لئے پھر تم اس گھر کی عزت و آبرو سے کھیلنے کی کوشش نہ کرنا۔ تمہارا ایک غلط قدم اٹھا ہوا اس گھر کی بدنامی اور رسوائی کا باعث ہوگا۔ اور وہ تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ یہ رشتہ میری مرضی سے نہیں ہوا ہے۔ میں یہاں نہیں رہتی۔ لیکن میں دور بھی نہیں ہوں۔ اور ہری دت سے مجھے بہت پیار ہے۔ میں اسے دکھی نہیں دیکھ سکتی۔ جیجا جی یعنی ماسٹر جی اور تمہارے بھائی ڈاکٹر صاحب دوست ہیں۔ اور میں چاہتی تھی۔ کہ شادی سے پہلے تمہیں دیکھوں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ تم سندر ہو۔ بلکہ لاکھوں میں ایک ہو۔ لیکن سندرتا کے ساتھ ساتھ عورت کو گھر کی لاج بھی رکھنا چاہیئے۔ جس گھر کی لاج نہیں وہ گھر گھر نہیں ـــــ دنیا کتنی بدل گئی ہے۔ اور کس تیزی سے بدل رہی ہے۔ یہاں تک کہ اب کوڈبل کی باتیں ہونے لگی ہیں۔ لیکن ہمارے خاندان میں آج تک ایسا نہیں ہوا۔ ایک کوڈبل نیے یا دس کوڈبل بنیں ہمیں جو تعلیم دی گئی ہے۔ وہ اپنی جگہ ہے۔ اس لئے اس گھر کی عزت لاج کی ذمہ دار تم پورے طور پر ہو۔ اور

اس کی حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے۔ اور ہر نیک بیوی کا فرض ہے۔ کملا بہن نے شاید سونگھ لیا تھا۔

"جی میں خیال رکھونگی۔" نرملا نے آہستہ سے کہا۔

"خیال نہیں۔! بلکہ اس لاج کو بچانے کی خاطر اگر جان بھی دینا پڑے تو معمولی بات ہے۔"

"جی۔"

"میں دو چار دن میں چلی جاؤں گی۔ تم جب چاہو ہری کے ساتھ میرے ہاں آجانا۔ بھگوان کا دیا سب کچھ ہے۔ تمہیں وہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔" کملا نے دعوت دی۔

"جی۔"

"پتی کو پرمیشور ماننا ہندو ناری کا دھرم ہے۔"

"جی۔"

"اچھا اب جاؤ تم نے کھانا ختم کر لیا ہے۔ یہ دودھ کا گلاس اپنے ساتھ لیجاؤ۔ میں نے چھوہارے اور بادام ڈال کر نیایا ہے۔"

"جی۔"

"بھما تما تمہاری گود بھرے اور تم سہاگ وتی رہو۔" چھوٹی بہن کملا نے آشیرواد دیا۔

نرملا دودھ کا گلاس اٹھا کر چلی گئی۔ اس نے دروازہ بند کر دیا۔ گلاس تپائی پر رکھ دیا۔

"بتی بند کر دو مجھے نیند آ رہی ہے۔" ہری دت نے بوجھل آنکھوں سے کہا۔ جن میں نیند بھری ہوئی تھی۔

دو منٹ گذر گئے۔ لیکن بتی بند نہ ہوئی۔ ہری دت نے کروٹ بدل کر دیکھا۔ نرملا بت کی طرح کھڑی تھی۔

"میں نے کہا تھا کہ بتی بند کر دو۔ اور اپنی چارپائی پر سو جاؤ۔ فکر کرنے کی ضرورت نہیں —" ہری دت نے بھاری آواز میں کہا۔

"میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔" نرملا نے کہا۔

"ابھی کچھ کرنے کے لئے رہ گیا ہے۔ میرا وقت نہ ضائع کرو۔ میں تمام رات نہیں سو سکا ہوں۔ اور اب میں تھکا ہوا ہوں۔ میرے پاس تمہاری بے سر و پیر کی باتیں سننے کے لئے وقت نہیں۔"

"دیکھئے یہ باتیں بہت ضروری ہیں۔"

"تو دن میں سنانا۔"

"آپ کو تکلیف تو ہوگی۔ لیکن ...."

"تکلیف —" کہہ کر ہری دت غصّہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "تمہیں میری تکلیف کا خیال کیسے آ گیا۔ تم تو وہ بے رحم انسان ہو۔ جس کے سامنے ایک انسان بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑا تھا۔ اور نہ معلوم کتنی دیر پڑا رہا۔ اور تم نے اسے کوئی سہارا نہ دیا۔ اس کی کوئی مدد نہ کی۔ تمہیں میری تکلیف کا خیال کیسے آ گیا۔" ہری دت نے غصّہ کی حالت میں بھی آواز کو دباتے ہوئے کہا۔ معاً کوئی سن نہ رہا ہو۔ یا دوسرے کمرے میں رشتہ دار جاگ کر سن نہ رہے ہوں۔

"میں معافی چاہتی ہوں میں زیادہ وقت نہ لوں گی۔"

"تو جلدی سے سنا دو۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکا۔ کہ اب سنانے کے لئے رہ ہی کیا گیا ہے۔ کیا رات کم سنایا تھا۔" ہری دت نے کہا۔

"اب بیٹھ کر سناؤ گی یا کھڑی رہ کر۔"

نرملا دوسری چارپائی پر بیٹھ گئی۔

"میں کہنا چاہتی تھی کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"کیا بات رات تو بہت دلیر تھی۔ اور اب یہ جھجکپاہٹ کیسی۔ جو کچھ کہنا ہے۔ بے خوف ہو کر کہو۔"

"جی میں کہہ رہی تھی کہ میں سماج اور قانون کی رو سے آپ کی بیوی ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"آپ جیسا سلوک چاہیں میرے ساتھ کر سکتے ہیں۔ میں اُف نہ کروں گی۔ آپ مجھے پیٹ سکتے ہیں۔"

"یہ باتیں تو رات ہو گئی تھیں۔ اب نئی بات کہنے کے لئے کیا رہ گیا ہے۔ وہ سنا دو تاکہ میں سو سکوں۔"

"میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ آپ میرا جسم لے سکتے ہیں۔ کیوں کہ میں آپ کی بیوی ہوں۔ لیکن آپ میرا دل نہیں جیت سکتے۔ یہ دل کبھی آپ کا نہ ہو سکے گا۔" نرملا نے آخری کوشش کی اور جو کہنا تھا کہہ دیا۔

ہری دت نے کوئی جواب نہ دیا۔

کمرے میں ہی نہیں تمام مکان پر خاموشی مسلط تھی۔ کئی منٹ گذر گئے۔ ہری دت نے کوئی بات نہ کہی۔

"آپ نے جواب نہیں دیا۔"

"کس سوال کا۔"

"جو میں نے کہا تھا۔"

"تم نے کوئی سوال نہیں پوچھا۔ تم نے صرف بتایا ہے۔ وہ یہ کہ میں تمہارا جسم چھین سکتا ہوں۔ لیکن تمہارا دل میرا نہیں ہو سکتا۔ اسے میں کبھی نہیں جیت سکتا۔"

"جی۔"

"تو تم نے جو کچھ کہا ہے وہ میں نے سن لیا۔ اب میرے جواب دینے کا سوال کہاں سے آ گیا۔"

نرملا الجھ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ بات بڑھے گی۔ ہری دت کو غصہ آئے گا۔ شاید وہ ہاتھ بھی اٹھائے۔ لیکن یہاں تو کچھ نہ ہوا تھا۔ جیسے ہری دت نے جسمانی نہیں بلکہ اخلاقی تھپڑ رسید کر دیا تھا۔ اور وہ تھپڑ اس کے چہرے پر نہیں ذہن پر لگا تھا۔

کمرے میں کچھ دیر کے لئے خاموشی چھائی رہی۔

"تم جاننا چاہتی ہو کہ جو کچھ تم نے کہا ہے کیا وہ مجھے منظور ہے" ہری دت نے سوال کیا۔

نرملا نے جواب میں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"تو میرا جواب سن لو۔ کیا تم جانتی ہو کہ یہ شہر ہے اور یہاں عورتوں کا بازار ہے۔ جہاں عورتیں بکتی ہیں۔ ایک بار کے لئے یا رات بھر کے لئے۔ جہاں کوئی قانون یا سماج رشتہ پیدا نہیں کرتا۔ جس مرد کی جیب میں پیسے ہوتے ہیں۔ وہ ان عورتوں کے پاس جا سکتا ہے۔ اور کسی عورت کا جسم خرید سکتا ہے۔

نرملا دیوی ــــــ واقعی تم ایک دیوی ہو۔ تو کان کھول کر سن لو۔ یہ بازار تمہاری جیسی عورتوں کی وجہ سے بنے ہیں۔ جب مرد کو تمہاری

جیسی بیوی مل جائے تو بازار نہیں جائے گا تو کہاں جائے گا۔ نرملا بولی
— اس دنیا میں عورت کا جسم کوئی ایسی نایاب شے نہیں جو نہ مل
سکتی ہو۔ ایک نہیں ایک درجن — دو درجن عورتوں کے جسم مل سکتے
ہیں۔ لیکن اگر کچھ نہیں مل سکتا تو وہ دل ہے۔ تم نے ٹھیک کہا کہ تم صرف
جسم دے سکتی ہو۔ اور میں اس لئے اسے حاصل کر سکتا ہوں کہ میں تمہارا
سماج اور قانون کی نگاہ میں خاوند ہوں۔ تم دل نہیں دینا چاہتی یہ بہت
اچھی بات ہے۔

مجھے جسم مل سکتے ہیں۔ اور دل نہیں مل سکتا۔ مجھے دل کی ضرورت
ہے۔ ورنہ جسم تو کئی مل سکتے ہیں۔ اس دل کو تم اپنے پاس رکھو —
میں ایک درندہ یا وحشی انسان نہیں۔ میں ایک حساس انسان ہوں۔
جو کسی کا حق چھین نہیں سکتا۔ جو ڈاکہ نہیں ڈال سکتا۔ جو غاصب
نہیں۔ جو سفاک نہیں۔ میں ایک خدا ترس انسان ہوں۔ مجھے مذہب
کی تعلیم دی گئی ہے۔

میں نے تمہاری طرح فلمیں نہیں دیکھی ہیں۔ میں نے عامیانہ ناول
نہیں پڑھے ہیں۔ میں ایک سنسکرتی اور سبھیتا سے تعلق رکھتا ہوں۔
اس سنسکرتی اور سبھیتا نے مجھے سکھایا ہے۔ کہ عورت پر ہاتھ نہیں
اٹھاتے۔ مجھے افسوس ہے کہ رات میں نے غصے میں تم پر ہاتھ اٹھایا۔
اور اب آخری بات سن لو۔"

"جی۔"

"میں تمہاری دلیری کا قائل ہوں۔ میں تمہارے پیار کی قدر کرتا
ہوں۔ جو تمہیں اس خوش قسمت انسان کے ساتھ ہے جس کو میں نے

دیکھا نہیں۔ اور میں تمہارے اس پیار کی قسم کھا کر تمہیں یقین دلانا چاہتا ہوں۔کہ ایک روز میں تمہیں اس کو سونپ دوں گا۔ اس روز تک تم ایک امانت ہو۔

جب تک میں تمہیں اسے سونپ نہیں دیتا اس وقت تک میں چین کی نیند نہ سو سکوں گا۔

تم اس کی امانت ہو۔ تم بے دھڑک بے خوف ہو کر اس کمرے میں رہ سکتی ہو۔ تمہیں مجھ سے کوئی خوف کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم مجھے دل نہیں دینا چاہتی تو میں تمہارا جسم بھی نہیں لینا چاہتا —"

اب بتی بند کر دو اور سو جاؤ۔" کہہ کر ہری دت لیٹ گیا۔ اس نے دیوار کی طرف مونہہ کر لیا۔

نرملا نے اٹھ کر بتی بجھا دی۔ وہ چار پائی پر لیٹ گئی۔ اسے نیند ستا رہی تھی۔ چند منٹ بعد ہری دت خراٹے لے رہا تھا۔

یہ بندوبست بہت کامیاب رہا۔

صبح ہری دت بیدار ہوتا۔ دس بجے تک نہا دھو کر کھانا کھا کر گھر سے نکل جاتا۔ تمام دن وہ پارکوں میں گھومتا۔ شام کو چار بجے اس کی ڈیوٹی شروع ہوتی تھی۔ وہ ڈیوٹی پر چلا جاتا۔ رات کو ساڑھے بارہ بجے گھر پہنچتا۔ ماں اس کے انتظار میں بیٹھی ہوتی یا نرملا کھانا لئے بیٹھی ہوتی۔ وہ کھانا کھاتا۔ اور اپنے کمرے میں جا کر اپنی چارپائی پر سو جاتا۔

اس معمول کے ساتھ تقریباً دس روز گذر گئے۔ ان دس دنوں میں ہری دت اور نرملا میں کوئی بات نہ ہوئی تھی۔

ایک روز اتوار تھا۔ اور بس بند تھا۔ ہری دت دن بھر باہر گذار کر شام کو گھر لوٹا۔ تو اس نے دیکھا کہ اس کے کمرے میں ایک بیس بائیس برس کا نوجوان بیٹھا۔ نرملا سے باتیں کر رہا تھا۔

ہری دت کو دیکھ کر وہ نوجوان کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے بڑے مودب طریقے سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"جیجا جی نمستے۔"

"نمستے۔"

"یہ میرا چچا زاد بھائی ہے سریندر ـــــ شادی میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ آج دہلی آیا ہے ـــ" نرملا نے تعارف کرایا۔

"اچھا۔" ہری دت نے اس پر ایک نگاہ ڈالی اور خاموش ہو گیا۔

"یہ پھل اور مٹھائیاں بھی لایا ہے۔" نرملا نے کہا۔

"ماں کو دے دو۔"

"جی میں ابھی دے کر آئی ہوں۔" کہہ کر نرملا پھل اور مٹھائی کا ڈبہ اٹھا کر لے گئی۔

"جیجا جی! نرملا خوش تو ہے نا۔"

"تم نے پوچھا ہوتا۔"

"وہ تو کہتی ہے۔ کہ وہ بہت خوش ہے۔ اور آپ بہت ہی اچھے ہیں ـــ" سریندر نے کہا۔

"پھر کیا چاہیئے۔"

"جیجا جی! مجھے نرملا سے بہت پیار ہے۔ اور میں اسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ہر بھائی اپنی بہن کے لئے یہی چاہتا ہے۔"

"خیر آپ کی بہت ہی تعریف کرتی ہے۔ کہتی ہے آپ کا مزاج بہت ہی اچھا ہے۔ اور سوبھاؤ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔" سریندر نے میٹھے لہجہ میں کہا۔

"ہوں۔"

"ڈاکٹر بھائی صاحب سے نہیں ملے۔"

"کئی روز سے ملاقات نہیں ہوسکی۔ تم کہاں ٹھہرے ہو۔"

"میں نے کہاں ٹھہرنا ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں۔" سریندر نے کہا۔

نرملا لوٹ آئی تھی۔

"کیا کہا ماں جی نے"

"کہہ رہی تھیں اتنا کچھ لانے کی کیا ضرورت تھی۔ تم تو ڈھیر کا ڈھیر اٹھا لائے ہو۔"

"ارے بہن! ماتا جی نے کچھ زیادہ کہا ہے۔ اگرچہ میں کچھ بھی نہ لاسکا۔ میں تو تمہارے لئے ساڑھی لانا چاہتا تھا۔ اور جیجا جی کے لئے گرم سوٹ ــــ" سریندر نے کہا۔

"نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں۔" ہری دت نے کہا۔

"اچھا نرملا میں اب چلتا ہوں۔"

"ابھی سے۔" ہری دت بول پڑا۔ "کھانا کھا کر جانا۔"

"جی نہیں! چھوٹی بہن کے گھر کھانا نہیں کھاتے۔" سریندر نے کہا۔ "میں تھوڑی دیر سے بیٹھا تھا ــــ" آپ دیر سے آئے۔

"ہاں میں ذرا کام سے گیا تھا۔

"کیوں نرملا کل کا سیر پکا رہا۔" سریندر نے سوال کیا۔

"ان سے پوچھ لو۔" نرملا نے خاوند کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا۔" ہری دت نے سوال کیا۔

"جیجا جی! میں کل شام آپ کو اور نرملا کو سینما دکھانا چاہتا ہوں۔" سریندر نے کہا۔

"میں تو نہ جاسکوں گا۔ میری تو ڈیوٹی چار بجے شروع ہو جاتی ہے۔"

ہری دت نے جواب دیا۔

"اچھا! پھر کیسے پروگرام بنایا جائے۔" سریندر نے سوال کیا۔

"تم اسے لے جانا۔ تھوڑی تفریح بھی ہو جائے گی۔ اور سینما بھی دیکھ لے گی۔ میں تو جا ہی نہیں سکتا۔ میری ڈیوٹی کے اوقات ہی ایسے ہیں۔" ہری دت نے جواب دیا۔

"خواہش تو تھی کہ آپ بھی ساتھ چلتے۔ اب آپ کہتے ہیں کہ چل نہیں سکتے تو میں اسے ہی لے جاؤں گا۔" سریندر نے کہا "اچھا نرملا کل پانچ بجے تیار رہنا۔ میں لینے آؤں گا۔ اچھا جیجا جی نمستے۔"

"نمستے۔" ہری دت نے کہا۔

سریندر چلا گیا۔

اس کے بعد میاں بیوی میں کوئی بات نہ ہوئی۔

اگلے روز ٹھیک پانچ بجے سریندر حاضر تھا۔ اس نے ماتا جی کو نمستے کہی اور ہاتھ میں پکڑا پارسل بڑھا دیا۔

"یہ کیا ہے بیٹا؟"

"کچھ نہیں ماتا جی تھوڑے پھل ہیں۔"

"لیکن بیٹا تم تو کل بھی ڈھیر سے پھل لائے تھے۔ اور مٹھائی ــــ اس کی کیا ضرورت ہے۔"

"ضرورت نہیں بھی اور ہے بھی! آخر خالی ہاتھ بھی تو گھر نہیں جاتے۔" سریندر نے بڑے ادب سے کہا۔

"تم جیسے ہونہار ہو۔ بھگوان تمہیں لمبی عمر دے اور سکھ دے۔
ماں نے آشیرواد دیا۔

"ماتا جی نرملا کہاں ہے۔"

"اپنے کمرے میں ہوگی۔"

"کیا تیار ہوگئی۔"

"کیوں۔؟"

"کیا آپ کو نہیں علم میں اسے سینما دکھانے لے جارہا ہوں۔ کل میں نے پیتا جی سے کہا تھا کہ آپ بھی چلیں لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ان کی ڈیوٹی چار بجے شروع ہوتی ہے۔ کہنے لگے تم اسے گھما لانا۔" سریندر نے کہا۔

"ہاں بیٹا۔ امری دت کو ویسے بھی سینما کا شوق نہیں۔" اس نے کہا ہے تو لے جاؤ۔ ذرا طبیعت بہل جائے گی۔ جب سے اس گھر میں آئی ہے ایک روز بھی باہر نہیں گئی۔"

"چلئے میں لے جاتا ہوں۔"

"جاؤ۔"

"نو سوا نو بجے پکچر ختم ہوگی۔ اور ہم سیدھے گھر آجائیں گے۔"

"کھانا تم بھی یہیں کھا لینا۔"

"نہیں ماں جی۔ اچھوتوں کے گھر کا کھانا نہیں کھاتے۔" کہہ کر سریندر کمرے سے نکل گیا۔

نرملا اپنے کمرے میں تیار بیٹھی تھی۔ اس نے سبز رنگ کی ساڑی پہن رکھی تھی۔ اور معقول زیورات پہن رکھے تھے۔

"نرملا۔"

"تم ـــــ تم آ گئے۔"

"آ ہی نہیں گیا بلکہ ماتا جی سے اجازت بھی لے آیا ہوں۔ اب جلدی سے چل دو۔"

"میں تیار ہوں۔" نرملا نے مسرور لہجہ میں کہا۔ "ذرا ماتا جی سے میں بھی اجازت لے لوں۔"

"ضرور۔"

وہ دونوں صحن میں آ گئے۔

نرملا اجازت لینے گئی۔ تو ماں جی بولیں۔ "بہو یہ تمہارا بھائی آج سبھی پہل لے آیا۔"

"تب کیا ہوا ماتا جی آپ کھائیے۔"

"نہیں بہو اتنا بوجھ نہیں ڈالنا چاہیئے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔"

"اچھا اب جاؤ۔ ساڑھے نو بجے تک وہ کہتا تھا کہ تم لوٹ آؤ گے۔" ماتا جی نے کہا۔

"جی ـــــ" کہہ کر نرملا نے ساس کے پاؤں کو ہاتھ لگایا۔ ساس نے اس کو آشیرواد دی۔ اور وہ باہر آ گئی۔

گلی سے باہر نکل کر انہوں نے تانگہ لے لیا۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

"کہاں چل رہے ہیں۔"

"بس اب دیکھتی جاؤ۔ ویسے ڈرامہ کیسا کامیاب ـ"

"بالکل۔"

"کسی کو شک تو نہیں گذرا۔" سریندر نے ہنس کر کہا۔

"اتنی رشوت دینے کے بعد بھی شک گذرے گا۔" نرملا نے ہنس کر کہا۔ "کتنے کی چوٹ لگی۔"

"چوٹ تو دل پر لگی ہے۔ اس کی بات کرو۔ اس روپے پیسے کی چوٹ کی پرواہ نہ کرو۔" سریندر نے جواب دیا۔

"ہم جا کہاں رہے ہیں۔"

"ہوٹل میں۔"

"ہوٹل میں — اور اگر مجھے کسی نے دیکھ لیا تو۔"

"گھبراؤ نہیں میں نے ہوٹل کا کمرہ پرانی دلی میں نہیں نئی دلی میں لیا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ تمہاری سسرال میں سے ایک کوئی بھی اتنے مہنگے ہوٹل میں نہیں جا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ تمہارا ڈاکٹر بھائی بھی نہیں جا سکتا۔" سریندر نے ہنس کر کہا۔

"اب ساڑھے نو بجے تک تم میری ہو۔"

"میں تو تمہاری ساری عمر ہی رہوں گی۔"

"کیوں نہیں۔ لوگ ہمیں دیکھ کر سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہم میاں بیوی نہیں۔ یہ تمہارا سرخ جوڑا۔ تمہارا لباس اور زیورات —"

نرملا کا چہرہ حیا سے سرخ ہو گیا۔

"تم نے ہوٹل والوں کو میرے متعلق کیا کہہ دیا تھا۔"

"ہاں! میں نے کہا تھا کہ میری بیوی اس شہر میں ہے —

میری سسرال والوں کے پاس صرف دو کمرے کا مکان ہے۔ وہاں آزادی نہیں۔ لہٰذا میں نے ہوٹل کا کمرہ لے لیا ہے۔ بیوی مجھے روز ملنے آئیگی۔"

"اور ــ"

"ہاں۔"

"لیکن یہ تو مشکل ہے۔"

"اور اس مشکل کو آسان کرنا میرا کام ہے۔ اب تک کوئی مشکل پیش آئی ہے۔" سربیدر نے ہنس کر سوال کیا۔

"نہیں ــ" نرملا اس ہنسی میں شریک ہو گئی۔

"بس و سمجھتی جاؤ نرملا۔ تم میری ہو۔ اور دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مجھ سے چھین نہیں سکتی۔" سربیدر نے کہہ ڈالا۔

کناٹ پیلس آ گیا تھا۔ نرملا اس خوبصورت بازار کو اور دوکانوں کو چھپی چھپی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

تانگہ رک گیا۔

"آؤ نرمل ــ" کہہ کر سربیدر نیچے اتر گیا۔ اور اس نے سہارے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

نرملا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اور نیچے اتر آئی۔ سربیدر نے تانگے والے کو پیسے دیئے اور رخصت کر دیا۔

"آؤ۔"

"سربیدر میرا دل دھڑک رہا ہے۔ اور ٹانگیں کانپ رہی ہیں۔" نرملا نے خوف زدہ لہجہ میں کہا۔

"میرا ساتھ ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔"

ہوٹل کا زینہ کیا تھا۔ تمام زینے میں کارپٹ بچھا ہوا تھا۔

"یہ معمولی ہوٹل نہیں اور یہاں نتھو خیرے نہیں گھس سکتے۔ پولیس بھی نہیں آ سکتی۔" سر نیدر نے اس کے کان میں کہا۔

پہلی منزل پر بہت لمبا برآمدہ تھا۔ اس میں دو تین مسافر تھے۔ جو اپنی دھن میں مست تھے۔ سر نیدر ایک دروازے کے آگے رک گیا۔

"بیرا۔" وہ چلایا۔ تو نرملا کانپ گئی۔

"سر۔" بیرا نے جواب دیا۔ جو بیس قدم دور کھڑا تھا۔ اور باوردی بیرا تیزی سے بڑھا۔

"میں کاؤنٹر سے چابی نہیں لایا۔ جلدی سے چابی لے آؤ۔"

"سر۔" کہہ کر بیرا چلا گیا۔

"تالا لگا کر تم نے چابی یہاں ہی چھوڑ دی۔"

"ہاں۔"

"اگر وہ کھول کر کچھ نکال لیں۔"

"سمجھیں نہیں کہ یہ ہوٹل کتنا بڑا ہے۔ یہاں لکھ پتی آ کر ٹھہرتے ہیں۔ یہاں چوری نہیں ہوتی۔"

"او۔"

"اسی لئے تو کہہ رہا تھا کہ ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تم یہاں محفوظ ہو۔ تمہاری طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔"

سریندر نے سینہ تان کر کہا۔

بیرا چائے لے آیا تھا۔ اور دروازہ کھول رہا تھا۔ دروازہ کھول کر وہ ایک طرف مؤدب طریقے سے کھڑا ہو گیا۔

"اب جاؤ! ضرورت ہوگی تو بلاؤں گا۔ نہیں ٹھہرو ۔۔۔ نرمل چائے کے ساتھ کیا کھاؤ گی۔"

"کچھ نہیں۔"

"او! خیر میں خود ہی آرڈر دیتا ہوں۔" کہہ کر سریندر نے آرڈر دیدیا۔

بیرا چلا گیا۔ پہلے نرملا کمرے کے اندر داخل ہوئی۔ پھر سریندر ۔۔۔ اس نے دروازہ بند کیا۔ نرملا کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔

"یہ تو کسی محل کا کمرہ ہے۔"

"اور تم مہارانی سے کم نہیں ہو۔" کہہ کر سریندر نے اسے دیکھا۔ نرملا نے اسے دیکھا۔

کچھ دیر دیکھتے رہے پھر حیوانی جذبات پیدا ہوئے۔ سریندر نے بازو پھیلا دیئے۔ نرملا ان بازوؤں میں سمٹ گئی۔

"سریندر ۔۔۔ سریندر ۔۔۔"

"نرمل ۔۔۔ نرمل ۔۔۔" سریندر نے اسے بازوؤں کی گرفت میں لیا۔ اور دونوں کے تپتے ہوئے ہونٹ مل گئے۔ اور وہ دنیا سے بے خبر ہو گئے۔ ہونٹ چہرے کے مختلف حصے تلاش کرتے رہے۔ ایک بار پھر آپس میں مل گئے۔

"بس۔ بس۔" نرمل نے الگ ہونے کی کوشش میں کہا۔ "کوئی

آنہ جائے ۔"

"گھبراؤ نہیں ۔ کوئی بھی بلا اجازت اندر نہیں آ سکتا ۔ بیرا بھی پہلے دروازہ پر دستک دے گا ۔ اور ابھی اس کے آنے میں بیس منٹ سے کم نہ لگیں گے ۔ میں نے آرڈر ہی ایسا دیا تھا ۔ جو تیار کرنا پڑے گا ۔" کہہ کر وہ پھر نرمل سے لپٹ گیا ۔ اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے کے جسم کے مختلف اعضا کو تلاش کرنے لگے ۔

"بس کرو ۔ سریندر بس کرو ۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گی ۔" نرمل نے اکھڑے سانس سے کہا ۔

"نہیں ۔"

"نہیں کیا ۔ سریندر ہوش کرو ۔ کوئی آجائے گا ۔"

"کوئی نہیں آتا ۔"

"پھر بھی ہمیں اب سنبھل جانا چاہیئے ۔ ورنہ ——— ورنہ ———"

"ورنہ کیا ———" سریندر نے الگ ہو کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا ۔ "ورنہ کیا ہو جائیگا ۔"

"ورنہ میں کھو جاؤں گی ۔" کہہ کر نرمل نے سر جھکا لیا ۔

"شرمائیں ۔ میری جان ——— میں تو بھی چاہتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے میں ڈوب جائیں ۔"

"خیر اب سنبھل جاؤ ۔" کہہ کر وہ اس کی گرفت سے نکلی ۔ سامنے قد آدم آئینہ تھا ۔ اس نے خود کو آئینے میں دیکھا تو حیا سے دوہری ہو گئی ۔ "یہ میری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے ۔"

"گلابی ہو گئی ہیں ۔" سریندر نے ہنس کر کہا ۔

"چلو ہٹو ——" کہہ کر اس نے خود کو آئینے میں دیکھا۔ اور ساڑھی کے پلو کو درست کرنے لگی۔ اور ایک فلمی دھن گنگنانے لگی۔

"دیکھو تم آئینے کی آڑ میں مجھے پھر دعوت دے رہی ہو۔ میں اس رقیب کو توڑ ڈالوں گا۔"

"تمہارا کوئی رقیب نہیں۔" کہہ کر نرمل نے زبان نکال کر دکھا دی۔

"یہ آئینہ۔"

"صبر کرو۔ اور خاطر جمع رکھو تمہارا کوئی رقیب نہیں۔" نرمل نے مسکرا کر کہا۔ لیکن سریندر اس بات کی گہرائی نہ پا سکا۔

"اچھا اب ادھر آ جاؤ یہاں آ کر بیٹھ جاؤ۔ اور مجھے اپنی داستان سناؤ۔ خاص طور پر سہاگ رات کو تمہارے ساتھ کیا بیتی۔"

سریندر نے جذباتی لہجے میں کہا۔

وہ ڈنلپ پلو کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے مقابل ایسی ہی ایک کرسی تھی۔ اور دونوں کے بیچ میں ایک گول میز تھا جس کی سطح شیشے کی تھی۔ پاس ہی پلنگ بچھا ہوا تھا۔ جس پر ڈنلپ پلو تھا۔

"یہ ادھر کیا ہے۔" نرملا نے ایک دروازہ کی طرف اشارہ کیا۔

"ادھر باتھ روم ہے۔ انگلش سٹائل کا —— شاور اور ٹب باتھ" سریندر نے تشریح کی۔

"میں دیکھنا چاہتی ہوں۔" کہہ کر وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ جب وہ لوٹی تو مسکرا رہی تھی۔ "باپ رے —— اتنا خوبصورت باتھ روم۔"

"اچھا اب یہاں آ کر بیٹھ جاؤ۔" سریندر نے کرسی کی طرف

اشارہ کیا۔

"مجھے پہلے اس کمرے کا جائزہ لے لینے دو۔ اچھا یہ تم نے ڈبل پلنگ کیوں لیا۔" نرمل نے سوال کیا۔

"خواہ کوئی اکیلا ہو یا ڈبل ـــــ بہر صورت ان کے پاس صرف ڈبل بیڈ کے روم ہیں۔" سرنیدر نے جواب دیا۔

"میں اس پر لیٹنا چاہتی ہوں۔"

"بصد شوق۔ لیکن اب بیرا کے آنے کا وقت ہے۔"

"پھر کیا ہوا۔ تم نے تو کہہ رکھا ہے کہ میں تمہاری بیوی ہوں۔" نرمل نے کہا۔

"وہ درست ہے۔ لیکن اس طرح تنہا لیٹنے سے حاصل کیا ہے۔" سرنیدر نے مونہہ بنا کر کہا۔

"اور تمہارے مونہہ میں آئس کریم پگھل رہی ہے۔" نرمل نے چڑایا۔

"دیکھو نرمل۔ تم خواہ مخواہ دعوت دیتی ہو۔ پھر کہتی ہو کہ نہیں ـــ نہیں۔" کہہ کر سرنیدر اٹھا۔

"اے مسٹر! اپنی کرسی پر بیٹھو ـــــ" نرمل نے انگلی کا اشارہ کرسی کی طرف کیا۔

"واہ ـــــ واہ ـــ" نرمل پلنگ پر لیٹ گئی تھی۔ "اتنا نرم ـــ آرام دہ ـــ اور ـــ" کہہ کر وہ لیٹی لیٹی جھولنے لگی۔ "سرنیدر"

"ہوں۔"

"کیا بومیہ کرایا ہے اس کا۔"

"یہ مت پوچھو۔"

"پچیس بھی ـ"

"پنتالیس روپے یومیہ ـ"

"اور کھانا ـ"

"وہ الگ ـ"

"اس کا مطلب ہے تپا جی کی تجوری صاف کر گئے ہو۔" نرملا نے ہنس کر کہا۔

"وہ ایک ایک پائی جوڑتے ہیں۔ اور ان کا ہونہار فرما بردار سپتر اس طرح اڑا دیتا ہے۔"

"نرمل یہ میرا آخری سال ہے۔ چند ماہ بعد فائنل کا امتحان ہو جائے گا۔ اور مجھے امید ہے کہ میری سیکنڈ کلاس آئے گی ــــ سریندر ناتھ ایم اے ــــ فلسفی ــــ اور پھر ــــ"

اور پھر ــــ نرمل نے زبان دکھائی ـ

"پھر کسی کالج میں لیکچرار ــــ" سریندر نے کہا۔ خیر۔! چھوڑو ان باتوں کو مجھے بتاؤ کہ اس ننھی سی جان پہ کیا گذری۔"

اسی لمحہ دروازہ پہ دستک ہوئی ـ

نرمل سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"آجاؤ ــــ" سریندر نے اونچی آواز میں کہا۔

دوسرے لمحے بیرا ٹرے لئے اندر آگیا۔ اس نے کنکھیوں سے نرملا کو دیکھا۔ وہ اب اپنی ساڑھی درست کر رہی تھی۔ اس نے پلنگ چھوڑ دیا تھا۔

بیرا نے سامان چن دیا۔ اور خالی ٹرے ہاتھ میں لئے کھڑا ہو گیا۔

"بس! ضرورت پڑی تو بلا لوں گا۔" سر نبیدر نے اسے اجازت دیدی۔

بیرا چلا گیا۔

"رانی صاحبہ اب یہاں تشریف لے آیئے۔ اور اپنے ہاتھ سے چائے تیار کیجیے۔" سر نبیدر نے رومانی انداز میں کہا۔

"ہم حاضر ہوتے ہیں۔ انتظار ہو۔"

"انتظار جاری ہے۔ آپ تشریف لے آیئے۔"

"نگاہیں نیچی ہوں۔ ہم آرہے ہیں۔" نرملا بڑے کروفر سے جسم اکڑائے، سینہ تانے گردن اٹھائے ایک ایک قدم رکھتی آئی۔ سر نبیدر نے نگاہیں نیچی کر رکھی تھیں۔

"اب نگاہوں کو اٹھانے کی اجازت ہے۔" نرملا نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ سر نبیدر نے نگاہیں اٹھائیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

"تمہاری چائے میں شکر کتنی ڈالوں۔" نرملا نے سوال کیا۔

"میری مانو۔"

"ضرور مانیں گے۔"

"چائے میں شکر نہ ڈالو۔ صرف اپنے ہونٹوں کو لگا کر مجھے پیالہ دے دو۔ چائے میٹھی ہو جائے گی۔"

"میرے ہونٹ شہد نہیں ہیں۔"

"یہ مجھ سے پوچھو۔"

"ہم اپنے ہونٹوں کو آپ سے بہتر جانتے ہیں۔"

"اچھا بتاؤ۔ یہ سرخ کیوں ہیں۔ ؟"

"چھی چھی کیا گندی باتیں کرتے ہو۔" نرملا نے ناک چڑھا کر کہا۔

"پیالہ تیار ہو گیا تھا اس نے بڑھا دیا۔

"جو میں نے کہا تھا۔" سریندر نے سوال کیا۔

"او ـــ" کہہ کر نرملا نے پیالہ ہونٹوں کو لگایا ایک گھونٹ پیا اور پیالہ بڑھا دیا۔

"بس۔"

"بس ـــ" سریندر نے پیالہ تھامتے ہوئے کہا۔" ہاں تو اب سناؤ ـــ"

"کیا۔ ؟"

"یہی کہ سہاگ رات میں تمہارے ساتھ کیا گذری۔"

"کیا سن سکو گے۔ ؟"

"ضرور ـــ"

"اور اگر حسد کے مارے تن بدن میں آگ لگ گئی تو۔ ؟"

"نہیں نہیں۔"

"تو ـــ تو۔"

"سناؤ۔"

"بس وہی ہوا۔ جو ہر لڑکی کے ساتھ ہوتا ہے۔"

"نہیں تو تل۔ ذرا تفصیل سے سناؤ۔"

"تفصیل کیا ـــ تم بھی عجیب بات کرتے ہو۔ کبھی کوئی لڑکی اپنی سہاگ رات کا واقعہ کسی مرد کو سنا سکتی ہے۔"

"لیکن میں مرد نہیں ہوں۔ میں جسم ہوں اور تم جان ہو۔"

"خیر۔ اسننا چاہتے ہو تو سنو۔ لیکن میں جانتی ہوں تم برداشت نہ کر سکو گے۔ پھر مجھے دوش نہ دینا۔"

"نہیں ــــ میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"بس شب کے گیارہ بجے ہوں گے۔ میں کمرے میں پلنگ پر تنہا بیٹھی تھی۔ میرے جسم پر سرخ رنگ کا سوٹ تھا۔ زیورات سے لدی ہوئی تھی۔ ناک میں نتھ تھی۔ میرے گورے ہاتھ مہندی سے رچے ہوئے تھے۔"

"نہیں میرے ارمانوں کے خون سے۔"

"بولو گے تو سناؤں گی نہیں۔"

"ارے نہیں بولتا۔ لو کان پکڑتا ہوں۔" کہہ کر سرنیدر نے کان پکڑ لئے۔ غزل ہنس پڑی۔

"بس وہ کمرے میں آئے۔ میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ میں مزید سمٹ گئی۔ اور وہ پلنگ کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ بولے۔ ــــ میں نے تمہاری بڑی تعریف سنی ہے۔ تم بہت سندر ہو۔ تمہاری آنکھیں کنول ہیں۔ تمہارے ہونٹ شہد کی طرح میٹھے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو میں اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ لوں ــــ یہ کہہ کر انہوں نے میرا گھونگھٹ الٹ دیا۔ پھر بولے۔

"اور لوگ کہتے ہیں کہ تم چاند کا ٹکڑا ہو۔ پھر انہوں نے میری ٹھوڈی اٹھائی ــــ اور کہا۔ نہیں نہیں تم چاند کا ٹکڑا نہیں ہو۔ بلکہ مکمل چاند ہو۔"

"بس بس۔ میں اور نہیں سننا چاہتا۔" سریندر چلا پڑا۔
"کیوں۔ ؟" نرمل نے ہنسی دباتے ہوئے کہا۔
"اس کو ـــ اس کو ـــ" سریندر غصے سے کانپ رہا تھا۔
"اس کو یہ حق کیسے حاصل تھا۔"
"اس لئے کہ میں اس کی بیوی ہوں۔ سماج اور قانون کی رو سے۔"
نرمل نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔
"اور تم نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ تم نے ـــ تم نے ـــ"
سریندر سے بات نہ پوری ہو رہی تھی۔
"سریندر ـــ" نرمل کی آواز بھرا گئی۔ "میں کیا کر سکتی تھی۔
میں ایک کمزور اور نربل ناری ہوں۔ اس سماج میں ایک کمزور ناری
کر ہی کیا سکتی ہے۔" کہتے کہتے نرملا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
"بند کرو یہ ڈرامہ ! میں .... میں اس کا ...."
"کیا کرو گے ـــ ؟" نرمل نے سوال کیا۔
"خیر چھوڑو۔"
"ہاں تو پھر ...."
"بس نرمل میں مزید نہیں سننا چاہتا۔"
"بس میں نے کہا تھا نا کہ حسد کے مارے انگاروں پر لوٹنے لگو گے۔
اب یہی حالت ہے نا۔"
"کہہ رہا تھا کہ میں نہیں سننا چاہتا۔"
"اور اب میں کہتی ہوں کہ میں سنانا چاہتی ہوں۔"
"میں سننا نہیں چاہتا۔"

"اور میں سننا چاہتی ہوں۔ ہاں تو انہوں نے کہا کہ تم چاند کا ٹکڑا نہیں ہو۔ بلکہ مکمل چاند ہو۔"

"نرمل۔"

"ٹوکو نہیں! ورنہ میں اٹھ کر چلی جاؤں گی۔ خاموشی سے سنتے رہو۔"

"کہاں پہنچی تھی میں ـــ مکمل چاند ہو۔ پھر میں نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ اور انہیں دیکھا۔ اور دیکھتی ہی رہی۔ اور میں نے کہا۔"

"کیا۔؟"

"تم ـــ تم وہ نہیں ہو جس کے ساتھ میری شادی ہوئی ہے۔"

"کیا ـــ کیا تم نے کہہ ڈالا۔" سریندر نے جوش سے کہا۔

"اب خاموشی سے سنتے جاؤ۔ بس میرا یہ کہنا تھا کہ ان کے ہوش اڑ گئے۔ کچھ دیر وہ مجھے گھورتے رہے اور میں برابر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورتی رہی۔

"تم نے کیا کہا ہے۔؟"

"میں نے ٹھیک کہا ہے۔ تم وہ نہیں ہو جس کے ساتھ میری شادی ہوئی ہے۔" بولے تو میں کون ہوں۔

"میں نے جواب دیا میں نہیں جانتی! میری شادی تو کسی اور کے ساتھ ٹھہری تھی۔ جسے میں دو برس سے پیار کرتی ہوں۔"

"او نرمل ـــ" کہہ کر سریندر کرسی سے اچھل پڑا۔ اور جا کر نرمل کی گود میں گر پڑا۔ اس نے بازو اس کی گردن میں ڈالے اس کا چہرہ جھکایا اور اس کے ہونٹوں کو چوم لیا۔

"تم سچ کہہ رہی ہو۔"

"ہاں سرنیدر! تمہارے سر کی قسم۔"

"پھر کیا ہوا۔؟"

"پھر کیا ہونا تھا۔ غصے سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ مٹھیاں بھنچ گئیں۔ آنکھیں انگارہ بن گئی تھیں۔ میں نے سوچا کہ میری موت آگئی ہے۔ اب وہ میرا گلا دبا دیں گے۔ اور تمہاری نرمل ختم ہو جائے گی۔"

"بس اس کا۔۔۔۔۔"

"خاموش۔۔۔" نرمل نے کہا اور اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔

وہ اسی طرح اس کی گود میں پڑا تھا۔ جسم کا آدھا حصہ کرسی سے باہر تھا۔

"بس ان کا سر چکرایا اور وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑے۔ اب میں گھبرا گئی۔ پہلے تو سوچا کہ کسی کو مدد کے لئے بلاؤں۔ خود انہیں سہارا دوں۔ لیکن میں اپنی جگہ بیٹھی رہی۔ بالکل نہ ہلی۔ تقریباً چالیس منٹ وہ بے ہوش پڑے رہے۔ پھر آہستہ آہستہ انہیں ہوش آنے لگا۔ انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ گردوپیش کا جائزہ لیا۔ اور ہمت کر کے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے سر کو سہلایا۔ تو ان کی ہتھیلی کو خون لگ گیا۔ گرنے سے ان کا سر پھٹ گیا تھا۔ مجھ پر قہر آلود اور نفرت سے بھری نگاہ ڈالی۔ اور کمرے سے نکل گئے۔ میں اسی طرح بیٹھی رہی۔

بیٹھی رہی ۔۔۔ صبح چار بجے کے قریب وہ نہ معلوم کہاں سے لوٹے۔ آتے ہی پوچھا۔ کہ میں نے کیا کیا تھا۔

میں نے پھر وہی الفاظ دہرا دیئے۔ کہ میری شادی تو کسی اور کے ساتھ طے پائی تھی۔ اور مجھے یہ کہہ کر یہاں لایا گیا تھا۔ کہ اسی لڑکے

کے ساتھ شادی ہو رہی ہے۔ میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ ہم اسی طرح کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ وہ مجھے سمجھانے لگے۔ دیکھو میں تمہاری پچھلی غلطی کو معاف کر سکتا ہوں۔ سماج نے ہمیں میاں بیوی بنا دیا ہے۔ دو گھرانوں کی عزت کا سوال ہے۔ لیکن میں ایک ہی رٹ لگائے تھی۔ کہ میں تمہاری نہیں ہوں۔ میری شادی کسی اور کے ساتھ طے کی گئی تھی۔ مجھے دھوکا دیا گیا۔

اس پر انہوں نے پوری طاقت سے میرے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا۔ اور کہا۔ "بے حیا۔ بے شرم۔ بے غیرت!" اور ایک بار پھر بیہوش ہو کر فرش پر گر پڑے۔ اور اس طرح صبح ہو گئی۔"

"او بھگوان! کون سے رخسار پر تھپڑ مارا تھا اس نے۔" کہہ کر اس کے گال تھپتھپائے۔

"اسے بھول جاؤ۔ آج تو شاید جوتے اور تھپڑوں سے بھی نفرت ہوگی۔ لیکن مسٹر شیدر میں تمہاری ہوں۔ اور تمہاری رہوں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔" شریں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "اور سہاگ رات ختم ہو گئی۔ میں تمہاری امانت بچانے میں کامیاب ہو گئی۔"

"شریں تم کتنی اچھی ہو۔" کہہ کر مسٹر شیدر نے اس کا چہرہ چوم لیا۔

"اچھا اب تم سنبھل کر بیٹھ جاؤ۔ پھر میں باقی کہانی سناؤں گی۔" شریں نے اسے اٹھنے میں مدد دی۔

مسٹر شیدر اٹھ کر کرسی پر جا بیٹھا۔

"تو یہ بالکل ہی گوبر کا ناٹک جاری ہے۔" مسٹر شیدر نے ہرونت کا مذاق اڑایا۔

"بالکل ــــ!"

"ایسے ایسے بیوقوف مرد بھی ہیں دنیا میں۔ جو سہاگ رات جو بار بے ہوش ہو سکتے ہیں۔"

"یہ سب تمہاری نرمل کی طاقت ہے۔"

"میں جانتا ہوں ـــ" مسز بیدی نے کہا۔ "واقعی تم نے بہت دلیری کا ثبوت دیا۔ کیا باقی رشتہ داروں کو پتہ چل گیا ہے۔"

"میں کہہ نہیں سکتی لیکن ان کی ایک بہن کو شک گذرا ہے۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ کوئی مرد ایسی سہاگ رات کی داستان بیان نہیں کر سکتا۔" نرمل نے آہستہ سے کہا۔

"مرد ہو تب نا۔" مسز بیدی نے ہنس کر کہا۔ "گوروکل کے برہم چاریوں کے بہت قصے سنے تھے۔ لیکن اس کا جواب نہیں۔ میرا خیال ہے اسے علم ہی نہیں کہ عورت ہوتی کیا ہے۔"

"کوئی بڑی بات نہیں۔" کہہ کر نرمل ہنس پڑی۔ لیکن وہ یکلخت سنجیدہ ہو کر بولی۔ "نہیں مسز بیدی ایسی بات نہیں۔"

"کیوں۔ ؟"

"اس کے جیجا جی کہہ رہے تھے۔"

"کیا ــــ؟"

"وہ دن بھر غائب رہے اور شام کو ڈیوٹی پر چلے گئے۔ رات کو بارہ بجے لوٹے تو ان کے جیجا جی کہہ رہے تھے۔ کہ وہ مشرا کے ہاں گیا ہوگا۔ اس کی جوان لڑکی جو ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"جہاں تک میں سمجھتی ہوں وہ بھی کسی لڑکی سے پیار کرتے تھا۔"

"او ——" سریندر نے گہرا سانس لیا —— "پھر اس نے تمہارے ساتھ شادی کیوں کی۔ ادھر ہماری زندگی تباہ کی۔ ادھر اپنی زندگی تباہ کر ڈالی۔"

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مجھ پر جبر سے کام نہیں لیا۔ شاید انہیں اپنا پیار یاد آگیا ہو ——" نرمل نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے وہ بدھو نہیں۔"

"ایسا نہیں جیسا تم سمجھتے ہو۔"

"اور اب جو ہو رہا ہے۔ تم اس وقت جو میرے پاس ہو۔"

"وہ الگ بات ہے۔ یہ تو اعتماد کی بات ہے۔ انہیں اعتماد ہے کہ تم میرے بھائی ہو۔ لیکن اگر میں تمہاری ہو جاؤں گی پھر ——" نرمل کانپ گئی۔ آخر اس کا ضمیر جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ "سریندر ——"

"ہاں۔"

"کیا ہم پاپ نہیں کر رہے ہیں۔"

"پاپ اور پن ——" سریندر نے قہقہہ لگایا۔ "اس دنیا میں کوئی پاپ نہیں اور کوئی پن نہیں۔ اگر تمہارا دل صاف ہے۔ اور تم سمجھتی ہو کہ تم غلط قدم نہیں اٹھا رہی ہو۔ تو یہ پاپ نہیں۔"

"نہیں سریندر! اب میں اس کی بیوی ہوں۔ میں نے آگ کے سامنے بیٹھ کر قسمیں کھائی ہیں۔ ان منتروں کی شہادت سے اپنے دھرم کو نبھانے کی قسم اٹھائی ہے ——" نرمل نے کمزور آواز میں کہا۔

"بھول جاؤ۔ اگر غیرت کے چند منتر ہی مرد اور عورت کو میاں بیوی

بنا سکتے ہیں۔ تو دنیا میں رہ ہی کیا جاتا ہے۔ اس پنڈت کو علم تھا کہ تم میری ہو۔ تم مجھ سے پیار کرتی ہو۔ تم نے میرے ساتھ بھی وعدے کیے ہیں۔ نرمل میرے ساتھ جو قسمیں تم نے کھائی تھیں اور جو وعدے کیے تھے جو پیمان باندھے تھے۔ ایک ساتھ جینے اور ایک ساتھ مرنے کی قسم کھائی تھی۔ کیا ان کی کوئی قیمت، وقعت اور اہمیت نہیں کیونکہ اس وقت کوئی پنڈت منتر نہ پڑھ رہا تھا۔ آگ نہ جل رہی تھی۔ اس آگ میں سامگری اور گھی ڈالا جا رہا تھا۔ جانتی ہو آج اس ملک میں اتنی عدالتیں اور اتنے وکیل کیوں ہیں۔"

"کیوں۔؟" نرمل نے سادگی سے سوال کیا۔

"اس لئے کہ اب زبان کا پاس نہیں رہا۔ عدالت میں وہ لوگ نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے دستاویزات لکھی ہوتی ہیں۔ وہ نہیں جنہوں نے زبان سے وعدے کئے ہوں۔" سریندر نے دلیل پیش کی۔

"لیکن۔"

"لیکن کیا۔ کیا ان وعدوں، قسموں اور پیمانوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں جو ہم نے کھائی اور اٹھائی تھیں۔؟"

"سریندر اگر ہم ٹھیک راستہ پر چل رہے ہوں تو میرا دل کیوں گھبرا رہا ہے۔ یہ دھڑک کیوں رہا ہے۔" نرمل نے سوال کیا۔

"یہ محض کمزوری ہے۔"

"کمزوری نہیں! سریندر سماج اور قانون بھی کوئی شئے ہے۔ دنیا ـــــ یہ لوگ ـــــ" نرمل نے کانپتی آواز میں کہا۔

"یہ سب ڈھونگ ہے۔ کہہ کر وہ اپنی کرسی سے اٹھا اور نرمل کے

پاس چلا گیا۔ وہ اس کے عقب میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے نرمل کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ "یہ محض کمزور دل کی باتیں ہیں۔ تم خود ہی سوچو کبھی سچ کی ہار ہوئی ہے۔"

"نہیں لیکن۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔ اب سب کچھ جاننے کے بعد اور تمہاری زبان سے یہ سننے کے بعد اس برہمچاری نے کیا کیا۔ بس یہی نا کہ اس نے تمہارے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا۔" سر بنیدر نے کہا۔

"وہ درست ہے۔ اب میں کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہوں"

"کہو۔"

"میں نے دوسری رات صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا۔ کہ تم میرا جسم چھین سکتے ہو۔ کیونکہ تم قانون کی رو سے میرے پتی ہو۔ لیکن تم میرا دل نہیں جیت سکتے وہ کبھی تمہارا نہ ہو سکے گا۔" نرمل نے بتایا۔

"پھر اس نے کیا کیا۔"

"کہنے لگا۔ کہ جسم تو بازار میں بہت ملتے ہیں۔ مجھے دل کی تلاش ہے۔ اور دل کی ضرورت ہے اگر وہ تمہارے پاس نہیں یا تم مجھے دینا نہیں چاہتیں تو بھی ......" یکلخت نرمل سنبھل گئی اور اس نے باقی بات چھپانا چاہی۔ کہ ہری دت نے کہا تھا۔ کہ میں تمہارے مقدس پیار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم اس کی امانت ہو۔ اور میں تمہیں اس کو سونپ دونگا۔"

"رک کیوں گئیں۔"

"بس یہی کہا تھا۔"

"نہیں نرمل تم کچھ چھپا رہی ہو۔"

"سچ تمہارے سر کی قسم۔" نرمل نے کہا۔
"خیر — میں مجبور نہیں کرتا۔ لیکن تم کچھ چھپا رہی ہو —"
"اچھا ایک بات بتاؤ۔"
"پوچھو۔"
"اگر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔"
"کیا مطلب — ؟"
"یہی کہ وہ کہہ دے کہ میں تمہیں بطور بیوی نہیں رکھنا چاہتا تو پھر کیا ہوگا۔" نرمل نے سوال کیا۔
"کیا — کیا — ایسا ہو سکتا ہے۔" سرنیدر نے ہچکچا کر کہا۔
"اگر ایسا ہو جائے تو۔"
"نہیں پہلے یہ بتاؤ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔"
"فرض کرو ایسا ہو جائے۔"
"تو میں اسی روز تمہارے ساتھ شادی کر لوں گا۔"
"سچ — سرنیدر سچ کہہ رہے ہو۔"
سرنیدر نے اس کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ پھر کرسی سے گھوم کر آگے آیا۔ اور اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔
"میری جان! میں اسی روز شادی کر لوں گا۔"
"اور ساری زندگی میں ایک روز بھی نہ کہو گے کہ میں کچھ روز کے لئے اس کی بیوی تھی۔"
"کبھی نہیں —" کہہ کر سرنیدر نے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ لیکن اب نرمل کے ہونٹوں میں گرمی نہ تھی۔

نرمل نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ وہ چاہتی تھی کہ اسے بتا دے کہ وہ دوشیزہ ہے۔ یہ سوچ کر وہ خاموش ہو گئی۔ کہ راز شادی کے بعد ہی کھلے تو بہتر رہے گا۔

"اچھا سریندر اب مجھے گھر چھوڑ آؤ۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔ انہیں شک نہ گذرے۔"

"اور اگر میں انکار کر دوں تو۔"

"تو تم گھاٹے میں رہو گے۔"

"وہ کیونکر۔"

"اگر تم زبان کا پاس رکھتے رہے تو میری ساس یا انہیں شک نہ گذرے گا۔ اور ہم اس طرح ملتے رہیں گے۔ اور اگر آج تم نے اپنی بات کا پالن نہ کیا تو مجھے اس طرح نہ مل سکو گے۔"

"او! واقعی تم مجھ سے زیادہ ذہین ہو۔ میں نے اس نظریئے سے تو سوچا ہی نہ تھا۔" سریندر نے الگ ہو کر کہا۔ اور گھڑی دیکھی "خیر ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ نو بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ ہم پونے دس یا دس بجنے میں دس منٹ پہ پہنچ جائیں گے۔ یعنی پندرہ بیس منٹ دیر سے ۔۔۔ کہہ دیں گے کہ تانگہ نہیں ملا تھا۔"

"آؤ اب چلو ۔۔۔" کہہ کر نرمل دروازے کی طرف بڑھی۔

نیچے پہنچ کر انہوں نے تانگہ لیا اور دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

سریندر اسے بازاروں کے متعلق بتا رہا تھا۔ لیکن نرمل تو کہیں کھو گئی تھی۔

"نرمل۔"

"اوں۔"

"کہاں کھو گئی ہو۔؟"

"کہیں نہیں۔"

"پھر چپ چپ کیوں ہو۔"

"یوں ہی۔"

"یوں ہی نہیں۔ کیا تمہارا ضمیر تمہیں پریشان کر رہا ہے۔"

"ہاں سرنیدر ـــ" نرمل نے کہا۔ اور اس کی آنکھیں امڈ آئیں۔ جنہیں سرنیدر نہ دیکھ سکا۔

اور یہ حقیقت تھی۔ نرمل جس جوش کے ساتھ گھر سے آئی تھی۔ وہ جوش ختم ہو گیا تھا۔ اور اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا۔ کہ وہ غلط راستہ پر چل رہی تھی۔ وہ گناہ کر رہی تھی۔ اور سرنیدر اسے ترغیب گناہ دے رہا تھا۔

گھر آ گیا تھا۔ انہوں نے تانگہ چھوڑ دیا۔ اور وہ پیدل ہی گلی کے اندر چلے گئے۔

گھر میں داخل ہوئے تو ماں جی ان کا انتظار کر رہی تھیں۔

"بہت دیر لگا دی۔"

"نہیں ماں جی پکچر ہی لمبی تھی ساڑھے نو بجے ختم ہوئی۔ پھر دس منٹ تک تانگہ نہ مل سکا۔ آپ جانتی ہیں۔ کہ شو ختم ہوتے ہی ہر کوئی گھر پہنچنے کی جلدی میں ہوتا ہے۔"

نرملا اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"اچھا ماں جی میں چلتا ہوں۔"

کہا

اگلے ایک ہفتہ میں نرملا تین بار پھر سریندر کے ساتھ گئی - اور وہ اسے تفریح کرا کے ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد چھوڑ جاتا -

ماں جی نے اعتراض نہ کیا - ان کا یہ خیال تھا کہ ہری دت نے اجازت دے رکھی ہے -

لیکن ایک ہفتہ بعد ہری دت صبح کے وقت باہر جانے لگا تو چھوٹا بھائی رام دت بھی ساتھ ہو لیا -

"تم کہاں جا رہے ہو -" ہری دت نے سوال کیا -

"مجھے ایک کاپی کی ضرورت ہے - آپ لے دیں -"

"تو میرے ساتھ جانے کی کیا ضرورت ہے - پیسے لے لو -"

"کیا میرا ساتھ پسند نہیں -"

" نہیں نہیں ! آ ؤ ــــ آ ؤ ــــ تم تو ناراض ہو گئے -" ہری دت نے اپنے چودہ برس کے بھائی کو گلے لگا لیا -

اور وہ دو نو گھر سے باہر چلے گئے - جب گلی ختم ہو گئی تو وہ بازار میں پہنچ گئے - تو رام دت نے کہا -

"بھائی صاحب میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں -"

"ضرور کرو۔"

"لیکن یہاں نہیں ذرا تنہائی میں۔"

"تنہائی میں ___" ہری دت ہنس دیا۔ "ارے بچے بھی کہیں تنہائی میں باتیں کرتے ہیں۔"

"ہاں بھائی صاحب یہ بات ہی ایسی ہے۔"

"تو آؤ سامنے پارک میں چلتے ہیں۔"

وہ پارک میں چلے گئے۔ اور ایک تنہا گوشے میں سبز گھاس پر بیٹھ گئے۔

"ہاں اب سناؤ۔"

"بھائی صاحب! یہ بھابھی کا بھائی کیا لگتا ہے۔"

"نہیں۔"

"کیا آپ نے بھابھی کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اس کے ساتھ روز چلی جایا کرے۔"

"کیا روز جاتی ہے وہ۔"

"جی روز ہی سمجھ لیجئے۔! آٹھ دنوں میں وہ چار بار اس کے ساتھ گئی ہے۔ پہلے روز تو آپ نے اجازت دی تھی کہ وہ سینما دیکھنا چاہتی ہے۔" رام دت نے کہا۔

"ہاں ___"

"اور اس کے بعد تین بار وہ آپ کی اجازت لے کر گئی ہے۔"

"رام تم کہنا کیا چاہتے ہو۔" ہری دت نے کہا۔ "تم جانتے ہی ہو کہ ٹہلنے اور گھومنے کا وقت شام کا ہوتا ہے۔ اور شام کو میں اپنی ڈیوٹی

پر ہوتا ہوں۔ اسلئے اگر بھائی گھما لائے تو کیا فرق پڑتا ہے۔"

"وہ درست ہے۔ لیکن مجھے پسند نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"بھائی صاحب! آپ بُرا تو نہ مانیں گے۔" رام دت نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کس بات کا۔؟"

"میں جو کچھ کہوں گا اس کا۔"

"ایسی کیا بات ہے۔"

"بات ہی ایسی ہے۔"

"اچھا کہہ ڈالو۔ میں برا نہ مانوں گا۔"

"بات یہ ہے بھائی صاحب کہ میں پہلے روز بھی ان کے پیچھے پیچھے گیا تھا۔ اور انہیں اس کا علم نہیں۔"

"تم — تم اپنی بھابھی پر شک کرتے ہو۔" ہری دت نے اونچے لہجہ میں کہا۔

"بھائی صاحب میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میری بات کا برا نہ مانیں جو کچھ دیکھا ہے۔ میں نے وہ سن لیجئے پھر کرنا کیا ہے وہ آپ بہتر جانیں۔"

"اچھا کہو۔" ہری دت سنبھل گیا۔ رام دت اب بچہ نہ تھا۔

"پہلے روز وہ دونوں تانگہ میں بیٹھ کر گئے تھے۔ اور دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔"

"اگلی سیٹ پر کون تھا۔؟"

"کوئی نہیں۔! انہوں نے سالم تانگہ لیا تھا۔"

"پھر کیا ہوا۔"

"بھائی صاحب وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ سکتا تھا۔ اور وہ دونوں جڑ کر بیٹھے تھے۔"

ہری دت ہنس پڑا۔ "بس۔! ارے کیا بھائی اور بہن جڑ کر نہیں بیٹھتے۔ یہ تو کوئی بات نہ تھی۔"

"خیر وہ کناٹ پیلیس کے ایک ہوٹل کے آگے اترے۔ ہوٹل بہت مہنگا ہے۔ میں نے پتہ کیا تھا۔"

"رام ورت تم بچے ہو۔! ارے ہوٹل میں تو کھانے پینے کی اشیا ملتی ہیں۔ کیا ہوٹل میں جانا غلط ہے۔ کیا تم کبھی نہیں گئے۔"

"بھائی صاحب یہ وہ ہوٹل نہیں۔ جہاں کھایا پیا جاتا ہے۔ یہ وہ ہوٹل ہے۔ جہاں لوگ رہتے ہیں۔"

ہری دت ایک منٹ کے لئے خاموش ہو گیا۔ اب وہ دلچسپی لینے لگا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ سریندر ہوٹل میں کمرہ لے کر رہ رہا ہے۔

"شاید۔!"

"کیا تم نے پتہ کیا تھا۔"

"بھائی صاحب وہ ہوٹل بہت عالی شان تھا۔ اور میں اس کے اندر جانے کی جرات نہ کر سکا۔ بہر صورت اگر یہ سچائی ہے تو ڈاکٹر صاحب کے پاس کیوں نہیں رہ رہا۔"

"لیکن تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ سریندر نے وہاں کمرہ لے رکھا ہے۔"

"میں نے چوکیدار سے پوچھا تھا۔ تو اس نے کہا اس ہوٹل میں صرف رہنے والے لوگ ہی اندر جاتے ہیں۔"

"ہوں۔"

"دوسری بار میں نے پھر ان کا پیچھا کیا۔ اور وہ ایک پارک میں گئے تھے۔ اور میں شرم کی وجہ سے بتا نہیں سکتا کہ وہ کیا کر رہے تھے۔" رام دت نے نیچی نگاہوں سے کہا۔

"اوہ" ہری دت کو احساس ہوا کہ رام دت اب بچہ نہ تھا۔ وہ اب یہ باتیں سمجھتا تھا۔ وہ اس کی طرح گوروگل میں نہ تھا بلکہ دہلی جیسے شہر میں رہ رہا تھا۔

ہری دت کچھ دیر سوچتا رہا پھر ہنس کر بولا۔ "اچھا تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری بھابھی کو منع کر دوں گا۔ کہ اس کے ساتھ نہ جایا کرے۔" کہہ کر ہری دت کھڑا ہو گیا۔

بظاہر تو ہری دت ہنس دیا تھا۔ لیکن اس کے ذہن میں اتھل پتھل مچ گئی تھی۔ آخر یہ سریندر کون تھا۔ اور یہ اسے کہاں لے جاتا تھا۔ اور وہ کیا کرتے تھے۔

وہ پارک سے چلے آئے۔

شام کو ہری دت گھر میں داخل ہونے لگا تو اس کے پڑوسی رام دیال نے روک لیا۔

"کیا حال ہے۔ ہری دت تم نے شادی کیا کرائی کہ نظر ہی نہیں آتے۔"

"بس یوں ہی آپ تو جانتے ہی ہیں۔ کہ شام کی ڈیوٹی ہے۔ چار بجے شروع ہوتی ہے۔ ساڑھے تین بجے گھر سے نکلتا ہوں اس وقت آپ سو رہے ہوتے ہیں۔ ہری دت نے حسب معمول ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے۔ اچھا ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

رام دیال نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔ "یہ جوان اور خوبصورت لڑکا آپ کے ہاں کون آتا ہے۔؟"

"میرا سالا ہے۔"

"سگا۔"

"نہیں ـــــ"

"تو تم نے اجازت دے رکھی ہے کہ اسے لے جائے۔"

"جی ہاں۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" رام دیال نے کہا۔ "لیکن ہری دت زمانہ بہت نازک ہے۔ مارنے والے کا ہاتھ پکڑا جا سکتا ہے لیکن کہنے والے کی زبان نہیں روکی جا سکتی ـــــ"

"کیا مطلب۔؟"

"محلے والے عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں۔ اور وہ باتیں مجھے پسند نہیں آتیں۔"

"دنیا کا کیا ہے۔" ہری دت نے لاپرواہی سے کہا۔ اور ہنس دیا۔

"لیکن ہری دت ایک بات ہے۔"

"کیا۔؟"

"یہ درست ہے کہ تم ساتھ نہیں جا سکتے۔ شام کے وقت تمہیں ڈیوٹی دینا ہوتی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ رام دت کو ساتھ لے جا سکیں۔ رام دت بچہ ہے۔ اس کا دل بھی خوش ہو جائے گا۔ آخر بچوں کو سیر، تفریح اور کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے۔" رام دیال نے

نہایت صفائی سے راستہ بتایا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے میں کہہ دوں گا۔" کہہ کر ہری دت اجازت لے کر گھر چلا گیا۔

چھوٹا سا بھائی اور محلہ — ہری دت! اب اس آمد و رفت کو نظر انداز نہ کر سکتا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ تر ملا نے ضرورت سے زیادہ آزادی حاصل کر لی تھی۔ اب وقت آگیا تھا کہ اس کی آزادی پر پابندی لگا دی جائے۔

گھر میں داخل ہوا تو ماں رسوئی گھر میں تھی وہ جوتا اتار کر رسوئی گھر کے اندر چلا گیا۔

"ماں جی! یہ آپ کی بہو کچھ زیادہ ہی باہر نہیں جانے لگی ہے۔" ہری دت نے تمہید باندھنا ضروری نہ سمجھا۔

"تم ٹھیک سمجھے ... مجھے تو خود پسند نہیں لیکن میں نے سمجھا کہ تم نے اسے اجازت دے رکھی ہے۔"

"وہ تو میں نے ایک روز کے لئے دی تھی۔"

"پھر اب کیا چاہتے ہو؟"

"چاہنا کیا ہے۔ میں اسے منع کر دوں گا۔ اور کہہ دوں گا کہ آپ کی اجازت کے بغیر نہ جائے۔"

"بیٹا مجھے تو خود اتنی آزادی پسند نہیں۔ جوان اور خوبصورت لڑکی کو لوگ خواہ مخواہ باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ ہم تو سیدھے سادھے لوگ ہیں — میں تو زیادہ بھڑکیلے لباس پر بھی یقین نہیں رکھتی۔ چلو نئی نئی شادی ہوئی ہے پھر لباس کب پہنے گی۔ لیکن لباس وہ

ہوتا ہے۔ جو عورت اپنے خاوند کو دکھانے کے لئے پہنتی ہے۔ بہر صورت تم اسے سمجھا دو کہ آئندہ میری اجازت لے کر جائے۔ اور میں اجازت نہ دوں گی۔" ماں جی نے کہا۔

"بس میں یہی چاہتا تھا۔" کہہ کر ہری دت رسوئی گھر سے نکل آیا۔ کمرے میں نرملا پلنگ پر لیٹی تھی۔ اور شائد کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ جو یقیناً دھارمک نہ تھی۔ ہری دت کو دیکھ کر وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔"

"کہئے۔"

"اب اگر تمہیں اپنے بھائی سریندر کے ساتھ جانا ہو تو ماں جی کی اجازت لے لیا کرو۔"

"میرا خیال تھا کہ آپ نے اجازت دے رکھی ہے۔ ورنہ میں کبھی اس گھر سے باہر قدم نہ رکھتی۔" نرملا نے پانسہ پھینکا۔

"وہ درست ہے۔ میں نے اس روز کے لئے کہا تھا۔ لیکن مجھے پتہ چلا ہے کہ اس روز کے علاوہ تم تین بار گئی ہو۔"

"کیا بھائی کے ساتھ جانے میں اعتراض ہے۔"

"دیکھو نرملا۔ اول تو وہ تمہارا سگا بھائی نہیں۔ دوئم یہ کہ ہم بہت ماڈرن نہیں ہیں۔ اور یہ علاقہ کافی قدامت پسند ہے۔ یہاں ذرا سی بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے۔ اور لوگوں کی زبان کو روکنا ناممکن ہے۔ ماں کے جی میں جو آتا ہے۔ وہ کہہ دیتی ہیں۔" ہری دت نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے آپ مجھ پر شک کرتے ہیں۔"
"میں نے ایسا کیا کہا ہے۔"
"پھر آپ پابندی کیوں لگا رہے ہیں۔"
"اس لئے کہ یہ ایک اچھا آداب ہے۔ اس گھر کا اصول ہے کہ ہر کام بڑوں اور بزرگوں کی اجازت سے کیا جاتا ہے۔ اس میں بزرگوں کی بڑائی نہیں بلکہ اپنی بھی بڑائی ہے۔ میں تم پر پابندی نہیں لگا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تم جاؤ۔ اگر کوئی ضروری کام ہو۔"
"ضروری کام کیا ہو سکتا ہے۔ آپ شام کو ڈیوٹی پر چلے جاتے ہیں۔ یہاں تنہا اس کمرے میں بیٹھی رہتی ہوں۔ آخر انسان ہوں۔ اگر باہر چلی گئی تو کیا آفت آ گئی۔" نرملا نے کہا۔
"آفت کا سوال نہیں۔! اچھا ایک کام کرو۔"
"جی۔"
"اگر تمہیں جانا ہی ہے۔ تو رام دت کو ساتھ لے جایا کرو۔"
"رام دت کو۔" نرملا کے حلق میں کچھ پھنس گیا۔
"ہاں! وہ بچہ ہے۔ اور بچوں کو سیر و تفریح کا شوق ہوتا ہے اگر تم اسے ساتھ لے جاؤ گی تو وہ تمہارے قریب آ جائے گا۔ اور تمہیں ایک چھوٹا بھائی مل جائے گا۔"
"لیکن۔"
"لیکن بھائی کے ساتھ جا سکتی ہو۔ دیور کے ساتھ نہیں۔" ہری دت نے لہجہ کو ذرا سخت کیا۔
"میں نے ایسا کب کہا ہے۔"

" سمر دیو کے ساتھ جانے میں کیا برائی ہے۔ "

" میں تو چاہتا ہوں کہ باہر جانا ہی ہو تو سمجھتے ہیں ایک بار محبت ہے۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو رام دت کو ساتھ لے جایا کرو۔ "

" جی۔ "

" نرملا۔ ! میں کہنا نہیں چاہتا لیکن ایک بار پھر تمہیں یاد دلانا چاہتا ہوں۔ کہ عزت دنیا میں بہت قیمتی شے ہے۔ ہم لوگ غریب ہیں۔ اور ہمارا سرمایہ عزت ہی ہے جس روز یہ چلی گئی۔ اس روز کچھ بھی نہ بچے گا۔ "

" کیا آپ مجھ پر شک کرتے ہیں؟ "

" یہ تم نے دوسری بار کہا ہے۔ میں شک نہیں کر رہا ہوں۔ میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ تم جانتی ہو کہ ہماری شادی ایک ڈھونگ بن کر رہ گئی ہے۔ ہم میاں بیوی ہو کر بھی میاں بیوی نہیں ہیں صرف وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔ اور جیسا میں نے اس شب کہا تھا کہ میں تمہیں تمہارے محبوب کو سونپ دوں گا۔ میں آج بھی اپنے اس کہے پر قائم ہوں۔ اور یہ کام آسان نہیں۔ میرے اور تمہارے رشتہ دار شور مچائیں گے۔ اور تماشہ کریں گے۔ کیوں کہ یہ بہت بڑا انقلابی یا باغیانہ قدم ہوگا۔ تم یہاں قید نہیں ہو۔ اور نہ ہی ایک قیدی کی حیثیت سے رہ رہی ہو۔ تمہیں آزادی ہے۔ لیکن اس آزادی کا ناجائز استعمال غلط ہوگا۔ میں صرف ماحول تیار کر رہا ہوں۔ جب میں یہ انقلابی قدم اٹھا سکوں۔ اس وقت تک تمہیں اس گھر کے اصولوں اور بزرگوں کے ہر حکم کو لبیک کہنا پڑے گا۔ تمہیں شکایت کی اجازت نہیں۔ کیونکہ وہ حکم ناجائز نہیں ہیں۔

اور جو کچھ میں تمہیں دینا چاہتا ہوں اس کے مقابلے میں یہ جو تم سے مانگ رہا ہوں وہ کچھ بھی نہیں۔" ہری دت نے کہا۔

"جی آئندہ وہی ہوگا جو آپ کہیں گے۔"

"تم ایک نیک خاندان کی لڑکی ہو اور نیک خاندان کی بہو ہو۔ ایسا کوئی قدم نہ اٹھانا جس سے دونوں خاندانوں کو بدنامی۔ رسوائی کا ٹیکہ لگے۔" ہری دت نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"جی پھر آپ بالکل فکر نہ کریں۔" نرملا نے یقین دلایا۔

اگلے روز شام کو پانچ بجے سریندر آن دھمکا۔ حسب معمول اس کے ہاتھ میں پھل اور مٹھائی کا ڈبہ تھا۔ وہ سیدھا نرملا کے کمرے میں چلا گیا۔

"نرملا! لو جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ میں نے پکچر کے ٹکٹ خرید رکھے ہیں۔" سریندر نے پارسل میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ ٹکٹ لوٹا دو۔"

"کیوں ــــ؟" سریندر ٹھٹھک کر بولا۔

"اب میں تمہارے ساتھ نہ جا سکوں گی۔"

"لیکن کیوں۔؟ آج کیا نئی بات ہے۔ کیا پہلے نہیں گئی ہو۔"

"سریندر آہستہ بولو۔" نرملا نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔ اور وہ اس انداز میں باتیں کرنے لگے۔" انہیں شک گذرا ہے۔ اور کل ہی انہوں نے کہا ہے کہ میں ماں جی کی اجازت کے بغیر باہر نہ جاؤں۔"

"تو میں ماں جی سے اجازت لے لیتا ہوں۔"

"نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"اس لئے کہ ماں اجازت نہ دیں گی۔"

"او! تو تمہیں قید کر دیا گیا ہے۔ اور تم پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ لیکن نرمل میں ایک بار ماں جی سے بات کرتا ہوں! آخر یہ ٹکٹ ضائع ہو جائیں گے۔" سریندر نے ضد کی۔

"سریندر ضد نہ کرو۔ اول تو ماں جی اجازت نہ دیں گی۔ اور اگر انہوں نے اجازت دی تو وہ اجازت مجھے پسند نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"وہ کہیں گی کہ دیور کو ساتھ لے جاؤ۔"

"او۔" سریندر نے گہرا سانس لیا۔ "تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے۔"

"سریندر بات کہیں بھی نہیں پہنچی۔ صرف وقت کا تقاضہ ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"آج میں اگر تمہارے ساتھ نہ گئی تو وہ سمجھ لیں گے کہ میں نے ان کے حکم کو ٹھکرایا نہیں۔ اس طرح میری عزت بڑھ جائے گی۔ وہ مجھے اچھی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ دیکھو سریندر اب مجھے اپنی ساکھ بنانی پڑے گی۔ مجھے ان لوگوں پر اعتماد جمانا پڑیگا۔ پھر تم جانتے ہو کہ اب میں آزاد نہیں ہوں۔" نرملا نے سمجھایا۔

"تم درست کہتی ہو لیکن یہ ٹکٹ۔"

"انہیں بیچ ڈالو۔ اگر نہیں بک سکتے تو پھاڑ ڈالو۔ چند روپے کی

خاطر نبا ہنا یا کام نہ بگاڑو ــــ اور تمہاری اسی میں بہتری ہے۔ آج نہ جانے سے یا دو ایک بار اور نہ جانے سے میں ان کا اعتماد حاصل کر لوں گی۔ اور پھر ایک روز تمہارے ساتھ جا سکوں گی ــــ ہمیں جو کچھ حاصل ہے۔ اس پر قناعت کرنا چاہیئے۔"

"ہوں۔"

"تم ناراض تو نہیں ہو گئے۔"

"ناراض ــــ" سر بندر روتی ہنسی ہنس پڑا۔ "تم پرائے بس میں ہو۔ میں ناراض ہو کر کیا کر سکتا ہوں۔"

"حوصلہ رکھو۔" کہہ کر نرملا نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ "سب ٹھیک ہو جائیگا۔"

سر بندر نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"اور اب تم جاؤ۔"

"او۔ا"

"ہاں سر بندر تم جاؤ۔ تمہارا زیادہ دیر رکنا مناسب نہیں۔"

"بہتر۔" کہہ کر سر بندر کھڑا ہو گیا۔ "آج تو آنا ہی بیکار ثابت ہوا۔"

"کیوں۔؟"

"ایک بوسہ بھی نہ مل سکا۔"

"ہش! سب کچھ تمہارا ہی تو ہے۔ لیکن جلد بازی سے کام بگڑ سکتا ہے۔" نرملا نے پیار آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پھر ایسی نظروں سے نہ دیکھو۔"

"سربندر جو تم چاہتے ہو۔ کیا وہ میری چاہت نہیں۔ میں بھی اسی آگ میں جل رہی ہوں۔ جس میں تم جل رہے ہو۔"

"اور اگر اس آگ نے ہمیں جلا کر راکھ کر ڈالا تو۔"

"نہیں سربندر یہ وہ آگ نہیں جو تم کو راکھ کر ڈالے گی۔ یہ تو وہ آگ ہے جس میں سے نکل کر سونا کندن بنتا ہے۔"

"شاید تم ٹھیک کہتی ہو۔ لیکن آج تو لوہا ہی رہا۔"

"ہش۔"

"یہی وہ پلنگ ہے ناجہاں تم سہاگ رات کو بیٹھی تھیں۔"

"سربندر اس قسم کی باتیں آگ پر تیل کا کام کرتی ہیں۔ میں مجبور ہوں۔ میرا ہاتھ چھوڑ دو۔ کوئی آگیا تو ــــ ......"

"اس سے تو بہتر ہے کہ ہم بھاگ چلیں۔"

"گھبراؤ نہیں بھاگنے کی نوبت نہ آئے گی۔ میں ہمیشہ کے لئے تمہاری بن کر تمہارے ساتھ چلوں گی۔ صرف وقت ــــ"

"وقت ــــ وقت ــــ" سربندر بڑبڑایا۔

"اچھا اب چلدو۔"

"جا رہا ہوں۔ دھکے دیکر کیوں نکال رہی ہو۔"

"یہ دھکے نہیں۔ ! مجبوری ہے۔"

"اور دل کو کیسے سمجھاؤں۔"

"جیسے میں سمجھا رہی ہوں۔ میں ایک لڑکی ہو کر جبر اٹھا سکتی ہوں تو تم ایک مرد ہو کر برداشت نہیں کر سکتے۔"

"پیاسا کنوئیں کے پاس آکر پیاسا لوٹ جائے۔ کیا یہ جبر ہے۔"

"نہیں! لیکن ابھی اس پیاس کو بھڑکنے دو۔"

"اور اگر ہونٹ سوکھ کر چٹخ گئے تو۔"

"بہت اچھا ہوگا۔"

"وہ کیسے۔؟"

"پھٹے ہونٹوں سے جو ہر نکلے لگا۔ اس کو زبان چاٹ لے گی۔ اور پیاس بجھ جائے گی۔"

"شاید۔" سرنیدر نے مونہہ بنا کر کہا۔

"دل چھوٹا نہ کرو۔"

"دل چھوٹا کرنے والی بات نہیں۔ میری طرف دیکھو میں جان ہتھیلی پر رکھ کر یہاں آتا ہوں۔ اور ہر نتیجے سے لاپرواہ ہوکر۔"

"جانتی ہوں۔ صرف وقت کی بات ہے یہ دیواریں تو کٹ جائیں گی۔ اور میں انہیں توڑنے میں حتی الامکان کوشش کر رہی ہوں۔"

"اچھا زندہ رہو۔ کہہ کر سرنیدر کمرے سے نکل گیا۔

باہر اس کا تصادم ماں جی سے ہو گیا۔

"نمستے ماں جی۔"

"نمستے بٹیا تم کب آئے۔"

"بس دو منٹ ہوئے۔ سوچا ایک نظر بہن کو دیکھتا جاؤں۔"

"تو مل لیا۔"

"جی ہاں! اور اب جا رہا ہوں۔"

"بیٹھو تھوڑی دیر۔"

"آج نہیں۔ آج بڑا ضروری کام ہے پھر کسی روز سہی۔"

سریندر نے کمال اداکاری سے کہا۔ "اچھا نمستے۔"
"نمستے بیٹا۔"
سریندر گھر سے نکل گیا۔

تیسرے روز سریندر پھر آیا اور چند منٹ بیٹھ کر چلا گیا۔

تین روز کا وقفہ دے کر وہ پھر پہنچ گیا۔ نرملا اپنے کمرے میں تھی۔ اور ماتا جی شائد بازار گئی تھیں۔ رام دت بھی گھر میں نہ تھا۔

"آج تو کوئی دیکھ نہیں رہا۔" سریندر نے مسکرا کر کہا۔
"ماتا جی شاید بازار گئی ہیں۔"
"اور رام دت۔"
"وہ بھی گھر میں نہیں۔"
"پھر اس وقت تو موقع ہو سکتا ہے۔" کہہ کر سریندر نے اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اپنے ہونٹ اس کے ہونٹ پر رکھ دیئے۔
"سریندر۔۔ پلیز۔۔ ذرا ہوش کرو۔"
"اب اور انتظار نہیں ہو سکتا۔" سریندر نے اکھڑے سانس سے کہا۔

نرملا بھی ہوش کھو بیٹھی تھی۔ اس کا جسم بھی بھٹی بن گیا تھا اور سانس اکھڑ گئی تھی۔ لیکن اس نے بڑی مشکل سے خود کو الگ کیا۔ ابھی

سانس قابو میں نہ تھا۔

"سریندر ہوش کرو۔ ان کی بہن رہتی ہے۔ اس کے بچے ہیں۔ کوئی بھی آسکتا ہے۔"

"ہوش نہیں دیکھنے کے بعد رہتا نہیں۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔ آخر یہ کونسے جنم کے پاپ کی سزا مل رہی ہے۔"

"سریندر تم اکیلے نہیں۔ میں خود اس قید سے تنگ آگئی ہوں۔ میں اس ماحول میں سانس تک نہیں لے سکتی۔ سریندر میں نواب محسوس کرتی ہوں کہ اس ماحول میں گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گی ——"

نرملا کا سانس ابھی تک اکھڑا ہوا تھا۔ لیکن وہ سریندر سے کئی قدم دور کھڑی تھی۔ تاکہ کوئی آ بھی جائے تو مصیبت نہ کھڑی ہو۔

"پھر انتظار کس کا ہے۔" سریندر نے کہا۔ "میں دو بار روٹ گیا تھا۔ کیونکہ تم نے کہا تھا۔ اور آج ......"

"ہاں میں جانتی ہوں۔ جو تمہاری حالت ہے۔ وہی میری ہے۔" میں آج تمہارے ساتھ چلوں گی۔ ماتا جی اجازت دیں یا نہ دیں۔ میں اس نگہبانی اور پاسبانی سے تنگ آگئی ہوں۔ میں آج ہر دیوار کو توڑ دوں گی۔ میں آج کسی پابندی کا لحاظ نہ کروں گی۔"

"یہ بات نہیں ——" کہہ کر سریندر بڑھنے لگا۔

"نہیں سریندر! اب میں نے کہہ دیا ہے تو انتظار کرو۔ یہاں نہیں —— بس اب تم آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

"آرام سے ——" سریندر غرایا۔

"چند منٹ کی بات ہے۔! ماتا جی آنیوالی ہی ہوں گی۔"

"جسم بن گئی۔ تمہاری ماتا جی۔"

"ایسے نہیں کہتے۔"

"پھر کیا کہوں۔؟"

"کہہ جو دیا۔ اب صبر سے کام لو۔ میں آج چلوں گی۔ اور ضرور چلوں گی۔ کیا اتنا کافی نہیں۔"

"اور انہوں نے اگر رام دت کو ساتھ کر دیا۔"

"گھبراؤ نہیں۔ ! میں اسے بھی سنبھال لوں گی۔" نرملا نے کہا۔ وہ اس وقت قلوپطرہ بنی ہوئی تھی۔ وہ سماج، قانون، ماحول سے ٹکرا سکتی تھی۔ اور عورت کا یہ روپ ہی تو سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اور نرملا نے وہ روپ دھارن کر لیا تھا۔

"برہمچاری جی کا کیا حال ہے۔؟"

"اچھا ہے۔"

"خراب کب تھا۔"

"ویسے تمہارے دل پر کیا گذرتی ہے۔" نرملا نے مسکرا کر کہا۔

"پوچھو مت ___ جی چاہتا ہے چاقو اتار دوں ___ تاکہ یہ راستہ صاف ہو جائے۔" سریندر نے کہا۔

"پاگل ! ایسا کرنے سے تو خود مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ اور میں کہیں کی نہ رہوں گی۔"

"اسی لئے تو ایسا کرتا نہیں۔"

"اب تم دو منٹ خاموش رہو۔ میں کوئی بہانہ سوچنا چاہتی ہوں۔ تاکہ ماتا جی اجازت دیدیں۔"

"کہہ دو کہ ڈاکٹر صاحب کی بیوی بیمار ہے۔"

"اس سے کام نہ چلے گا۔"

"کہہ دو کہ میری بہن نے بلایا ہے۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔" نرملا نے کہا۔ اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔

"میں کہہ دوں گا۔"

"نہیں! میں کہوں گی۔ آج وہ اجازت دے دیں گی۔ کیونکہ دو بار تم آکر چلے گئے۔ لہذا آج اعتراض نہ کریں گی۔"

"اسی لمحہ صحن میں ماتا جی کی آواز آئی۔"

"بہو — تم کہاں ہو۔؟"

"جی آئی۔" نرملا نے کہا۔

"جاؤ بھگوان تمہاری منو کامنا پورن کریں۔" سریندر نے آنکھ دباتے ہوئے کہا۔" اور تم گھر سبھ وتی اور سہاگ وتی ہو۔"

"ہش —" نرملا نے بڑھتے ہوئے کہا۔ سریندر نے ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن وہ چل دیکر نکل گئی۔

"بہو لو یہ سبزی سنبھالو۔" ماتا جی نے تھیلا بڑھاتے ہوئے کہا۔ نرملا نے تھیلا سنبھال لیا اور لے جاکر رسوئی گھر میں رکھ دیا۔ ماں جی بھی ساتھ ہی چلی گئی۔

"ماتا جی۔"

"کہو۔"

"سریندر آیا ہے۔ کہتا ہے کہ میری بہن نے بلایا ہے۔"

" لیکن تو کل ہری دت کے ساتھ چلی جانا۔"

" ماتا جی اب کیا ہے۔ بس میں گئی اور آئی۔ بہت دیر نہیں لگاؤں گی۔" نرملا نے کہا۔

" بہو! رام دت بھی گھر میں نہیں۔"

" پھر کیا ہوا۔؟"

" اگر وہ ہوتا تو اس کے ساتھ چلی جاتیں۔"

" ماتا جی! آپ تو سمجھ رہی ہیں کہ میں بچی ہوں۔ کیا سریندر کے ساتھ پہلے نہیں گئی ہوں کبھی۔ اور وہ دو بار آیا کوئی کام نہ تھا۔ اس لئے میں کہیں نہ گئی۔ آج بہن نے بلایا ہے۔"

" وہ تو درست ہے لیکن کل دن میں چلی جانا۔"

" ماتا جی! آپ تو بس چھوٹی سی بات بھی نہیں مانتیں۔ کیا آپ کو مجھ پر وشواش نہیں۔"

" وہ تو ہے۔"

" لیکن پھر! میں کہہ رہی ہوں کہ جلد لوٹ آؤں گی۔"

" بہو! بہتر تو یہ ہے کہ ہری کے ساتھ ہی جاؤ۔"

" پھر وہی بات! اگر وہ گھر میں ہوتے تو اجازت نہ دیتے۔"

" لیکن اسی نے تو منع کر رکھا ہے۔"

" میں انہیں سمجھا لوں گی۔"

" لیکن یاد رکھو میں اجازت نہیں دے رہی ہوں۔"

" ماتا جی آپ بھی بس کمال کرتی ہیں۔ میں کوئی زیادہ دیر تھوڑی لگاؤں گی۔ آپ بڑی اچھی ہیں۔" کہہ کر وہ ساس سے لپٹ گئی۔

"لیکن میں اجازت نہیں دے سکتی۔" ساس نے کمزور لہجہ میں کہا۔ "ہری مجھ سے پوچھے گا تو میں ......"

"میں انہیں سمجھا دوں گی۔"

پانچ منٹ بعد وہ ماتاجی سے یہ کہہ کر کہ جلدی لوٹ آئے گی سریندر کے ساتھ چلی گئی۔

رات ساڑھے بارہ بجے ہری ونت ڈیوٹی سے لوٹا تو ماں اٹھ کر کھانا پروسنے لگی۔

"بہو کہاں ہے۔؟"

"وہ شام کو اپنے بھائی کے ساتھ چلی گئی۔"

"ڈاکٹر صاحب کے ساتھ۔"

"نہیں۔!"

"اس سریندر کے ساتھ۔"

"ہاں بیٹا۔"

"اور آپ نے اجازت دیدی۔"

"بیٹا میں نے انکار کر دیا تھا۔ کہنے لگی۔ بڑی بہن نے بلایا ہے۔ جلد ہی لوٹ آئے گی۔ میں نے تو کہا تھا کہ ہری کہہ دوں گی۔ کہ میں نے اجازت نہیں دی۔ کہنے لگی۔ میں انہیں سمجھا لوں گی۔"

"اور اب تک نہیں لوٹی۔"

"بہن نے روک لیا ہوگا۔ یا ادھر ڈاکٹر کے ہاں رہ گئی ہوگی۔"

"ہوں۔" ہری ونت کہہ کر خاموش ہو گیا۔ شب کے اس پہر اس موضوع پر بحث کرنے سے کیا حاصل تھا۔

اور ٹھیک اس وقت نرمل ہوٹل کے کمرے میں مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔

اسے تڑپتے ہوئے کئی گھنٹے ہو گئے تھے۔ اسے کسی کل چین نہ پڑ رہا تھا۔ سریندر اس کے پاس بیٹھا اس کا جسم دبا رہا تھا۔

شام کو وہ دونوں ہری دت کے گھر سے نکلے تو گلی والے انہیں گھور رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کو اشارے کر رہے تھے۔ انہوں نے ان کی پرواہ نہ کی —— گلی سے باہر نکل کر جیسے ہی وہ بازار میں پہنچے تو نرملا بولی۔

"سریندر میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"یہ عورتیں کس طرح گھور رہی تھیں۔ اور ایک دوسرے کو اشارے کر رہی تھیں۔"

"پڑوسنوں کا کام جلنا ہے۔ اور وہ اپنا کام کر رہی تھیں۔" سریندر نے ہنس کر کہا۔ "وہ سامنے ٹیکسی ہے۔ لو آج ٹیکسی میں چلتے ہیں۔ تمہیں

کوئی دیکھے گا بھی نہیں۔"

"ہاں سرنیدر مجھے چھپا لو۔"

"گھبراؤ نہیں میری ننھی جان۔ جب تک میں ساتھ ہوں۔ تمہیں اس دنیا سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔"

غنیمت تھا کہ ٹیکسی خالی تھی اور وہ جلدی سے اندر بیٹھ گئے۔ ٹیکسی چل پڑی تو سرنیدر نے کہا۔

"کیا کہا ساس نے"

"سرنیدر ابھی میں بات نہیں کر سکتی۔ میرا سانس۔" نرملا نے اکھڑے سانس سے کہا۔ اس نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھا ہوا تھا۔

سرنیدر نے پھر کوئی بات نہ کی۔ وہ محض اسے دیکھتا رہا۔ دس منٹ بعد ٹیکسی ہوٹل کے نیچے کھڑی تھی۔ وہ اتر آئے۔ سرنیدر نے بل ادا کیا۔ اور اس کی کمر میں بازو ڈال کر ہوٹل کا زینہ طے کرنے لگا۔

"اب کیا حال ہے۔؟"

"ایسے لگ رہا ہے۔ مر جاؤں گی۔"

"گھبراؤ نہیں ——" وہ سامنے آئینے میں خود کو دیکھو۔ میرے ساتھ چلتی ہوئی کتنی خوبصورت دکھائی دے رہی ہو۔"

زینے میں لگے قدِ آدم آئینے میں نرملا نے خود کو دیکھا۔ اس کی کمر میں سرنیدر کا بازو تھا۔ وہ شرما گئی۔

"شرما گئیں۔"

"بس۔"

زینہ ختم ہو گیا۔ برآمدہ طے کر کے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے

لگے تو سریندر بولا۔ "تم چلو میں چابی لے آؤں۔"

نرملا آہستہ آہستہ کمرے کی طرف چلنے لگی۔ اب یہ کمرہ اس کیلئے نیا نہ تھا۔ وہ چوتھی بار اس کمرے میں جا رہی تھی۔ لیکن آج نہ معلوم کیوں وہ محسوس کر رہی تھی، کہ وہ غلط قدم اٹھا رہی تھی۔ اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا۔ جب بری عادت نے اسے یقین دلایا تھا کہ حالات کے سنور تے ہی، وہ اس کے عاشق کو سوتپ دے گا۔ تو وہ اس روز کا انتظار کیوں نہیں کرتی۔

سریندر اس کے کمرے تک پہنچنے سے پہلے چابی لے کر اسے مل گیا تھا۔ اور وہ شانہ بہ شانہ چلنے لگے۔

دروازہ کھول کر وہ اندر چلے گئے۔

"اب کیسی ہے طبیعت۔؟"

"ٹھیک ہے! شاید پانی پینے سے ٹھیک ہو جاؤں۔"

"کہو تو لیمو پانی منگاؤں۔"

"نہیں! نہ معلوم کیوں یکلخت! ایسا ہو گیا۔ شاید ٹیکسی کے پٹرول کی وجہ سے سر چکرا گیا۔" نرملا نے تھکے انداز میں کہا۔

"پٹرول کی وجہ سے ہی ہوگا۔ خیر تم تھوڑی دیر کیلئے لیٹ جاؤ۔ لیٹ جانے سے طبیعت بہل جائے گی۔" سریندر نے تجویز کیا۔

"ہاں یہ بہتر رہے گا۔" کہہ کر وہ پلنگ کی طرف بڑھی اور سینڈل اتار کر لیٹ گئی۔

"کہو تو تمہارا سر دبا دوں۔"

"نہیں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔"

"تم تو بلا وجہ تکلف کر رہی ہو ـــ لاؤ سر دبا تا ہوں۔" کہہ کر سریندر اس کے سرہانے پاس بیٹھ گیا۔ اور سر دبانے لگا۔

کچھ دیر دونوں خاموش رہے۔

"نرمل۔"

"جی۔"

"کیا سوچ رہی ہو۔؟"

"کچھ نہیں۔ بس آنکھیں بند کرنے سے آرام محسوس ہو رہا تھا۔ بےچینی کم ہوتی جا رہی تھی۔"

"تو تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤ۔"

"لیکن نیند نہیں آتی۔"

"کیا رات دیر تک جاگتی رہی ہو۔؟"

"دیر تک تو روز ہی جاگتی ہوں۔ وہ ساڑھے بارہ بجے ڈیوٹی سے لوٹتے ہیں۔ آکر کھانا کھاتے ہیں۔"

"کیا کھانا انہیں پولیس میں نہیں پہنچایا جاتا۔"

"کبھی رام دت لے جاتا ہے۔ اور کبھی نہیں۔"

"بڑی سخت زندگی ہے۔"

"ہاں ـــ" نرمل نے بھاری آواز میں کہا۔

"سریندر۔"

"کہو۔"

"تم واپس کب جاؤ گے۔؟"

"کیا تم چاہتی ہو کہ میں واپس چلا جاؤں۔"

"یہ ہوٹل بہت مہنگا ہے۔ پھر تمہارا آخری سال ہے۔ ایم اے کرنا بھی تو ضروری ہے۔"

"لیکن میں سوچ رہا تھا یہاں ہی رک جاؤں۔ کوئی نوکری تلاش کر لوں۔" سرمد نے سرد بانی ہوتے کہا۔

"ایسا کیوں سوچتے ہو۔ چند ماہ کی بات ہے۔ ایم اے کرنا ضروری ہے۔ جہاں پورے دو سال لگائے ہیں تین چار ماہ اور سہی۔"

"امتحان تو میں پھر بھی دے سکتا ہوں کیونکہ میری حاضریاں پوری ہیں ___"

"لیکن اس سال کیوں نہیں۔"

"اس سال بھی دے سکتا ہوں۔ میں نے تو یونہی کہا تھا۔"

"کیا یہاں نوکری مل سکتی ہے۔"

"کیوں نہیں اتنا بڑا شہر ہے۔ افسری نہیں مل سکتی تو کلرکی تو مل سکتی ہے۔ پھر چند رشتہ دار ایسے ہیں۔ جو میری مدد کر سکتے ہیں اور وہ اس پوزیشن میں ہیں کہ میری مدد کر سکیں۔" سرمد نے کہا۔ اب اس نے سر دبانا بند کر دیا تھا۔ اور وہ اس کے بالوں کو سہلا رہا تھا۔ جب وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا تو نرمل کو سکون حاصل ہوتا تھا۔

نرمل نے جواب نہ دیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔

"نرمل۔"

"ہوں۔"

"کیا سوچ رہی ہو۔"

"کچھ نہیں - ! تم بالوں کو سہلا رہے تھے - مجھے نیند آنے لگی - ایک سرور سا طاری ہو رہا تھا -"

"میرے ہاتھوں میں جادو ہے -" سرنیدر نے ہنس کر کہا -

"سرنیدر -"

"کہو -"

"میں نے یہاں آکر آج غلطی تو نہیں کی -"

"ایسا کیوں سوچتی ہو -؟"

"نہ معلوم کیوں میں محسوس کر رہی ہوں - آج پہلی بار میں نے آنے کے لئے اجازت مانگی تھی - اور ماتا جی نے انکار کر دیا تھا -" نرملا نے جذباتی لہجہ میں کہا -

"تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو - تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ تم اس ماحول میں گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گی - مجھے یہاں سے لے چلو - تمہاری روح وہاں بلبلا رہی تھی - میں اسی لئے تمہیں یہاں لے آیا ہوں -" سرنیدر نے بھاری آواز میں کہا -

"وہ درست ہے - ! نہ معلوم کیوں جب تم پاس نہیں ہوتے تو تمہیں دیکھنے کے لئے بے چین رہتی ہوں - تڑپتی رہتی ہوں - اور تمہارا قرب چاہتی ہوں - تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں - تمہاری صورت دیکھنا چاہتی ہوں - تمہارے جسم کی خوشبو چاہتی ہوں - اب دیکھو تم میرے بالوں کو سہلا رہے ہو - اور مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ کوئی مجھے لوری دے رہا ہے - میرے جسم کے تھکے اور اینٹھے ہوئے اعضا راحت پا رہے ہیں -"

"پھر ایسا کیوں سوچتی ہو۔ دل کیوں میلا کرتی ہو۔ نرمل یہ زندگی ہنسنے اور کھیلنے کے لئے ہے۔ اور ہم دو دل ہیں جو ایک دوسرے کیلئے بنے ہیں۔ یا پیدا ہوئے ہیں۔ ہمارا ساتھ جنم جنم کا ساتھ ہے۔ اگر اس جنم میں بچھڑ بھی گئے تو بچھڑ نہ سکے اور پھر مل گئے۔"

"سچ ___"

"ہاں نرمل سچ۔ دیکھو تمہیں وہ پتی ملا جو تمہارا پتی نہ بن سکا۔" سریندر نے بھاری آواز میں کہا۔

سریندر کا ہاتھ اب بالوں سے نکل کر گردن تک پہنچ گیا تھا۔ اور کندھے چھو کر وہ اس کے سینے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"سریندر ہماری زندگی بھی کیا بن گئی ہے۔ ہم کتنے قریب ہو کر بھی قریب نہیں ہیں۔"

"لیکن تم تو کہتی ہو کہ صرف وقت کی بات ہے۔"

"ہاں۔"

"پھر اب شک کی وجہ کیا ہے۔" یہ کہہ کر سریندر اس کے ساتھ ہی لیٹ گیا۔

"شک نہیں سریندر! قانون اور سماج بھی تو کوئی شے ہے۔ آخر یہ بہت بڑا انقلاب ہوگا۔"

"وہ کیونکر ___؟"

"کیا تم سمجھتے نہیں۔ ایک لڑکی کی شادی ہو۔ اور وہ شادی ٹوٹ جائے پھر دوسری جگہ شادی ہو جائے۔ کیا یہ نئی بات نہ ہوگی۔ سنا ہے کوڈ بل بہت جلد پاس ہو رہا ہے۔ لیکن ابھی تو بالکل ہی اچھوتی

بات ہو گی۔ پھر تمہارے والد جی کیا ایسی شادی کے لئے رضامند ہو جائیں گے۔"

"مجھے ان کی رضا کی ضرورت نہیں۔"

"او ۔۔۔" یہ کہہ کر نرمل اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "تو تم بھی انقلاب لا رہے ہو۔"

"میں تمہاری خاطر سب کچھ کر سکتا ہوں۔ سب کچھ۔"

"سب کچھ ۔۔۔" نرمل نے ناک چڑھا کر کہا۔

"ہاں۔"

"تو میرے لئے چائے کا آرڈر دیدو۔"

"بس؟ کہو تو تمہیں اٹھا کر ابھی کسی ریستوران میں لے جاؤں۔" کہہ کر سریندر کھڑا ہو گیا۔

"چائے کے ساتھ کیا کھاؤ گی۔"

"جو تم چاہو۔"

"بہتر ۔۔۔" کہہ کر سریندر دروازے کے پاس گیا۔ اور بیرا بلانے کے لئے گھنٹی دبا دی۔

وہ لوٹ کے کمرے کے بیچ آیا تو نرملا ساڑھی درست کر رہی تھی۔ اور قد آدم آئینے کے روبرو کھڑی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے۔"

"ٹھیک ہوں۔"

سریندر نے پیچھے سے جا کر اسے بازوؤں میں لے لیا۔

"ہوش کرو۔۔۔ تم نے بیرا کو بلایا ہے۔"

"نہیں دیکھتا ہوں اور ہوش کھو دیتا ہوں۔ کوئی ایسی دوا نہیں جس سے ہوش قائم رہے۔"

"ہوتی ہے۔! ذرا پرے ہٹ کر کھڑے رہو۔ دیکھو ہوش قائم رہتا ہے یا نہیں۔"

بیرا نے دروازے پر دستک دی۔ تو سرنیدر نے اسے چھوڑ دیا۔ اور دروازہ کی طرف بڑھا۔ "چلے آؤ۔"

بیرا اندر آ گیا۔

"دیکھو ہمارے لئے چائے اور کھانے کے لئے ۔۔۔۔۔" سرنیدر نے تین چار اشیاء کے نام گنوا دیئے۔

"بس سر ۔۔" کہہ کر وہ چلا گیا۔

نرمل ابھی تک آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ اور اپنے جسم کو مختلف زاویوں سے دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو تم اس کمرے میں آتی ہو تو اس رقیب سے دور رہا کرو۔" سرنیدر نے کہا۔ اور اسے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔

"کیا کہتا ہے یہ رقیب تمہیں۔"

"تم نہیں جانتیں! یہ مجھے چڑاتا ہے۔ کہتا ہے دیکھو میں تمہاری نرمل کا ایک ایک انگ دیکھ رہا ہوں۔" کہہ کر سرنیدر نے اس کے شانے پر اپنا چہرہ رکھ دیا۔ پھر جہاں گردن اور کندھا ملتے ہیں وہاں ہونٹ رکھ دیئے۔

"تم چڑتے ہو گے اس لئے چڑاتا ہے۔" نرملا نے کہا۔ وہ خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ سرنیدر اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ اور اس کے ہونٹ اس کے کندھے اور گردن کے خم پر تھے۔ "اب بس کرو۔! تمہیں اس کے سوا کچھ

آتا بھی ہے۔"

"آتا ہے۔"

"کیا۔؟"

"جس کی تم اجازت نہیں دیتی ہو۔"

"اوہ ــــ ابھی موتہہ دھو رکھو۔" نرملا نے اتزا کر کہا۔

"موتہہ بھی دھو رکھا ہے۔ اور دانت بھی۔"

"چلو ہٹو ـــــ اب اپنی اپنی کرسی پر بیٹھتے ہیں۔" نرملا نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ سریندر اسی طرح چل رہا تھا۔

"ڈیئر سریندر۔"

"یس ڈارلنگ۔"

"ذرا سامنے دیکھو تو کیا ہے۔؟"

سریندر نے گردن اٹھائی۔ "کہاں۔؟"

"یہ کیا ہے۔؟" نرملا نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"کرسی ہے۔"

"تو ایک اچھے بچے کی طرح وہاں بیٹھ جاؤ۔"

"بیٹھ جاؤں۔" سریندر نے موتہہ بگاڑ کر کہا۔

"ہاں ــــ" نرملا نے لفظ کو طول دے کر کہا۔

"تو بیٹھ جاتا ہوں۔" سریندر نے رونے کے انداز میں کہا۔

"روتے نہیں۔! اچھے بچے بات مانتے ہیں۔"

وہ دونوں کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

اس طرح کی باتیں کرتے کرتے سات کے نو بج گئے۔

"او ــــ " نرملا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "باتوں میں نو بج گئے اور پتہ نہ چلا۔ میں تو کہہ کر آئی تھی کہ جلد ہی لوٹ آؤں گی۔"

"تو دیر ہی کیا ہوئی ہے۔"

"نہیں سریندر ــ! جب تک میں اس گھر کی بہو ہوں۔ مجھے ان کے حکم کی تعمیل کرنا پڑے گی۔"

"اور تم کب تک اس گھر کی بہو ہو۔ وہ بیرہمی بچاری جی تمہیں گھر سے نکال کیوں نہیں دیتے۔"

"گھبراؤ نہیں۔ ! جلد ہی نکال دیں گے۔" نرملا نے ہنس کر کہا۔

"نرملا ــ۔"

"ہوں۔"

"تم جانے کا نام لیتی ہو تو میرا دل ڈوبنے لگتا ہے۔"

"کیا میں خوش ہوتی ہوں۔"

"وہ میں نہیں جانتا لیکن میں اپنی حالت بیان کر رہا ہوں۔ کہہ کر سریندر اٹھا اور نرملا کی گود میں بیٹھ گیا۔

اس نے اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا۔ اور منہ اس کے بالوں میں چھپا لیا۔ "نرملا! یہ جدائیاں اب بہت بھاری ہونے لگی ہیں۔"

"میں جانتی ہوں۔" نرملا نے اس کا سر سہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہمیں صبر سے کام لینا چاہیے۔ اور یہ صبر ہمارے لئے فائدہ مند ہے۔"

"میں نہیں جانتا! لیکن صبر کی بھی تو کوئی حد ہوتی ہوگی۔"

"ہاں ہوتی ہے۔ اور وہ حد ابھی نہیں آئی ــ۔"

"شاید شاید ــ" سریندر نے اپنے ہونٹ اس کی گردن کے خم پر رکھ دیئے

نرملا تم جھوٹی تسلیاں دے رہی ہو۔ اب ہم کبھی ایک نہ ہو سکیں گے۔ یہ چوری چھپے کا کھیل بھی اب بہت دن نہیں چلے گا۔"

"ایسا کیوں سوچتے ہو؟" نرملا نے بھاری آواز میں کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ تم پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ اور تم نے کہا تھا کہ اب وہ شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آخر ایک روز بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ یہ کھیل اب بہت دن نہیں چلے گا۔ اور تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ گی۔ آخر ایک نہ ایک روز انہیں پتہ چل ہی جائے گا۔ کہ میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔ بلکہ عاشق ہوں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ صرف صبر کرو۔"

"صبر صبر! آخر تم کس بل بوتے پر یہ کہہ کر مجھے تسلیاں دے رہی ہو۔ کون خاوند ہے جو اس طرح اپنی بیوی کو چھوڑ دے گا۔ اور بیوی بھی جو تم جیسی ہو۔ جو لاکھوں میں ایک ہو۔" سریندر نے بھاری آواز میں کہا۔

"تمہیں مجھ پر وشواش رکھنا چاہیئے۔"

"وہ تو ہے لیکن مجھے اپنے پر وشواش نہیں۔ نا معلوم کیوں۔ آج یہ محسوس ہو رہا ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ اس کے بعد تم اس گھر سے نکل نہ سکو گی۔ اور میں اس گھر میں داخل نہ ہو سکوں گا۔" سریندر نے رقت آمیز لہجہ میں کہا۔

"ایسا مت سوچو۔"

"لیکن یہ سوچ نہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ آج تم ماتا کے انکار کے باوجود چلی آئیں۔ اس کے باوجود کہہ رہی ہو کہ ہماری یہ آخری ملاقات نہیں۔ بلکہ ہم ایک ہو جائیں گے۔"

"ہاں۔"

"لیکن کیسے۔؟" سریندر نے گردن اٹھاکر اس کو دیکھا۔ ان کے چہرے پاس پاس تھے۔ اور ان کا سانس ٹھہر رہا تھا۔

"بس کہہ جو دیا۔"

"نہیں۔" سریندر نے گردن سے بھی انکار کرتے ہوئے کہا۔ "تم جھوٹ بول رہی ہو۔ مجھے بہلا رہی ہو۔" کہہ کر اس نے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

"کمرہ ایک طویل خاموشی میں کھو گیا۔"

"سریندر ——"

"ہاں۔"

"تمہیں مجھ پر وشواش نہیں۔"

"کہا تو ہے کہ ہے۔ لیکن خود پر نہیں۔"

"تو میں تمہیں ایک راز کی بات بتا دیتی ہوں۔"

"راز کیسا راز۔" سریندر نے لاپرواہی سے کہا۔" اور ہونٹ اس کی آنکھوں پر لے گیا۔ "میں اب کبھی ان خوبصورت آنکھوں کو نہ دیکھ سکوں گا۔ ان بالوں سے نہ کھیل سکوں گا۔ اس جسم کو نہ چھو سکوں گا۔ یہ سب کچھ میرا تھا ہے سماج نے اسے مجھ سے چھین لیا۔ تمہارے ڈاکٹر صاحب نے ہم دونوں کو الگ کر دیا۔" کہہ کر سریندر رونے لگا۔

"رو رہے ہو۔" نرملا نے اس کے آنسو پونچھے۔

"نرمل اب رونا تو زندگی بھر کا ہے۔"

"پاگل نہیں بنتے۔ تم مرد ہو کر رونے لگے ہو۔ تو میں کیا کروں گی۔ تمہارے

متعلق سوچ کر تو میں اس ماحول میں زندہ رہ رہی ہوں۔" نرملا نے کہا۔

"ایسے زندہ رہنا کہتے ہیں۔"

"تم نے اس راز کی بات کو تو سنا ہی نہیں۔"

"تم نے سنایا کب ہے۔"

"تو سنو۔" یہ کہہ کر نرملا نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ "جب پہلی رات میں نے کہا کہ تم وہ نہیں ہو جس کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی۔"

"مجھے یاد ہے۔"

"وہ رات تو اسی طرح بیت گئی۔" نرملا نے کہا۔" اگلی رات جب وہ ڈیوٹی سے لوٹے تو میں نے انہیں کھانا کھلایا۔ وہ کمرے میں آئے تو پلنگ پر لیٹ گئے۔ میں نے کہا کہ میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔

بولے "کیا ابھی کچھ کسر رہ گئی ہے۔

"میں۔ صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ قانونی طور پر میرے خاوند ہیں۔ اور میرا جسم چھین سکتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیے آپ میرا دل نہ چھین سکیں گے۔ کیونکہ وہ میں نے کسی کو دے دیا ہے۔

بولے ـــ نرملا دیوی! مجھے جسم سے کوئی سروکار نہیں۔ جسم تو اس بازار میں بہت سے مل سکتے ہیں۔ اور فروخت ہوتے ہیں۔ مجھے دل کی تلاش ہے۔ جو میرا ہو سکے۔ اگر تم وہ دل نہیں دے سکتی ہو تو میں صرف اتنا کہوں گا۔ کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ اور میں تمہیں اس لڑکے کو سونپ دوں گا جس کے ساتھ تم پیار کرتی ہو۔"

"سچ۔" سریندر نے تڑپ کر کہا۔" کیا تم سچ کہہ رہی ہو۔ کیا اس ویر بچاری نے یہ کہا تھا۔"

"ہاں! سرنیدر یہ بالکل سچ ہے۔ اسی لئے میں کہا کرتی ہوں۔ وقت کا انتظار کرو۔ وہ وقت کے انتظار میں ہیں۔ اور میں جانتی ہوں کہ ایک روز ایسا ہو جائے گا۔"

"یعنی وہ تمہیں مجھے سونپ دیگا۔"

"ہاں۔" نرملا نے کہا۔

"تم پاگل ہو۔"

"کیوں۔؟"

"مرد اس آسانی سے بیوی کو بھلا کسی کو سونپ سکتا ہے۔ نہ ایسا سنا گیا ہے۔ اور نہ ایسا ممکن ہے۔"

"پھر وہی ضد۔"

"لیکن میں اس بات کو ماننے کو تیار نہیں۔ اور کوئی بھی ہوش مند آدمی ماننے کو تیار نہیں ہوتا۔ وہ تمہیں بہلا اور پھسلا رہا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ میری یاد تمہارے دل سے نکال دیگا۔ اور تم وقت کے ساتھ مجھے بھول جاؤ گی۔" سرنیدر نے کہا۔

"ایسا نہیں ہوگا۔"

"یہ تمہارا وہم ہے۔ وہ بہت گہرا انسان ہے۔ وہ جیسا ہر بد ہو نظر آتا ہے۔ لیکن جیسا کہ تم نے اس روز کہا تھا وہ خود بھی عشق میں مبتلا ہے۔ وہ تمہیں بہکا رہا ہے۔"

"سرنیدر! اب میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں۔"

"لیکن یقین نہ کرنے والی بات پر یقین دلایا بھی کیسے جا سکتا ہے۔" سرنیدر نے بحث کی۔

"یہ تمہاری بات ہے۔"

"اور تم خوش فہمی میں مبتلا ہو۔؟"

"نہیں میں حقیقت کی دنیا میں رہ رہی ہوں۔"

"میں ماننے کو تیار نہیں۔"

"لیکن میں ماننے کو تیار ہوں۔"

"وجہ۔؟"

"ہے ایک وجہ۔"

"وہ وجہ مجھے بتا دو۔"

"وقت آنے پر بتا دوں گی۔" نرملا نے آخری کوشش کی کہ وہ راز کو افشا نہ کرے۔

"کوئی وجہ تو بتاؤ گی نا۔"

"ہے۔؟"

"اگر ہے تو تمہیں میری قسم ابھی بتا دو۔ تاکہ جو آگ میرے جسم اور روح کو جلا رہی ہے وہ بجھ جا سکے۔" کہہ کر اس نے نرملا کو بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اور گرفت تنگ کرنے لگا۔

اور نرملا ایک عورت ثابت ہوئی اس لئے زندگی کا سب سے بڑا راز افشا کر ڈالا۔ "تم یقین نہیں کرو گے۔ میں ابھی تک کنواری ہوں۔" آخر نرملا نے اپنی کمزوری کا ثبوت دے ڈالا۔

"کیا۔" سریندر چلا پڑا۔

"ہاں سریندر یہ سچ ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔"

"عجیب ضد ہے۔ میں کہہ رہی ہوں تو کیا جھوٹ کہہ رہی ہوں۔"

"اتنے دن میاں بیوی کے ناطے ایک کمرے میں رہتے اور سوتے ہوئے تم ابھی تک کنواری ہو۔" سریندر کو ابھی تک یقین نہ آیا تھا۔

"ہاں سریندر میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اسی لئے تو مجھے پورا وشواش ہے کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ کر دکھائیں گے۔ وہ ایک روز مجھے تمہیں سونپ دیں گے۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں تمہاری امانت ہوں۔ اور انہوں نے اتنے دنوں میں یہ ثابت کر دیا کہ میں امانت ہوں۔ وہ چاہتے تو اسے تم کو پامال کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بس اب تو خوش ہو۔ اب تو یقین کر سکتے ہو کہ ایک روز میں تمہاری ہو جاؤں گی۔" "ہمیشہ کیلئے تمہاری ہو جاؤں گی۔" کہہ کر اس بار نرملا نے اپنے بازو پھیلا دیئے۔ اور ان میں سریندر تھا۔

"تم کہہ رہی ہو۔ یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں! لیکن ہے یہ عجیب سی بات۔؟"

"عجیب ہے یا نہیں! بہر صورت یہ حقیقت ہے۔"

"ہوں۔"

"اوں۔"

"مجھے تو کچھ اور نظر آتا ہے۔"

"کیا۔؟"

"یہ تمہارا پربھاکر کہیں ہیجڑا تو نہیں۔"

"سریندر ایسا مت کہو۔"

"کیا برا لگا۔"

"برا لگنے کی بات نہیں۔ لیکن کسی بنک کو بد نہیں کہتے۔"

"میں معافی مانگتا ہوں۔"

"تو اب مجھے جانے دو۔ اب تو یقین آگیا کہ صرف وقت کی بات ہے۔ اور میں تمہاری ہمیشہ کے لئے ہو جاؤں گی۔"

"او نرمل۔! تم نے میری زندگی بدل دی۔ میری مردہ روح کو زندہ کر ڈالا۔ میں تو سب کچھ ہار چکا تھا۔ اور نراش ہو چکا تھا۔ تم نے یہ سنا کر تو مُردہ جسم اور جذبات میں جان ڈال دی ہے۔"

"تو اب ! اٹھو ! اب مجھے جانے دو۔"

"نہیں۔ نرمل نہیں۔ اب میں نہیں جانے نہ دوں گا۔"

"پاگل ہو۔"

"پاگل تھا اور اب اور ہو گیا ہوں۔ کیا یہ خبر مجھے پاگل بنانے کیلئے کافی نہیں۔" سریندر کے ہونٹ کام کرنے لگے۔

"اب بس کرو۔ ! اب تو صبر سے کام لو۔"

"اب صبر کہاں۔ اتنی خوشی ـــــ او خدا۔"

"سریندر مجھے جانا ہے۔"

"بس جاتا ہوں۔"

لیکن سریندر کی دست درازیاں بڑھتی گئیں۔

"سریندر ـــــ پاگل نہ بنو۔ میں تمہاری ہوں۔ میرا سب کچھ ہی تمہارا ہے۔ اب صرف وقت کی بات ہے۔"

نرملا اسی قسم کے جملے کہتی رہی۔ اور سریندر کے ہاتھ اور ہونٹ کام کرتے رہے۔"

"نہیں - نہیں -" نرملا کمزور آواز میں بولی -

سریندر نے کوئی جواب نہ دیا -

نرملا کی مزاحمت بھی کمزور ہوتی گئی ۔ حتیٰ کہ اس نے خود کو سریندر کے سپرد کر دیا -

نرملا پلنگ پر پڑی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی - اور سریندر پریشان تھا کہ کیا کرے -

" نرمل - نرمل - "

" سریندر میرا آخری وقت آگیا ہے ۔ تم نے اچھا نہیں کیا ۔ خیر اچھا ہے کہ میں یہاں ہی جان دے دوں - اب میں ان کو مونہہ دکھانے کے قابل ــــ نہیں ــــ رہی - " نرمل مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی -

" نرمل ــ میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں - "

" نہیں - " کہہ کر نرملا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا " تم مجھے چھوڑ کر تو نہ جاؤ گے - "

پھر نرملا بے ہوش ہو گئی - اور سریندر کے ہوش اڑ گئے - اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے -

ٹھیک ساڑھے بارہ بجے اسے ہلکا سا ہوش آیا - اس نے آنکھیں کھول کر گرد و پیش کا جائزہ لیا -

" نرمل ــ تم ــــ تم ٹھیک ہو - "

" ہاں ــ " نرملا نے نحیف آواز میں کہا -

"آپ طبیعت کیسی ہے۔"؟

"ٹھیک ہوں۔"

"کھانا میں نے منگا لیا تھا۔ اب گرم تو نہ ہو سکے گا۔ پھر بھی کھایا جا سکتا ہے۔" سر نیدر نے کہا۔

"مجھے بھوک نہیں۔"

"تب پھر! تھوڑی دیر میں شاید لگ جائے۔"

"اب کیا بجا ہے۔"

"ساڑھے بارہ سے زائد۔"

"اوہ" نرملا نے اٹھنے کی کوشش کی۔

"نرملا اٹھو نہیں۔ نہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"وہ ڈیوٹی سے لوٹ آئے ہوں گے۔ اور مجھے گھر میں نہ پاکر کیا کہیں گے۔ سر نیدر یہ تم نے کیا کر ڈالا۔"

"مجھے معاف کر دو۔" کہہ کر سر نیدر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے سہلانے لگا۔

"اب میں ۔۔ اب میں تو نہ ۔۔۔۔۔۔۔ نرملا نے کہا۔ وہ جملہ مکمل نہ کر سکی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"نرملا حوصلہ کرو۔" سر نیدر نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ لیکن اس پھوٹ پھوٹ کر رو دینے کے جادو ۔ اثر کیا۔ وہ جتنا زیادہ رو رہی تھی۔ اتنا ہی زیادہ ٹھیک ہو رہی تھی۔

دس منٹ میں آنسو خشک ہو گئے۔

"سر نیدر میں نے تمہیں کہا تھا کہ صبر سے کام لو۔"

"نرمل مجھے معاف کردو۔" کہہ کر سرنیدر نے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔

نرملا ایک ماں کی طرح اس کا سر سہلانے لگی۔ "بھگوان یہ کیا ہو گیا۔ ــــ اب صبح ہی اس گھر میں داخل ہو سکوں گی۔ میں جانتی تھی کہ اور مجھے پورا وشواش تھا کہ ایک روز وہ مجھے تمہیں ضرور سونپ دیں گے۔ پھر تم نے ایسا کیوں کر ڈالا۔"

"مجھے معاف کر دو۔"

"اب میں کیا کہوں گی کہ رات بھر کہاں رہی۔"

"ہم صبح ہوتے ہی تمہاری بڑی بہن کے گھر چلیں گے۔ ڈاکٹر صاحب تو تمہاری مدد نہ کریں گے۔ لیکن ہم بڑی بہن کو راضی کریں گے۔ ان کے پاؤں پکڑ لیں گے۔ اور کہیں گے کہ وہ کہہ دیں گے کہ رات تم ان کے ہاں رہی تھیں۔" سرنیدر نے ترکیب بتائی۔

"شاید وہ ایسا جھوٹ نہ بولے۔"

"نہیں نرمل مجھے یقین ہے۔ میں انہیں مناؤں گا۔ آخر وہ بڑی بہن ہے ــــ اور تمہاری زندگی بچانے کی خاطر یہ معمولی سا جھوٹ بول دیں گی۔" سرنیدر نے بھاری آواز میں کہا۔

"شاید۔"

"نہیں نرمل وہ ایسا ضرور کریں گی۔" کہہ کر سرنیدر بیٹھ گیا۔ اور اس کا سر دبانے لگا۔

دس منٹ سے زائد وہ خاموش رہ کر حالات کا جائزہ لیتی رہی۔

"نرمل۔"

"ہوں۔"

"اب طبیعت کیسی ہے۔؟"

"اب تو ٹھیک ہے۔"

"پھر کچھ کھا لو۔"

"نہیں بھوک نہیں۔"

وہ ساڑھے تین بجے تک باتیں کرتے رہے۔ پھر تھک کر سو گئے۔ اور صبح نو بجے تک سوتے رہے۔

پہلے نرمل کی آنکھ کھلی۔ اس نے جو روشنی دیکھی تو ساتھ سو رہے سرندر کو جھنجوڑا۔

"سرندر ــــ سرندر ــــ اٹھو ــ! دن کافی چڑھ آیا ہے۔"

سرندر ہڑبڑا کر اٹھا۔ اور کہا "

"سرندر دن کتنا نکل آیا ہے۔ گھڑی کہاں ہے۔" اس نے تکیئے کے نیچے سے گھڑی نکالی۔ ارے بھگوان ــ! یہ تو نو بجے ہیں۔ اور ہم صبح ہی صبح بہن کے گھر جا رہے تھے۔"

"گھبراؤ نہیں۔! تم جلدی سے غسل کر لو۔ بس ناشتے کا آرڈر دیتا ہوں ـــ" کہہ کر سرندر پلنگ سے نیچے اترا۔

"ناشتے کو گولی مارو۔ تم بھی جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" نہ معلوم کیا ہونے والا ہے۔ ہر کام خراب ہو رہا ہے۔ میرا دل دھڑک رہا ہے۔ نہ معلوم کون سی آفت آنے والی ہے۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم غسل کر لو۔"

غسل سے فارغ ہو کر اور ناشتہ کر کے جب وہ بڑی بہن کے گھر پہنچے تو اس وقت سوا دس بجے تھے۔ نرملا بہن سے ملی۔

"تم —— تم کہاں سے آ رہی ہو۔" بڑی بہن نے سوال کیا۔

"وہ بعد میں بتاؤں گی۔"

"جانتی ہو۔!" بڑی بہن نے کہا۔ "ڈاکٹر بھیا ابھی ابھی آئے تھے۔ تمہارے آنے سے دس منٹ پہلے۔"

"ڈاکٹر بھیا آئے تھے۔"

"ہاں۔!"

"کیا کہہ رہے تھے۔؟"

"کچھ نہیں رہے تھے۔ پوچھ رہے تھے۔ تمہارے متعلق۔"

"کیا —— ؟"

"کیا نرملا رات یہاں ٹھہری تھی۔"

"اور تم نے کیا کہا۔"

"نہیں۔"

"اوہ بھگوان!" کہہ کر نرملا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اسے بڑے زور کا چکر آ رہا تھا۔ لیکن وہ گرتے گرتے بچی۔ "اب کیا ہوگا۔؟"

"وہ صبح ہی صبح ہری دت کے ہاں گئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا نرملا آپ کے ہاں تھی۔ ڈاکٹر بھیا نے کہا نہیں —— شاید میری طرف ہو —— اس لئے پتہ کرنے آئے تھے۔" بڑی بہن نے کہا۔

"بہن میں تو لٹ گئی۔" کہہ کر نرملا رونے لگی۔

"اب رو رہی ہو۔ رات سریندر کے ساتھ تھیں۔" بہن نے سرگوشیانہ انداز میں سوال کیا۔

نرملا نے سر کی جنبش سے تسلیم کیا۔

"یہ تو نے کیا کر ڈالا۔" بڑی بہن نے کہا۔ "خیر! گھبراؤ نہیں۔"

"میں یہی کہنے آئی تھی کہ اگر کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ میں میاں کے یہاں تھی۔ لیکن تیری قسمت [illegible] پہلے ہو گئی۔ ورنہ بات نہ [illegible] پہنچتا۔" نرملا نے کہا۔

"خیر جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب تم ذرا سستا لو۔ تمہارا تو رنگ پیلا پڑا ہوا ہے۔ سستا لو گی تو پھر تمہارے گھر چلیں گے۔"

اور نرملا سستانے لگی۔

صبح نو بجے ہری دت تیار ہو کر گھر سے باہر جانے لگا۔ تو ماں نے کہا۔
"بٹیا بہو تمام رات نہیں آئی۔"
"ماتا جی ادھر ڈاکٹر سہائی کے گھر گئی ہوگی۔ وہاں دیر ہو گئی ہوگی۔ تو اس نے سوچا ہو گا کہ رات وہاں ہی بسر کر لے۔" ہری دت نے جلدی سے کہا۔
"لیکن یہ ٹھیک نہیں۔! ایک تو وہ میرے انکار کرنے پر چلی گئی۔ پھر تمام رات گھر سے باہر گزارنا کہاں کی عقل مندی ہے۔"
"آئے گی تو ذرا ڈانٹ دینا۔ اور آئندہ کسی بھی حالت میں اسے اس کے بھائی سریندر کے ساتھ نہ جانے دینا۔"
اسی لمحہ گلی میں موٹر سائیکل کی آواز آئی۔
"لو شاید آ گئی ہے۔ آواز تو ڈاکٹر صاحب کے موٹر سائیکل کی ہی ہے۔" ہری دت نے کہا۔
"پھر ٹھیک ہے۔"
دو منٹ بعد ڈاکٹر صاحب صحن میں آ گئے۔
"نمستے ڈاکٹر صاحب —" ہری دت نے کہا۔

"نمستے !" اور ماں جی سے مخاطب ہوئے "ماتا جی نمستے۔"
"نمستے بیٹا۔"
"ڈاکٹر صاحب آپ اکیلے آئے ہیں۔" ہری دت نے سوال کیا۔
"ہاں ! اور کیسے آنا تھا۔"
"نرملا کیوں نہیں آئی۔؟"
"نرملا۔ وہ میرے ساتھ کیوں آتی۔؟"
"کیا رات وہ آپ کے ہاں نہیں تھی۔"
"نہیں۔!"
"او۔" ہری دت نے گہرا سانس لیا۔" میں سمجھا وہ آپ کے ہاں ہے۔ کل شام کو اسی سر نیدر کے ساتھ گئی تھی۔ ماتا جی نے اسے منع بھی کیا تھا۔ کہ نہ جائے۔ لیکن ماتا جی کا حکم ٹھکرا کر چلی گئی۔ پھر رات بھر نہیں لوٹی۔"
"شاید بڑی بہن کے ہاں نہ چلی گئی ہو۔"
"شاید۔"
"میں ابھی جا کر پتہ کرتا ہوں۔ بڑی نادان اور بیوقوف لڑکی ہے۔ اگر رات کو بہن کے ہاں رہنا تھا۔ تو آپ لوگوں کو خبر بھجوادی ہوتی ادھر آپ ناحق پریشان ہیں۔" ڈاکٹر نے کہا۔ خیر! میں آج اس کی خبر لیتا ہوں۔ اور ابھی جا کر پتہ کرتا ہوں۔" کہہ کر وہ گھر سے نکل گئے۔
"بیٹیا یہ بہو......" ماں نے کچھ کہنا چاہا۔
"کچھ نہیں ماتا جی! آپ کوئی فکر نہ کریں۔ ایسی ویسی کوئی بات نہیں۔ بچپن ہے۔ اور کچھ نہیں۔" ہری دت نے بات ختم کرنا چاہی۔

گو بات ختم ہو گئی لیکن بات ختم نہ ہو سکی۔ ہری دت کے ذہن میں یہ بات پختہ ہو گئی تھی۔ کہ نرملا بے راہ نہیں یا ہلبسر کی تھی۔ اور بڑی بات نہیں کی۔ سر نبیدر کے ساتھ بسر کی ہے۔

اب اس بکواس اور ڈھونگ کا ختم کرنے کا وقت آگیا تھا۔ اب تک نرملا صرف اس کے جذبات سے کھیل رہی تھی۔ اور اب اس نے گھر اور خاندان کی عزت کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ اور یہ بات ہری دت کو کسی بھی قیمت پر منظور نہ تھی۔

وہ کناٹ پلیس جانے کے لئے تیار تھا۔ لیکن اب اس نے ملتوی کر دیا۔ اب وہ نرملا کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔ اور جاننا چاہتا تھا کہ حقیقت کیا ہے۔ اب مزید برداشت کی قوت نہ تھی۔ اور نہ ہی وہ نرملا کو آزادی دے سکتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب ساڑھے دس بجے کے بعد لوٹے۔

" پتہ چلا۔ " ہری دت نے سوال کیا

" نہیں۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ " ڈاکٹر کو اعتراف کرنا پڑا۔

" او — " ہری دت نے گہرا سانس لیا۔

" تو لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔ آخر لوگوں کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونکی جا سکتی۔ "

" لوگ کیا کہتے ہیں۔ ؟ "

" یہ سر نبیدر کون ہے۔ ؟ "

" میں نہیں جانتا۔ " ڈاکٹر نے فوراً کہہ دیا۔

" اور وہ کہتا ہے کہ وہ چچا زاد بھائی ہے۔ " ہری دت نے کہا۔

شاید کوئی دور سے رشتہ رکھتا ہو۔ لیکن میں نے اسے دیکھا نہیں
اور میں ایک عرصہ سے دہلی رہ رہا ہوں۔" ڈاکٹر نے اب بات پر پردہ
ڈالنا چاہا۔ جب وہ تمام پردے اتار چکا تھا۔

"خیر تم فکر نہ کرو۔ اسے آنے دو میں اس کی وہ خبر لوں گا
کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کریگی۔"

ہری دت نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بات کو طول نہ دینا چاہتا تھا۔
وہ چپ چاپ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور ڈاکٹر صاحب ماسٹر جی کے
پاس چلے گئے۔

بارہ بجے کے قریب نرملا آ گئی۔ اور گھر میں ایک شور سا مچ گیا۔
"آ گئی۔ نرملا آ گئی۔"

ہری دت اپنے کمرے میں ہی رہا۔ تھوڑی دیر بعد نرملا۔ اس کی بہن
اور سریندر اس کے کمرے میں تھے۔

سریندر نے ہنسنے کی لیکن ہری دت نے جواب نہ دیا۔ نرملا
اور اس کی بہن یہ تیور دیکھ کر سہم گئیں۔ وہ جانتے تھے کہ بات بگڑ
گئی تھی۔ اور اب صرف نتیجہ بھگتنا تھا۔

"معاف کرنا ہری دت میں رات تمہیں کہلوا نہ سکی تھی کہ نرملا
میرے ہاں رات گذارے گی۔" بہن نے صفائی پیش کی۔

"او ——" ہری دت غرایا۔ "تو رات یہ آپ کے ہاں تھی۔"
"ہاں۔"

اور ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ یہ وہاں نہیں تھی۔ وہ آپ کے گھر
گئے تھے۔ اور پتہ کر کے آئے تھے۔"

"کمال ہے۔" بہن بولی۔ "میں نے انہیں کہا تھا کہ وہ رات میرے ہاں رہی ہے۔ اس وقت یہ غسل کر رہی تھی۔ کہ ڈاکٹر صاحب آئے تھے۔" ڈاکٹر صاحب بھی موٹر سائیکل پر ہوا کی طرح سفر کرتے ہیں۔"

"حد ہے۔ بھائی کچھ کہتا ہے اور بہن کچھ۔"

اتنے میں ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے۔

"تم کہاں تھیں۔" ڈاکٹر نے نرملا سے سوال کیا۔

"جی میں ان کے گھر تھی۔"

"کیا بک رہی ہو۔ میں صبح گیا تھا۔ تو اس نے کہا تھا۔ کہ تم وہاں نہیں ہو۔" ڈاکٹر گرجا۔

"بھیا میں نے تو کہا تھا کہ وہ ہے۔" بڑی بہن نرملا کی مدد کو بڑھی۔

"کیا۔؟" ڈاکٹر اس جھوٹ پر ہنستا گیا۔

"ہاں بھیا میں ٹھیک تو کہہ رہی ہوں۔ آپ تو ایک منٹ نہ رکے۔" بڑی بہن نے کہا۔ اور شاید اس نے آنکھ کے اشارے سے خاموش رہنے کو کہہ دیا تھا۔

"پھر میں نے ٹھیک سے نہ سنا ہوگا۔" ڈاکٹر بولا۔

ہری دت یہ تمام تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اور خاموش تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ بڑی بہن جھوٹ بول رہی ہے۔ لیکن اس نے ظاہر نہ کیا۔

"ڈاکٹر صاحب یہ لڑکا کون ہے۔؟" ہری دت نے سر بندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ! یہ تو ہماری گلی میں رہتا ہے۔" ڈاکٹر نے سچ بول دیا۔

"اور آپ کا اس سے کیا رشتہ ہے۔؟"

"رشتہ کیا ہے۔ جو گلی محلہ کے لوگوں میں ہو جاتا ہے۔ ایک پڑوس کے ناطے ــــ اور رشتہ کیا ہوتا ہے۔"

"اور یہ تو کہتا تھا کہ چچا زاد بھائی ہے۔"

"اب اور کیا کہے گا۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ پھر وہ نرملا سے مخاطب ہوئے۔ "نرملا۔"

نرملا نے نگاہیں اٹھا کر بڑے بھائی کو دیکھا۔

"آج کے بعد اگر تم نے اس گھر سے بغیر اجازت قدم باہر رکھا۔ تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ یہ مت سمجھو کہ اب تمہاری شادی ہو گئی ہے۔ تم خود مختار ہو گئی ہو۔ میں تمہاری اب بھی ہڈی پسلی ایک کر دوں گا۔" ڈاکٹر صاحب نے گرج کر کہا۔

"نرملا خاموش رہی۔

"سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے۔؟"

"جی! آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔" نرملا نے کہا۔

"اور سریندر تم اب یہاں سے چلتے نظر آؤ اور آئندہ تمہارے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔" ڈاکٹر صاحب مخاطب ہوئے۔

"جی۔!" سریندر نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ اس کے خواب خیال میں بھی نہ تھا کہ بات اس آسانی سے ختم ہو جائے گی۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور سیدھا ہوٹل پہنچ کر دم لیا۔

"اچھا میں چلتا ہوں۔ مجھے تو بہت کام ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ اور کمرے سے نکل گئے۔

بڑی بہن کچھ دیر بیٹھی رہی جب اس نے دیکھا کہ آفت ٹل گئی۔

اور ایسی خطرے کی کوئی بات نہیں۔ اس نے نرملا کے کان میں کہا۔ "چلو جان بچی اور لاکھوں پائے۔ آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا۔"

نرملا نے گردن ہلا دی۔

وہ جب سے بہن کے گھر سے چلی تھی اس کی بُری حالت تھی۔ اس کا حلق سوکھ رہا تھا۔ ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ دل دھڑک رہا تھا۔ اب جاکر اس کی جان میں جان آئی تھی۔

واقعی آفت ٹل گئی تھی۔ اس بار تو وہ بچ گئی۔ لیکن وہ سمجھ گئی تھی۔ کہ آئندہ وہ گھر سے نہ نکل سکے گی۔

ہری دت اپنی جگہ خاموش تھا۔ اور اس کی خاموشی پُراسرار ہوتی جا رہی تھی۔

بڑی بہن چلی گئی تھی۔

ماں نے آکر کہا۔ "کھانا کھا لو۔"

"آتا ہوں۔" کہہ کر ہری دت اٹھا۔ اور رسوئی گھر میں چلا گیا۔

وہ کھانا کھا کر اپنے کمرے میں لیٹ گیا۔ نرملا نے بھی کھا لیا۔ وہ تو رات کی بھوکی تھی۔

دو نو کمرے میں بیٹھے تھے۔ ہری دت کی پُراسرار خاموشی سے نرملا پریشان اور بے چین ہو رہی تھی۔

"آپ مجھ سے ناراض ہیں۔"

"نہیں۔ بھلا کیوں ناراض ہونے لگا۔" کہہ کر ہری دت ہنس دیا۔

"نہیں آپ چپ چپ سے ہیں۔"

"ناراضگی کی بات کیا ہے۔ ایک لڑکی بڑی بہن کے گھر رات نہیں

گنوا سکتی ۔ آخر اس میں برائی کیا ہے۔" ہری دت نے زہر خند الفاظ میں کہا۔

نرملا اس انداز کو نظر انداز نہ کر سکی۔ گناہ کی سیاہی اس کے چہرے پر بکھری ہوئی تھی۔ وہ لاکھ چھپاتی لیکن۔ چھپا نہ سکتی تھی۔ اور ہری دت اتنا بیوقوف نہ تھا جتنا وہ سمجھتی تھی۔

"نرملا۔"

"جی۔"

"آؤ آج میں تمہیں گھما لاؤں۔ زندگی میں یہ ارمان نہ رہ جائے کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ ایک بار بازار گھومنے بھی نہ گیا۔" اٹھ کر ہری دت کھڑا ہو گیا۔ "آؤ آج تمہارے ساتھ کناٹ پیلیس چلتا ہوں۔ یوں تو زندگی میں سیکڑوں بار گیا ہوں۔ لیکن آج اور ہی لطف ہو گا۔" ہری دت مسکرا رہا تھا۔

"میں لباس بدل لوں۔"

"اس میں کیا بری دکھائی دے رہی ہو۔ مجھے تو ایک دیوی دکھائی دے رہی ہو۔" ہری دت نے کہا۔ "شانتی دیوی! پھر لباس انسان کے اعمال کو تو نہیں ڈھانپ سکتا۔ وہ تو صرف جسم کو ڈھانپ سکتا ہے۔"

نرملا کانپ اٹھی۔ تو ہری دت جانتا تھا کہ رات اس نے زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ کھو دیا تھا۔ وہ رات لڑکی سے عورت بن گئی تھی۔

"جیسا آپ بہتر سمجھیں۔"

"بہتر یا نا بہتر لباس کا کیا ہے۔ پھر اتنا خوبصورت تو ہے۔ اور اس میں تم جچ بھی رہی ہو۔"

نرملا کے پاس سوائے برداشت کرنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ دونو گھر سے نکلے اور تانگہ میں بیٹھ کر کناٹ پلیس چلے گئے۔ کچھ دیر وہ دوکانوں کے آگے چلتے رہے۔

"آؤ پارک میں بیٹھتے ہیں۔"

"جی۔"

وہ جاکر پارک میں بیٹھ گئے۔

"نرملا۔"

"جی۔"

"اس دنیا میں انسان انسان کو کیوں نہیں پہچانتا ــ" ہری دت نے خلا میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جی میں سمجھی نہیں۔"

"ہاں یہ بھی درست ہے۔ بہت سی باتیں سمجھ سے بالا ہوتی ہیں اور پھر انسان اگر تمام باتیں سمجھ سکتا ہو۔ اگر وہ اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکتا ہو۔ اگر وہ جانتا ہو کہ اس کا مستقبل روشن ہے۔ تو پھر خدا کی ضرورت کہاں رہتی ہے۔ اور پھر سکھ اور دکھ ـــــ اس کا بھی تو فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ایک بات کسی کے لئے سکھ کا باعث ہو سکتی ہے۔ وہ دوسرے کے لئے دکھ کا۔ اور اسی طرح ایک بات کسی کے لئے دکھ کا باعث ہو سکتی ہے اور کسی کے لئے سکھ کا ــــ لیکن انسان وہ ہے جو کسی کے دل پر ٹھیس نہ پہنچائے۔ جو کسی کے اعتماد سے نہ کھیلے ــــ یہ درست ہے کہ آج کا انسان روحانیت اور مذہب سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ مذہب کا خوف اس کے ذہن سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اور وہ مشینی زندگی میں کھو کر مادیات کا پجاری

مل گیا ہے۔ لیکن میں ایک سوال کرتا ہوں ــــ کیا یہ دولت، کاریں، مشینیں آرام و آسائشوں کی اشیاء اسے سکون دے سکتی ہیں۔ کیا اب اسے آرام اور چین ہے ــــ اگر نہیں! تو کیوں نہیں! اسی لئے کہ اس نے یہ تمام غلط طریقوں سے حاصل کیا ہے۔ ہم غلط طریقے سے جو بھی حاصل کرتے ہیں۔ وہ ہمیں سکون نہیں بخشتا۔ ہم سوچتے ہیں کہ ہم خوش ہیں وہ مل گیا ہے جس کی تلاش تھی۔ لیکن جب انسان ضمیر سے سوال کرتا ہے تو وہ ایک کانٹا ہے۔ ایک خلش ہے۔ جو کہتی ہے کہ نہیں ــــ نہیں میں نے غلط کام کیا ہے۔"

لیکن نرملا کے پاس ایسی باتوں کا کیا جواب تھا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی۔ کہ اس کی چوری پکڑی گئی تھی۔ اور اب ہر دن اسے کچھ کے لگا رہا تھا اسے یہ کچھ برداشت کرنا تھا۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

"نرملا۔"

"جی۔"

"میں نے تو زندگی میں کسی لڑکی سے پیار نہیں کیا۔ اور تم ایک ایسی لڑکی ہو جس نے کسی سے پیار کیا ہے۔ تم مجھے بتا سکتی ہو۔"

"کیا۔؟"

"کہ کیا پیار میں لوگ خود غرض ہو جاتے ہیں۔"

نرملا خاموش رہی۔

"خود غرض سے مراد ہے۔ کیا لوگ صرف اپنے جذبات اور اپنے احساسات ہی کا خیال رکھتے ہیں۔؟"

"کسی حد تک ــــ" نرملا نے جواب دیا۔

"لیکن جو لوگ پیار میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یعنی میاں بیوی نہیں بن سکتے۔ وہ کبھی تو زندہ رہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ لیکن مردوں سے بدتر۔"

"او — " ہری دت نے گہرا سانس لیا۔ "اس کا مطلب ہے زندگی صرف پیار کرنے والے لوگوں کے پاس ہوتی ہے۔ جن سے پیار چھن جاتا ہے وہ مردوں سے بدتر ہو جاتے ہیں۔"

نرملا سنبھل گئی۔ ہری دت اسے پیٹ رہا تھا اور اس سے کچھ اقبال کرانا چاہتا تھا۔ لہذا وہ خاموش رہی۔

"نرملا تم نے جواب نہیں دیا۔"

"جی یہ تو اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے۔"

"او۔ " ہری دت نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ "تم براہ راست جواب دینے سے ہچکچا رہی ہو۔ خیر! تم بتانا نہیں چاہتی ہو کہ پیار کرنے والے صرف اپنے حق میں کیوں سوچتے ہیں۔ آج میں تمہیں اس لڑکے سے ملواؤں گا۔ جس کے ساتھ میرا نام منسلک کر کے مجھے رسوا یا بدنام کیا جاتا ہے۔ کیا ملو گی اس سے۔؟"

"آپ اگر ملوائیں گے تو مل لوں گی۔" نرملا نے دھیمی آواز سے کہا۔

"نرملا۔"

"جی۔"

"اگر میں تمہیں آزادی دیدوں یعنی اس بندھن کو ختم کر دوں تو کیا تم یقین سے کہہ سکتی ہو کہ وہ لڑکا تمہیں اپنا لے گا۔"

"جی۔

"تم نے جواب دینے میں دیر لگائی۔ کیا تم حال ہی میں اسے ملی ہو۔ اور اس کے خیالات کو جانتی ہو۔ شاید ہو سکتا ہے۔ کہ اب اس کے پیار میں وہ گرمی نہ رہی ہو ——" ہری دت نے جذباتی لہجہ میں کہا۔

"جی میں ایسا نہیں سوچتی۔"

"تمہاری سوچ اور اس کی سوچ میں فرق ہو سکتا ہے۔ جیسے میرا تمہارے ساتھ جو سمبندھ رہا ہے۔ وہ تم ہی جانتی ہو۔ وہ شاید نہیں جانتا ہوگا۔ نہ ہی یقین کرے گا۔ کہ تم گنگا کی طرح پوتر ہو۔ اس صورت میں شاید اب وہ تمہیں بیوی بنانے کے لیے تیار نہ ہو۔"

"مجھے وشواش ہے۔ کہ وہ مجھے ٹھکرائے گا نہیں۔"

"او ——" ہری دت نے گہرا سانس لیا۔ کچھ دیر وہ وہاں خاموش بیٹھے رہے۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا۔

"آؤ چلیں۔"

نرملا بھی کھڑی ہو گئی ——— اور اس کے ساتھ چلنے لگی۔ وہ کافی دیر تک چلتے رہے لیکن انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ ایک پل کے نیچے سے گذرنے کے بعد چڑھائی تھی۔ پھر کوارٹروں کی قطار تھی۔

ایک کوارٹر کے سامنے وہ رک گیا۔

"وہ لڑکی اس جگہ رہتی ہے۔" ہری دت نے کہا۔ "آؤ آج تمہیں اس سے ملوا دوں۔"

وہ اندر گئے تو برامدے میں ششی نے ان کا استقبال کیا۔

"بھائی صاحب آپ! آپ بھابھی کو لائے ہیں۔"

"ہاں۔ ششی! پتا جی کہاں ہیں۔"

"وہ بازار گئے ہیں۔ لیکن آپ اندر بیٹھیے میں ماں کو خبر کرتی ہوں۔" کہہ کر وہ غائب ہو گئی۔

میاں بیوی اندر جا کر بیٹھ گئے۔

"شرما جی میرے افسر بھی ہیں۔ دوست بھی ہیں۔ اور بزرگ بھی ہیں۔ بہت ہی نیک طبیعت پائی ہے۔ ششی کو تم نے ابھی دیکھا ہے۔ یہ ان کی سب سے بڑی بیٹی ہے۔" ہری دت نے بتایا۔

"لیکن یہ تو مشکل سے گیارہ بارہ برس کی ہوگی۔"

"ہاں۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ بارہ برس کی ہے۔"

"لیکن — لیکن یہ تو بچی ہے۔"

"اسی لئے تو میں ملوانا چاہتا تھا۔ ماسٹر جی کی بات اور ہے۔ ماسٹر جی ہی نہیں کچھ لوگ دوسروں میں عیب نکالتے ہیں۔ اور یہ ان کی سرشت ہے۔ وہ عام سی باتیں بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور ماسٹر جی ان میں سے ایک ہیں۔ اور کچھ لوگوں کو زندگی میں صرف بدنامی دکھ اور مصائب نصیب ہوتے ہیں۔ میں ان میں سے ایک ہوں۔" کہہ کر ہری دت خوب کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

ششی اپنی ماں کے ساتھ لوٹ آئی تھی۔ ہری دت نے تعارف کرایا۔ اور باتیں شروع ہو گئیں۔

چائے وغیرہ پینے کے بعد وہ ایک گھنٹہ سے زائد صرف کرنے کے بعد وہ وہاں سے چل دیئے۔ باہر نکل کر ہری دت نے ساتھ چلتے ہوئے سوال کیا۔

"تمہاری کیا رائے ہے۔"

"کس چیز کے متعلق۔ ؟"

"ماسٹر جی نے جو الزام یا تہمت لگائی ہے۔ اس میں کہاں تک حقیقت ہے۔"

"کوئی حقیقت نہیں۔"

"بس میں یہی بتانا چاہتا تھا۔"

اس کے بعد ان میں کوئی بات نہ ہوئی۔ اور وہ گھر پہنچ گئے۔ رات کے ساڑھے آٹھ بجے انہوں نے کھانا کھایا۔ موسم میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ کھانے کے بعد سب اپنے اپنے کمرے میں بند ہو گئے تھے۔

کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اور نرملا پلنگ پر بیٹھی تھی۔ ہری دت کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر گذر نے کے بعد ہری دت نے کتاب بند کر کے رکھ دی۔ اور کھڑا ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

نرملا جانتی تھی کہ ہری دت کوئی خاص بات کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ اس کے لئے خود کو تیار کر رہا تھا۔ وہ اس کشمکش میں تھا کہ بات کہاں سے شروع کرے۔

یہ خاموشی نرملا کو پریشان کر رہی تھی۔ کسی نے بھی بات کو طول نہ دیا تھا کہ وہ رات کہاں رہی تھی۔

"نرملا ــــ" ہری دت رک گیا۔ اس نے اپنا ایک پاؤں پلنگ کے بازو پر رکھ دیا۔

"جی۔"

"میں دن بھر سوچتا رہا ہوں۔ اور تم بھی سمجھتی ہو کہ رات بھر غائب رہنے والی عورت کے متعلق اس کا خاوند کیا کچھ سوچ سکتا ہے۔

میں نے تمام واقعات کی کڑیاں جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ اور اب تم سے صرف ایک سوال کرتا ہوں۔"

نرملا نے نگاہیں اٹھا کر اسے سوالیہ انداز سے دیکھا۔

"رات تم کہاں تھیں۔"

"بہن کے گھر۔"

"وہ تو ہم نے سن لیا ہے۔ اگر میں نے اس بات پر یقین کر لیا ہوتا تو یہ سوال کیوں کرتا۔؟"

"کیا آپ کو شک ہے۔؟"

"بالکل۔"

"لیکن یہ سچ ہے۔"

"دیکھو نرملا سچ کیا ہے۔ وہ صرف تم جانتی ہو۔ ڈاکٹر صاحب صبح آئے اور پھر تمہاری بہن کے گھر گئے۔ اور وہاں سے آ کر کہا کہ تم وہاں بھی نہ تھیں۔ پھر تم بہن کے ساتھ آئیں۔ اور میں نے ڈاکٹر صاحب کو جھوٹا ثابت کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ رات تم ان کے ہاں تھیں۔"

"یہ ٹھیک ہے۔"

"او۔" ہری دت غرایا۔ "دیکھو نرملا۔ میں ایک سیدھا سادا آدمی ہوں۔ ان دنوں میں تم نے دیکھ لیا ہوگا۔ کہ میں اپنی زبان کا پاس رکھتا ہوں۔ میں اپنے الفاظ کا احترام کرتا ہوں۔ اور جو کہتا ہوں اس پر عمل کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ تم میری بیوی ہو۔ قانون اور سماج نے مجھے بہت سے اختیارات دیئے ہیں۔ اور ان اختیارات میں یہ بھی ہے کہ میں تمہارے جسم کا مالک ہوں۔ کیا یہ غلط ہے۔" ہری دت نے پوچھا۔

"جی درست ہے۔"

"میں نے تمہیں کہا تھا کہ میں وقت آنے پر تمہیں اس لڑکے کے حوالے کر دوں گا۔ جس سے تم پیار کرتی ہو۔"

"جی کہا تھا۔"

"اور میں نے تمہارے جسم کو ہاتھ نہیں لگایا۔"

"جی۔"

"میں جانتا ہوں کہ میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ اور یہ سوچ کر میں اگر خود غرضی پہ اتر آؤں تو تمہارے جسم کو حاصل کر سکتا ہوں۔ آخر مجھے کل بدنام اور رسوا تو ہونا ہی ہے۔ پھر اس کی قیمت کیوں نہ وصول کر لوں۔ کم از کم دل کو ہلکی سی تسلی تو رہے گی۔ کہ جو بدنامی اور رسوائی ملی ہے اس کے عوض میں کچھ تو ملا تھا۔ ایک کنوارا جسم ملا تھا ——" ہری دت نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

ترملا کانپ گئی۔ اگر ہری دت نے ایسا کیا تو بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ پھر وہ کیا جواب دے گی۔" وہ خاموش رہی۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

"اگر میں ٹھیک کہہ رہا ہوں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی ٹھیک جواب دو۔ اگر میں تمہارے ساتھ جبر نہیں کرتا۔ اگر میں سچ کا پجاری ہوں۔ تو کیا یہ توقع نہیں رکھتا کہ تم بھی سچ سے کام لو۔ جب مجھے فریب اور مکر سے نفرت ہے۔ تو کیا یہ توقع نہیں کرتا کہ تم بھی فریب اور مکر سے کام نہ لو —— بولو۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں ۔"

"پھر بتاؤ کہ رات تم کہاں تھیں ۔"

"بہن کے پاس ۔"

"جھوٹ ۔ !" ہری دت نے غصہ سے کہا ۔

"جی یہ سچ ہے ۔" نرملا نے دھیمی آواز میں کہا ۔

"نرملا یہ جھوٹ ہے ۔ ! اور میں سچ جاننا چاہتا ہوں ۔ اور ہر قیمت پر جاننا چاہتا ہوں ۔ میں جانتا ہوں عورت پر ہاتھ اٹھانا غلط ہے ۔ مجھے یہی تعلیم دی گئی ہے ۔ لیکن میں ایک انسان ہوں ۔ اور مجھے غصہ بھی آ سکتا ہے ۔ جب کوئی مجھے دھوکا یا فریب دے میں اسے برداشت نہیں کر سکتا ۔ میں آخری بار کہتا ہوں کہ سچ بتاؤ تم رات کہاں تھیں ۔" ہری دت نے وزنی آواز میں کہا ۔

"بہن کے گھر ۔"

"او ۔۔۔" کہہ کر ہری دت میز کی طرف لپکا ۔ وہاں تقریباً ایک انچ موٹا رول پڑا تھا ۔ اس نے وہ رول اٹھا لیا ۔ اور بڑھ کر نرملا کی پیٹھ پر تین چار پوری قوت سے جڑ دیا ۔

نرملا نے اف تک نہ کی ۔ اس نے روکنے کے لئے ہاتھ بھی آگے نہ کئے اور نہ ہی وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس ہوئی ۔

"بتاؤ تم کہاں تھیں ۔ تم اس گھر کی عزت کے ساتھ کھیل رہی ہو ۔ اور میں نے اس کی اجازت نہ دی تھی ۔ تم ماں جی کے منع کرنے پر بھی ہربنس کے ساتھ چلی گئیں ۔ بتاؤ تم کہاں تھیں ۔"

نرملا اسے ایک ٹک دیکھ رہی تھی ۔ جہاں رول پڑے تھے اس

نے اس حصے کو چھوا تک نہ تھا۔ وہ درد کو پی گئی تھی۔

"بولو۔"

لیکن جواب میں نرملا اسے ایک ٹک دیکھتی رہی۔

"تم نیچ اور کمینی ہو۔ تم میرے ساتھ دھوکا نہیں کر رہی ہو بلکہ اس لڑکے کے ساتھ بھی دھوکا کر رہی ہو۔ جس کو تم پیار کرتی ہو۔" ہری دت نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں —" نرملا نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔

"کیا نہیں —؟"

"میں اس کے ساتھ دھوکا نہیں کر رہی ہوں جس کو میں پیار کرتی ہوں۔"

"کیا مطلب —؟"

"سریندر وہی لڑکا ہے۔"

"کیا —؟" ہری دت کا مونہہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

"جی ہاں —" نرملا نے جواب دیا۔

"او —" کہہ کر ہری دت نے گہرا سانس لیا۔ اس کا تمام غصہ کافور ہو گیا تھا۔ وہ رول ہاتھ میں لئے میز کی طرف بڑھا۔ اور اس نے رول میز پر رکھ دیا۔ پھر وہ لوٹ آیا۔ "تو اس ڈھونگ کی کیا ضرورت تھی۔؟" بھائی کا سائین بورڈ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ تم نے پہلے روز ہی مجھے بتا دیا ہوتا۔ اور آج جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ کم از کم میں ہاتھ نہ اٹھاتا۔ اب تا عمر مجھے افسوس رہے گا۔" ہری دت نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "مجھے شک تو پہلے ہی تھا۔ رام دت نے تمہارا ایک روز تعاقب کیا تھا۔ اور جس ہوٹل میں وہ ٹھہرا ہے۔ وہ وہاں تک گیا تھا۔ اور رات

تم اس کے ساتھ اس ہوٹل میں تھیں۔ کیا یہ غلط ہے۔"

"جی نہیں۔"

"میں جانتا تھا۔ میں صرف تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ میں خوش ہوں کہ تم نے خوف کی وجہ سے اقبال نہ کیا بلکہ اپنی مرضی سے اقبال کیا ہے۔ اب ایک بات اور بتا دو۔"

"پوچھیے۔"

"کیا تم نے رات خود کو اسے سونپ ڈالا۔"

نرملا نے نگاہیں نیچی کر لیں۔

"او ۔۔۔ تو تم نے سونپ ڈالا۔ اور تم نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی چلا ڈالی۔ خیر! ایک روز تم پچھتاؤ گی۔ عورت سمجھتی ہے کہ دل ہارنے کے بعد ہارنے کیلئے کچھ نہیں رہتا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جسم ہارنے کے بعد کچھ نہیں بچتا۔ اور تم نے زندگی کا سب سے بڑا سہارا ہار دیا۔ اب تمہارا مفاد اسی میں ہے۔ کہ سریندر ابھی جوش میں ہے۔ ابھی وہ شادی کرے گا۔ اگر وقت گذر گیا تو وہ تمہارا نہ رہے گا۔ بلکہ بدل جائیگا۔"

"جی نہیں! وہ کبھی نہیں بدلے گا۔"

"خیر! میں آج سے چند برس بعد اگر کبھی سٹرک پر مل گیا تو پوچھ لوں گا۔ بہر صورت میری طرف سے یہ ڈرامہ ختم ہو گیا۔ میں کل یہ بات کر دوں گا۔" ہری دت نے کہا۔ "اور اب تم سو سکتی ہو۔ اگر کہو تو تمہاری چوٹوں پر کوئی مرہم لگا دوں۔"

نرملا نے جواب نہ دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے لیکن وہ فیصلہ نہ کر سکی کہ یہ آنسو درد کی وجہ سے تھے۔ یا اس اخلاقی چوٹ کی وجہ سے جو ہری دت نے اسے پہنچائی تھی۔

اگلے روز صبح آٹھ بجے ہی ہری ونت ماسٹر جی کے کمرے میں چلا گیا۔ ماسٹر جی دوپہر کی شفٹ میں جاتے تھے۔ لہٰذا صبح گھر پر ہی رہتے تھے۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب اس ڈھونگ سی شادی کو ختم کر دے۔

"بھیّا جی میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور — !" ماسٹر جی اخبار پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے اخبار رکھ دیا۔

"بچوں کو باہر بھیج دیجئے۔"

"ایسی کیا بات ہے۔ ؟"

"جی ہاں۔"

انہوں نے بچوں کو باہر کر دیا۔ ادھر بڑی بہن بھی آ گئی۔ اور وہ بھی پاس بیٹھ گئی۔

"میں اپنی شادی یا بیوی کے متعلق کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور —"

"اگر آپ چاہیں میں تفصیل بتا سکتا ہوں۔ اگر آپ سمجھتے ہوں کہ تفصیل کی ضرورت نہیں تو میں مختصر الفاظ میں بیان کر دوں۔" ہری ونت

نے کہا۔ اور بہن کی طرف دیکھا۔ جیسے اجازت مانگ رہا ہو۔

"جیسا مناسب سمجھو۔"

"بات یہ ہے۔ جیجا جی کہ آپ نے یہ شادی کرائی تھی۔ اور ڈاکٹر صاحب آپ کے جگری دوست ہیں۔ لہٰذا میں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے آپ سے بات کرنا مناسب سمجھتا تھا۔"

"تمہید کی ضرورت نہیں بات کرو۔"

"بات یہ ہے کہ نرملا شادی سے پہلے کسی لڑکے سے پیار کرتی تھی۔" ہری دت نے کہا۔

ماسٹر جی ہنس پڑے۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔" بہن بملا نے خاوند سے سوال کیا۔

"منہوں نہیں تو رو دوں۔ میں پوچھتا ہوں نرملا کی عمر ہی کیا ہے۔ اور اس عمر میں پیار کسے کہتے ہیں۔ اسے کیا معلوم۔ گلی میں کوئی لڑکا رہتا ہو گا —— کچھ دیر باتیں کر لیتی ہو گی۔ تو کیا اسے پیار کہتے ہیں۔" ماسٹر جی نے کہا۔

"خیر اس کی سن تو لیجئے۔" بہن بملا بولی۔

"ہاں سناؤ برخوردار۔" ماسٹر جی نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب آپ کے جگری دوست ہیں لہٰذا آپ ان کی حمایت کریں گے۔ پھر بھی میں مناسب سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے آپ کو مطلع کر دوں۔ کیونکہ آپ بزرگ ہیں۔ اور آپ نے یہ شادی کرائی تھی۔

"اور میں نے غلطی کی۔" ماسٹر جی نے مونہہ بگاڑ کر کہا۔

"ہری دت تم بات سناؤ۔"

"تو نرملا شادی سے پہلے کسی لڑکے سے پیار کرتی تھی ۔ اور اس کی ماں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ شادی اسی کے ساتھ ہوگی۔" ہری دت نے بات شروع کی۔

"اور اب تم اس بات کی آڑ لے کر اس رشتہ کو ختم کرنا چاہتے ہو۔ تم نرملا کو اس کے میکے میں بٹھانا چاہتے ہو۔ کیونکہ یہ شادی میں نے کرائی تھی۔ برخوردار میں جانتا ہوں تم روز اول سے اس شادی کے خلاف تھے میں جانتا ہوں کہ تم کس قسم کی صحبت میں بیٹھے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم اس شرما کی لڑکی کے چکر میں ہو۔ اور تم اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتے تھے ۔ایک تم ہی نہیں ! تمہاری بہن کملا جو چار پیسے پاکر بد دماغ ہوگئی ہے وہ بھی اس شادی کے خلاف تھی۔ لیکن برخوردار میں ایک شریف آدمی ہوں ۔ تم ایک شریف خاندان کے لڑکے ہو۔ جہاں شادی کا رشتہ معمولی معمولی بات پہ نہیں ٹوٹ سکتا ۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم اس لڑکی کو اس کے میکے بٹھا دو گے۔ تو یاد رکھنا کہ میں تمام عمر تمہاری شکل نہیں دیکھوں گا۔" ماسٹر جی نے دھمکی دی۔

"آپ جو فرما رہے ہیں درست ہے لیکن جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ بھی تو سن لیجئے۔" ہری دت نے مؤدب لہجہ میں کہا۔

"آپ سنیئے تو سہی ۔" بہن بملا نے وکالت کی۔

"سناؤ۔ اب تمہاری یہ بہن بھی تمہاری وکالت کر رہی ہے۔" ماسٹر جی نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

ہری دت کو غصہ آگیا ۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ تمہید اور ادب کی

ضرورت نہیں اسے صاف اور ننگے الفاظ میں حقائق بیان کرنا پڑیں گے۔

"تو سب سے پہلے سہاگ رات کی سن لیجئے! میں جب کمرے میں گیا اور میں نے اس کا گھونگھٹ اٹھایا تو نرملا نے کہا۔ تم وہ نہیں ہو جس کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی —— میں نے جب یہ سنا تو میں ہکا بکا رہ گیا۔ ایک بیوی سہاگ رات میں اپنے خاوند سے یہ الفاظ کہے تو آپ اندازہ لگا لیجئے کہ شادی کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہے۔"
ہری دت نے جوش میں کہا۔ اور بہن کی طرف دیکھا۔

"مجھے شبہ تو تھا۔ لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ حالات اس قسم کے ہیں۔" بہن نے آہستہ آہستہ کہا۔

"لیکن —— لیکن —" ماسٹر جی کو الفاظ نہ مل رہے تھے۔

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟" بہن نے سوال کیا۔

"میں کیا جواب دیتا۔ میں نے اسے کہا کہ جو کچھ کہا ہے۔ ایک بار پھر کہہ دو۔ اس نے وہ دہرا دیا۔ میں نے سوال کیا تمہاری شادی کس کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تو اس نے یہ سب بتا دیا کہ جس لڑکے کو میں دو برس سے پیار کر رہی ہوں۔ میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ میری ماں نے ڈاکٹر بھائی نے مجھے یہی دلاسا دلایا تھا۔ کہ اسی لڑکے کے ساتھ شادی ہو رہی ہے۔ اور یہی کہہ کر وہ اسے دہلی لائے تھے۔" اب آپ فیصلہ کیجئے کہ کیا میں اس لڑکی کو اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہوں۔"

"ہری دت جلدی میں فیصلہ نہیں کرتے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو میں یہی کہوں گی کہ تم سچے ہو۔ میں اور تمہارے بھیا جی آج تک

یہی سمجھتے رہے کہ تم غلط ہو۔ ہم تمہیں ہی قصوروار سمجھتے رہے لیکن اگر یہ حقیقت ہے تو میں اپنی غلطی مانتی ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" بہن بملا نے فیصلہ سنا دیا۔

"بملا اتنی جلدی کی فیصلے نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر صاحب سے میرے برسوں سے مراسم ہیں۔ وہ لڑکی نادان ہے۔ اسے پیار سے سمجھایا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ اس نے غلطی کی ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" بہن بملا چلائی۔ "آپ بھی میرے بھائی کو برا سمجھ رہے ہیں اور اپنے دوست کی بہن کو ستی ساوتری۔"

"نہیں نہیں۔" ماسٹر جی کے ہوش ٹھکانے آ چکے تھے، اب وہ کمزور لہجہ میں بات کر رہے تھے۔ "ابھی کوئی فیصلہ نہ کرو۔ میں ڈاکٹر صاحب کو بلاتا ہوں۔ ان کی ماتا جی بھی ابھی یہیں ہیں۔ ان سے بات کر لیتے ہیں۔" "لیکن میں ایک بات کہتا ہوں۔"

"کہیئے۔"

"ہو سکتا ہے کہ یہ سب درست ہو۔"

"سب کچھ ہو سکتا ہے۔" بہن چلائی۔

"اچھا بابا۔ میں مانتا ہوں۔ درست ہے۔ لیکن اس کو ہم اس کی بھول کہہ سکتے ہیں۔ اور اسے کہہ دیں گے کہ وہ اپنی پچھلی بھول کو درست کر دے۔ اور اس گھر کی عزت سے کھیلنا بند کر دے۔"

"یہ لڑکا جو ملنے آتا ہے۔ یہ اس کا بھائی نہیں۔ اس کا عاشق ہے۔" ہری دت نے انکشاف کر ڈالا۔

"یہ سر بندہ ہے۔" بہن بملا چلا پڑی۔

"جی ہاں - ! اب بتائیے یہ بھول ہے . وہ اس خاندان کی عزت سے کھیل رہی ہے - اور اس لڑکے سے اب بھی مل رہی ہے . پرسوں ماتا جی نے منع کیا تھا کہ وہ اس لڑکے کے ساتھ نہ جائے لیکن چلی گئی - اور تمام رات وہ غائب رہی ــــ " ہری دت نے آخری کیل ٹھونک دی -

" او - ! میں ایسی نیچ اور جاہل لڑکی کو اپنی بھابھی بنانے کو تیار نہیں آپ کے دوست کی بہن ہے تو ہوا کرے . آپ کے پرسوں کے تعلقات اور مراسم ہوں ہوا کریں . وہ اس گھر کی عزت سے نہیں کھیل سکتی - " بہن بملا نے فیصلہ دیدیا -

" خیر میں آج ہی ڈاکٹر صاحب کو بلاتا ہوں - " ماسٹر جی کو جھکنا پڑا - اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا -

ڈاکٹر صاحب کو بلانے کی نوبت آن پہنچی - اسی لمحہ ان کے موٹر سائیکل کی آواز آ گئی -

" لو وہ آ گئے ہیں -" بمل نے کہا -

" میں بات کرتا ہوں - تم کوئی بات نہ کرنا - "

" بہتر ــــ " ہری دت نے کہا -

" ڈاکٹر صاحب اندر آ گئے تو کرسی پر بیٹھ گئے - کیا بات ہے آج یہ محفل کیسی - ؟ "

" ڈاکٹر بھائی تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا - کچھ بات ایسی ہے کہ اس میں تمہاری صلاح کی ضرورت ہے . بلکہ ابھی جا کر اپنی ماتا جی اور بیوی کو لے آؤ - " ماسٹر جی نے کہا -

" ڈاکٹر کا ماتھا ٹھنکا - " ایسی کیا بات ہے - "

"ہے۔ میں ان کے سامنے ہی کرنا چاہتا ہوں۔"

"پہلے مجھ سے کیوں نہیں کر لیتے۔"

"نہیں! بزرگوں کا ہونا ضروری ہے۔" ماسٹر جی نے کہا۔

"بہتر ہے" کہہ کر ڈاکٹر صاحب کھڑے ہو گئے۔ میں ابھی لیکر آتا ہوں۔" اور وہ چلے گئے۔

پون گھنٹہ بعد وہ تینوں آ گئے۔ ادھر ہری دت نے اپنی ماتا جی کو بھی بلا لیا۔

"ہاں ہری دت اب کہو کیا ماجرا ہے۔" ماسٹر جی نے کہا۔

ہری دت نے وہی بیان کر دیا جو وہ ابھی کر چکا تھا۔

"وہ لڑکا یہاں آتا ہے۔" نرملا کی ماں نے سن کر سوال کیا۔

"جی ہاں۔ ! میں نے ابھی کہا ہے کہ پرسوں نرملا نے تمام رات اس کے ساتھ بسر کی۔" ہری دت نے کہا۔

"لیکن وہ تو اپنی بڑی بہن کے گھر گئی تھی۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

"جی نہیں۔ ! آپ وہاں گئے تھے۔ اور آ کر کہا تھا کہ وہ وہاں نہیں پھر جب وہ آئی اور بہن نے آپ کو آنکھ کے اشارے سے کہا تو آپ نے کہہ دیا تھا کہ آپ نے غور سے نہیں سنا۔ لیکن میں نے رات اس سے قبول کرا لیا ہے۔" ہری دت نے کہا۔

"تم نے ضرور قبول کرا لیا ہوگا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں تم بیوی کو قابو میں نہیں رکھ سکتے ــــ اس میں سراسر قصور تمہارا ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے اونچے لہجہ میں کہا۔

"اگر قابو رکھنے کے معنے ہوتے ہیں۔ کہ میں اس پر جوتے برساؤں اور

ڈنڈوں سے اس کی مرمت کروں تو میں ایسا نہیں کر سکتا۔ جولڑکی کہتی ہو کہ تم میرا جسم حاصل کر سکتے ہو۔ لیکن دل نہیں —— میں بھی ایک وحشی انسان کی طرح اس کے ساتھ وحشیانہ سلوک کر سکتا ہوں۔ میں اتنا گیا گذرا مرد نہیں ہوں۔ کہ اسے قابو در کھ سکوں لیکن میں ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ وہ مار سے بھی میری نہیں بن سکتی۔ میں اسے پاؤں کی جوتی بنا کر نہیں رکھنا چاہتا۔ اگر وہ میرے ساتھ رہنے کو تیار نہیں تو میں بھی اس کے ساتھ رہنے کو تیار نہیں"۔ ہری دت نے فیصلہ سنا دیا۔

"بیٹا جلدی نہ کرو۔ یہ معمولی بات نہیں۔ !" ترلا کی ماں نے دھیمی آواز میں کہا۔ "یہ دو خاندانوں کی عزت کا سوال ہے۔ لوگ ہمارا ہی نہیں تمہارا بھی مذاق اڑائیں گے۔ وہ نادان ہے۔ پگلی ہے۔ تم اسے ایک موقع دو۔ اگر اس نے غلطی کی ہے۔ تو اس کی غلطی معاف کر دو۔ میں معافی مانگتی ہوں۔ میں مانتی ہوں وہ مونہہ پھٹ ہے۔ لیکن دل کی بری نہیں۔"

"اور پرسوں تمام رات گذارنے کے بعد اب میں اس کی کیا عزت کر سکتا ہوں۔ بے ادبی کی معافی چاہتا ہوں۔ ہے تو ننگی بات لیکن اب کچھ نہ گذارہ بھی نہیں۔ اس نے اس رات سے آج تک اس کے جسم کو چھوا تک نہیں میں نے اسے کسی کی امانت سمجھا۔ اور اس کے جذبات کی قدر کی۔ لیکن پرسوں اس نے اپنا سب کچھ گنوا ڈالا ہے۔ اور آپ بتایئے اب میں اسے کس طرح قبول کر سکتا ہوں۔" ہری دت نے کہا۔

"او بھگوان۔ !" ہری دت کی ماں کھڑی ہو گئی۔ "آپ لوگ جو چاہیں فیصلہ کریں۔ میں تو جا رہی ہوں۔ جو کچھ میں نے سن لیا ہے یہ بہت ہے۔ اگر شریف گھروں کی یہی بہوئیں ہوتی ہیں۔ تو میں ایسی شرافت سے باز آئی۔ میں ایسی لڑکی

اور آوارہ لڑکی کو اپنی بہو بنانے کو تیار نہیں۔" کہہ کر ہری دت کی ماں جی کو کمرے سے نکل گئیں۔

"نہ وہ میری ہے۔ اور نہ وہ میری بن سکتی ہے۔" ہری دت نے کہنا شروع کیا۔ میں اب کہاں تک تفصیل سے بیان کروں۔ میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ بہتری اسی میں ہے۔ کہ آپ اس کی شادی اس لڑکے کے ساتھ کر دیں۔"

"اتنی جلدی نہیں۔ بیٹا جوش میں نہ آؤ۔ میں جانتی ہوں کہ نرملا بیوقوف ہے۔ اسے عقل نہیں۔ وہ اپنے اچھے اور برے میں تمیز نہیں کر سکتی لیکن بیٹا تم ایک بار اسے موقع دو۔" نرملا کی ماں نے عاجزی اور انکساری سے کہا۔ اور ساتھ ہی ہاتھ جوڑ دیئے۔

"میں ایک نہیں دو موقعے دینے کو تیار ہوں۔ ہری دت نے جواب دیا۔ لیکن پہلے اس سے پوچھ لیجیئے۔ کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ کیا اسے بھی موقع کی ضرورت ہے یا نہیں۔"

"میں بلا کر لاتی ہوں۔" کہہ کر سملا بہن کھڑی ہو گئی۔

ہر کسی کا رنگ اڑ گیا تھا۔ اور وہ سوچ رہے تھے کہ اب کیا ہونے والا ہے۔

دو منٹ بعد نرملا آ گئی۔ اور بیچ میں بیٹھ گئی۔

"نرملا! تمہیں تمہارے پیار کی سوگند ہے جو تم نے جھوٹ بولا۔ تم نے آج تک جو کچھ کیا ہے۔ اب ان بزرگوں کو بتا دو۔" ہری دت نے کہا۔ "سہاگ رات کو کیا تم نے پہلا جملہ یہ نہ کہا تھا کہ تم وہ نہیں ہو جس کے ساتھ میری شادی ہونی تھی۔"

نرملا خاموش رہی۔

"اب خاموش رہنے سے کام نہ چلے گا۔" بہن مملا بولی۔ "ہم نے سب کچھ سن لیا ہے۔ اب جو کچھ ہری دت پوچھتا ہے۔ اس کا جواب دیتی جاؤ۔"

"جی کہا تھا۔" نرملا نے دبی آواز میں کہا۔

"بے شرم۔ بے غیرت۔" ماں چلا پڑی۔ "یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آئی تجھے۔"

"ماتا جی اب آپ خاموش رہیں۔ اس طرح دباؤ ڈالنے سے تو بات نہ بنے گی۔" ہری دت نے مؤدب لہجہ میں کہا۔

"میں بیٹیا تمہیں نہیں اپنی بیٹی کو کہہ رہی ہوں۔" نرملا کی ماں نے کہا۔

"اور تم نے یہ بھی کہا تھا کہ تم کسی لڑکے سے دو برس سے پیار کر رہی ہو۔ اور تمہارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ تمہاری ماتا جی اور ڈاکٹر صاحب نے یہ کہہ کر تمہیں دہلی بلایا تھا کہ تمہاری شادی اسی لڑکے کے ساتھ ہو رہی ہے۔؟" ہری دت نے سوال کیا۔

"جی کہا تھا۔"

"اور تم اب بھی اس لڑکے سے مل رہی ہو۔"

"جی ہاں۔"

"بے شرم۔ بے حیا۔! تو کنویں میں کود کر ڈوب کیوں نہ گئی۔ تو نے زہر کیوں نہ کھا لیا۔" نرملا کی ماں چلائی۔ "کیا یہ دن دیکھنے کے لئے تجھے جنم دیا تھا۔ اور پال پوس کر بڑا کیا تھا۔"

ڈاکٹر صاحب کی غصے سے بری حالت تھی۔ وہ اپنے ہونٹ دانتوں سے

کاٹ رہے تھے۔ ان کا بس چلتا تو وہ اس کی تکا بوٹی کر دیتے۔

"اور پرسوں رات تم نے اس لڑکے کے ساتھ ہوٹل میں گذاری۔"
ہری دت نے سوال کیا۔

نرملا خاموش رہی۔

"تو تمہیں جواب دینا ہوگا۔"

"جی ـــ" نرملا نے جواب دیا۔

"او بے شرم ـــ" کہہ کر ڈاکٹر صاحب نے پوری قوت سے اس کے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا ـــ "تو مر کیوں نہیں جاتی۔"

"اب اس سے پوچھ لیجئے کہ یہ کیا چاہتی ہے۔" اس بار ماسٹر جی نے سنجیدہ آواز میں سوال کیا۔ "کیونکہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس کی زبان سے یہ سننے کے بعد میں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ یہ اس گھر اور خاندان کی عزت سے کھیلے۔ ڈاکٹر تم جانتے ہو میں بھی لڑکیوں کا باپ ہوں۔ وقت آنے پر ان کی شادی کرنا ہے۔ یہ سننے کے بعد تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ ان پر بھی برا اثر پڑے گا۔

"خیر! اب پوچھ لیجئے کہ یہ کیا چاہتی ہے۔" ہری دت نے کہا۔

"بتاؤ اب تم کیا چاہتی ہو۔" ڈاکٹر صاحب نے سوال کیا۔

"بھیا! میں نے شادی سے پہلے ہی کہا تھا۔ میں نے آپ کو صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ میں شادی کروں گی تو اسی کے ساتھ کروں گی ـــ آپ نے اور ماں نے کہا کہ میں نے کنوئیں میں چھلانگ کیوں نہ لگا دی۔ یا کچھ کھا کیوں نہ لیا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ میں ایسا ہی کرنے لگی تھی۔ لیکن اس دیوتا نے مجھے روک لیا۔" کہہ کر نرملا نے ہری دت کی طرف اشارہ کیا۔ جب میں نے صاف

الفاظ میں کہ دیا کہ میں کسی لڑکے سے پیار کرتی ہوں اور میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ تم میرے پاس اس کی امانت ہو۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اسے سونپ دوں گا۔ اور انہوں نے اپنا وعدہ نبھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میں قانون کی رو سے ان کی بیوی ہوں۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ انہوں نے میرے جسم کو چھوا تک نہیں۔ میں خوبصورت ہوں۔ کبھی انہوں نے مجھ پر ہوس بھری نگاہ بھی نہیں ڈالی۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں نے خودکشی نہ کی۔" نرملا نے کہا۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔" ڈاکٹر صاحب اپنی ماں پر برس رہے۔ میں کہا کرتا تھا کہ تم بھی میرے پاس رہو۔ لیکن تم اپنی چرب زبان ہو کر بہو کے ساتھ ایک روز نہ بن سکی۔ اور مجھ سے الگ وہاں رہیں۔ وہاں اسے آزادی دے رکھی تھی۔ اتنی آزادی کہ آج میں اپنے دوست کو مونہہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔"

اب ڈاکٹر اور اس کی ماں میں تو تو میں میں ہونے لگی۔ اور اس جلتی پر تیل ڈالنے کے لئے ڈاکٹر کی بیوی بھی شریک ہو گئی۔ ساس بہو کی ویسے ہی نہ بنتی تھی۔ پندرہ منٹ وہ ہنگامہ رہا کہ خدا کی پناہ۔

"ڈاکٹر اب صبر سے کام لو۔ اس طرح آپس میں جھگڑنے سے کیا حاصل ہے۔" آخر ماسٹر جی ان کی مدد کو پہنچے۔

"ماسٹر جی! اس ماں کی وجہ سے آج میں آپ کو مونہہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ بدنامی اور رسوائی تو ہو گئی ہی۔ لیکن آج میری برسوں کی دوستی کا مونہہ کالا کر ڈالا۔ آپ دل میں کہتے ہوں گے کہ میں نے جان بوجھ کر آپ کے ساتھ ایسا کیا —— لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ

ماں نے بیٹی کو اتنی آزادی دے رکھی ہے۔" ڈاکٹر نے صفائی پیش کی۔
"ڈاکٹر جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب تو یہ سوچنا ہے کہ آگے کیا کرنا ہے
تمہاری عزت اور میری عزت دو نہیں۔ نرملا تمہاری بہن ہے۔ وہ میری بھی
بہن ہے۔ اور میرے سالے کی بیوی ہے۔ یہ مسئلہ اب تمہارا نہیں میرا
بھی ہے۔" ماسٹر جی نے سنجیدہ لہجہ میں کہا۔
"ڈاکٹر صاحب میں عرض کروں۔" ہری دت نے کہا۔
"کہو۔"
"وہ لڑکا اسی شہر میں ہے۔ ابھی بات تازہ ہے۔ اور گرم ہے۔
آپ اس سے بات کریں۔ اور چند روز میں شادی کر دیں۔ ابھی تو وہ
تیار ہو گا۔ لیکن وقت گذرتا رہا تو شاید وہ بھی بدل جائے۔" ہری دت
نے مؤدب لہجہ میں کہا۔
"ہری دت ٹھیک کہتا ہے جو ہونا تھا وہ ہو گیا کم از کم اس لڑکے
کو تو ہاتھ سے نہ گنواؤ۔" ماسٹر جی بولے۔
"لیکن اس کا حل کیا ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے سوال کیا۔
"وہ ہم وکیل سے مل کر تلاش کر لیں گے۔ یہ تو بالغ سمجھو نہ ہے۔
اس لئے قانون ہمارے حق میں ہو گا۔" ماسٹر جی نے کہا۔
"پھر کیا کیا جائے۔" ڈاکٹر صاحب نے ایک تھکے ہوئے
انسان کی طرح سوال کیا۔ جس کے تمام راستے بند ہو گئے ہوں۔
"میری مانو تو تم نرملا کو اپنے ساتھ ابھی لے جاؤ۔ ہم تمام جہیز
لوٹا دیں گے۔ ماتا نرملا کو ساتھ لے جائیں۔ تم اور بھابھی رک جاؤ۔ اور
ہم جہیز کی ایک ایک چیز نکال دیتے ہیں۔ وہ تم لے جاؤ۔" آخر دوستی

پر حرف کیوں آئے۔ اگر رشتہ ختم ہو رہا ہے۔ تو دوستی تو ختم نہیں ہو رہی ہے۔" ماسٹر جی نے کہا۔

"خیر۔ یہ تو سنجوگ کی بات ہے۔ اس لڑکی کے سنجوگ ہیں اگر وہ لڑکا لکھا ہے تو میں یا تم کیا کر سکتے ہیں۔ اب تو میری یہی خواہش ہے کہ وہ لڑکا مان جائے۔ اور اس کے والدین شادی کرنے پر تیار ہو جائیں۔ ورنہ یہ غریب تو کہیں کی نہ رہے گی۔" ماسٹر جی نے تسلی دی۔

"میں آج شام کو وکیل سے مل لوں گا۔ اور جو کچھ وہ کہے گا۔ آپ کو بتا دوں گا۔ ویسے میں نے ایک وکیل سے بات کی تھی۔" ہری دت نے کہا۔

"اس نے کہا تھا کہ صرف ایک درخواست ڈپٹی کمشنر کے نام لکھ دو۔ کہ ہم نے باہمی طور پر فیصلہ کر لیا ہے کہ ہماری شادی منسوخ سمجھی جائے۔ ہم نے ایک دوسرے کی دی ہوئی اشیاء لوٹا دی ہیں۔ اور کوئی دعویٰ باقی نہیں ہے۔ ہم اپنی خوشی سے بلا کسی ترغیب یا دباؤ کے یہ شادی منسوخ کر رہے ہیں۔ اور علیحدگی اختیار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم دو نو کسی مجسٹریٹ کے روبرو حلفیہ بیان دے دیں گے۔ مجسٹریٹ دو درخواستوں پر دستخط کر دیگا۔ گواہی کے طور پر ـــــ اور ایک مجھے مل جائیگی اور ایک انہیں۔" ہری دت نے ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ۔ تو کوئی مشکل نہیں۔ یہ تو خاص مشکل نہیں۔" ماسٹر جی نے رقت آمیز آواز میں کہا۔

نرملا کھڑی ہو گئی۔

"ویسے گھبرانا نہیں۔ اگر کوئی چیز آج جلدی میں بھول بھی گئیں تو کل میں بھجوا دوں گا۔ ورنہ ڈاکٹر کو تو آنا ہی رہتا ہے۔ ہماری دوستی تو قائم ہے۔

میں اسے دیدوں گا۔" ماسٹر جی نے کہا۔

"ماسٹر جی آپ شرمندہ کرتے ہیں۔"

"ارے چھوڑو ڈاکٹر! ہم نے تو سوچا تھا کہ ہماری دوستی اپنی جگہ قائم ہے۔ ہمارے خاندان ملے رہیں رشتہ داری پیدا ہو جائے گی۔ لیکن یہ جوان بچے ـــــ چلو ـــ" کہہ کر ماسٹر جی نے گہرا سانس لیا۔ اور فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"دنیا ہی بدل گئی ہے۔" نرملا کی ماں نے کہا۔

"ابھی تو نہ معلوم کیا کچھ ہونے والا ہے۔" ماسٹر جی نے گہرا سانس لیا۔ "یہ تو گھر کی بات تھی اور اگر کوئی اور جگہ ہوتی تو لڑکے والے جہیز سارا رکھ لیتے اور زیور کپڑوں میں نرملا کو گھر سے نکال دیتے۔"

"جی ہاں۔! ماسٹر جی آپ بہت نیک ہیں۔" نرملا کی ماں نے کہا۔

نرملا کمرے سے نکل گئی۔ اپنے کمرے میں جا کر وہ جہیز سمیٹنے کی جگہ چپ چاپ کھڑی ہو کر سوچنے لگی۔ اس کے دل کو ایک دھکا سا لگا تھا۔ جو وہ چاہتی تھی۔ سو ہو گیا تھا۔ لیکن ہری دت کی شرافت اور نیکی نے اس کا سر جھکا دیا تھا۔ وہ اس گھر میں دلہن بن کر آئی تھی۔ اور اب جہیز لے کر میکے جا رہی تھی شاید یہ پہلا واقعہ تھا کہ لڑکی جہیز لے کر میکے جا رہی ہو۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اس گھر میں وہ دلہن بن کر آئی تھی اور آج جا رہی تھی۔ آج وہ نہ دلہن تھی نہ کنواری لڑکی اور نہ ہی بیوہ ــــ وہ چند روز یہاں رہی اور اس گھر کی عزت سے کھیلتی رہی۔ وہ یہاں خوشیاں نہ لائی تھی اور نہ ہی خوشیاں چھوڑ کر جا رہی تھی بلکہ بدنامی اور رسوائی چھوڑ کر جا رہی تھی۔ اس گھر کے لوگوں کی کوئی خطا نہ تھی۔ اس کے باوجود یہ سزا پا رہے تھے۔

ایک لمحہ کے لئے اس کے ذہن میں سوال ابھرا۔
اگر سریندر نے اسے اپنانے سے انکار کر دیا تو ـــــ اس سوال سے وہ سر سے پیر تک کانپ اٹھی۔
لیکن پھر اس نے دل کو ڈھارس دی۔ کہ نہیں سریندر ایسا نہ کریگا۔
آخر وہ دلہن بنی پھر بھی گنگا کی طرح پوتر رہی۔ اس کے خاوند نے اس کے جسم کو چھوا تک نہ تھا۔ وہ دلہن بن کر بھی کنواری رہی تھی۔ اس نے ایک عزم نبھایا تھا۔ لیکن اس سے بھی بڑا عزم تو ہری دت نے نبھایا تھا۔ جس نے وہ کر دکھایا تھا۔ جو آج تک نہ کسی نے دیکھا تھا۔ اور نہ ہی سنا تھا۔
نرملا کو خبر بھی نہ ہوئی کہ ہری دت کب سے دروازے میں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔
"نرملا ـــــ" اس نے ہلکے سے پکارا۔
نرملا نے چونک کر دیکھا۔
"کیا سوچ رہی ہو۔"
"جی کچھ نہیں ـــ"
"شاید اداس ہو گئی ہو۔ ہاں نرملا ہر لڑکی جب سسرال جاتی ہے تو خوشی کے ساتھ اداس بھی ہو جاتی ہے۔ اور آج تم حقیقی طور پر سسرال جا رہی ہو۔ یہ تو تمہاری سسرال تھی۔ خیر تم ایک ایک چیز یاد سے لے جانا۔ ویسے ماسٹر جی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ کہ اگر کچھ رہ گیا تو وہ بعد میں دیدیں گے۔ لیکن تم ایسا کروہی کیوں۔ جب ایک بندھن کو توڑ دیا جاتا ہے۔ تو پھر پیچھے کچھ نہیں چھوڑ کر جاتے۔ میں جانتا ہوں شاید تمہیں اس کمرے سے تھوڑا بہت انس ہو گیا ہو۔ آخر اتنے دن تم یہاں رہی ہو۔ اور کمرہ زندگی میں تمہیں کبھی نہ کبھی یاد بھی آئے گا۔ کیوں میں

ٹھیک کہہ رہا ہوں۔" ہری دت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

نرملا کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

"آنسو! یہ آنسو کیسے۔! تمہیں تو آج خوش ہونا چاہیئے کہ تم آزاد ہو۔ تمہیں وہ مل رہا ہے۔ جس کی تم نے تمنا کی تھی۔ جسے پانے کی تم آرزو رکھتی ہو۔ خدا کرے کہ وہ تمہیں دنیا کا سکھ دے۔ اور تمہیں دنیا کے سکھ نصیب ہوں۔ تم پھولو پھلو اور رہو لو ـــــ لیکن یہ آنسو کیسے۔ تم وہ بہادر اور بے خوف لڑکی ہو جس نے سہاگ رات کو اپنا دل کھول دیا تھا۔ اور نتائج سے لاپرواہ تھیں۔ تم وہ سخت جان لڑکی ہو جسے میں نے تھپڑ مارا تو اف نہ کی۔ تم وہ ہمت والی لڑکی ہو جس پر میں نے رول برسائے اور تم نے اُف تک نہ کی۔ تمہاری آنکھوں سے آنسو نہ نکلے تھے۔ آج کیوں نکل آئے۔

"آپ کی شرافت پر ـــــ" نرملا نے بھاری آواز سے کہا۔

"خیر! یہ تمہاری بلند اخلاقی ہے۔ ورنہ میں نے تو وہ کیا ہے۔ جو ڈاکٹر صاحب کو کرنا چاہیئے تھا۔ میں نے تو تمہارے ساتھ ایک وعدہ کیا تھا۔ میں خوش ہوں کہ میں اس وعدے کو نبھانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اور میں نے دو بچھڑے ہوئے دلوں کو ملا دیا ہے۔ اب میں جا رہا ہوں۔ کچھ دیر ششی کے پتا جی کے پاس بیٹھوں گا۔ پھر شام کو ڈیوٹی پر چلا جاؤں گا۔ یہاں تمہاری چوڑیوں کی آواز نہ آئے گی۔ تمہارے لباس نہ نظر آئیں گے۔ یہ چھوٹا سا تحفہ دینا چاہتا ہوں۔ اگرچہ مجھے دینے کا حق نہیں پھر بھی ان چند دنوں کو یاد دلانے کے لئے تم اسے رکھ لو۔ اسے ٹھکراؤ نہیں۔" کہہ کر ہری دت نے ایک انگوٹھی بڑھا دی۔

"پہنا دیجئے۔" نرملا نے ہاتھ بڑھا دیا۔

"نہیں ـــ بس اسے رکھ لو۔ جی چاہے تو پہن لیا کرنا ورنہ ٹرنک کے کسی کونے میں پڑی رہنے دینا۔" کہہ کر ہری دت نے انگوٹھی پہنا دی۔
نرملا نے اسے پہن لیا۔ اور اس کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگ گئی۔ "آپ دیوتا ہیں۔" کہہ کر وہ جھکی اور اس نے ہری دت کے پاؤں کو ہاتھ لگایا۔

ہری دت نے پاؤں پیچھے کھینچ لئے۔

"کیا میں آپ کو کچھ دے سکتی ہوں۔" نرملا نے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"لیکن میں بھی نشانی دینا چاہتی ہوں۔"

"نہیں نرملا۔ میں نے اس بازی میں کھویا ہی ہے۔ تم نے کھویا کچھ نہیں اور پایا سب ہے۔ پھر میرے لئے یہ زخم جو سینے میں رہے گا۔ اس سے بڑی نشانی کیا ہو سکتی ہے۔" کہہ کر ہری دت کمرے سے نکل گیا۔

اس شام نرملا اپنا بستر لے کر چلی گئی۔

ایک نیدھن ختم ہو گیا۔

اسی روز ہری دت نے وکیل سے مل کر درخواست تیار کرا لی تھی۔

اور ڈاکٹر صاحب کو مطلع کر دیا گیا کہ درخواست تیار ہو گئی ہے۔

دن مقرر کر لیا گیا۔ مقررہ دن پر نرملا ڈاکٹر صاحب اور اس کی ماتا جی عدالت میں حاضر تھے۔ ادھر سے ہری دت اور ماسٹر جی تھے۔

مجسٹریٹ نے دونوں سے سوال کیا کہ وہ اپنی مرضی اور خوشی سے

علیحدہ ہو رہے ہیں۔ دونوں نے ہاں کہی۔ گواہوں کے طور پر ڈاکٹر صاحب اور ماسٹر جی نے دستخط کئے تھے۔ مجسٹریٹ نے دونوں درخواستوں پر دستخط کئے۔ کورٹ کلرک نے کورٹ کی مہر لگا دی۔

اور شادی قانونی طور پر بھی منسوخ ہو گئی۔

راستے میں نرملا نے ڈاکٹر صاحب سے کہا۔

"بھیا میں کناٹ پلیس اتر جاؤں گی۔"

"او ۔۔۔" ڈاکٹر صاحب مسکرا دیئے۔ "تم سریندر کو یہ خوش خبری سنانا چاہتی ہو۔"

نرملا شرما گئی۔

"خوش خبری کیا سنانا ہے۔" ماں بولی۔ "تم اسے لے کر گھر آجاؤ آج ہی ہم بات پکی کر لیتے ہیں۔"

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔ نرملا جیسا ماتا جی کہہ رہی ہیں تو ایسا ہی کرنا۔ تم اسے لیکر گھر آجاؤ۔"

"بہتر۔" نرملا نے آہستہ سے کہا۔

"میں تو کہتی ہوں اچھا ہوا یہ قصہ ختم ہو گیا۔ مجھے یہ لڑکا پسند نہ تھا۔ رنگ بہت ہی سانولا ہے۔ اور تعلیم صرف گورو کل کی تھی۔ بھلا آج کے زمانے میں انگریزی کے بنا بات کیا بنتی ہے۔" ماں نے لقمہ دیا۔ وہ دلی طور پر چاہتی تھی کہ یہ شادی ٹوٹ جائے۔

"اب میرے کیا علم میں تھا کہ ماں بیٹی کو وہ لڑکا پسند ہے۔ اور تم نے

نرملا کو کہہ دیا تھا کہ اس کی شادی اسی سے کریں گے۔ اگر ایسا ہی کرنا تھا۔ تو اس جھنجٹ کی کیا ضرورت تھی۔" ڈاکٹر صاحب نے شکست خوردہ لہجہ میں کہا۔

"چلو اب بھی کیا بگڑا ہے۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔" ماں نے کہا۔

ٹیکسی کناٹ پیلیس میں سے گذر رہی تھی۔

"بس میں یہاں اتر جاؤں گی۔" نرملا نے کہا۔

"کیا ہم بھی چلیں —؟" ڈاکٹر صاحب نے سوال کیا۔

"ہم نے کیا کرنا ہے۔ یہ اسے لے کر آ جائے گی۔" ماں نے کہا۔

"او —" ڈاکٹر صاحب خاموش ہو گئے۔ "ڈرائیور گاڑی یہاں روک دو۔" انہوں نے حکم دیا۔

گاڑی رکی اور نرملا نیچے اتر گئی۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔

آج اس کی چال میں لرزش نہ تھی۔ آج اس کے پاؤں کانپ نہ رہے تھے۔ آج وہ بڑے اعتماد سے سینہ نکالے ہوٹل کی طرف بڑھ رہی تھی۔

یہ زینہ جو وہ کانپتے پاؤں سے طے کیا کرتی تھی۔ اب اچھل اچھل کر طے کر رہی تھی۔ برآمدہ طے کرتے وقت اس کی ایڑی کی آواز ایک خاص قسم کا شور پیدا کر رہی تھی۔

دروازے کے آگے رک کر اس نے دستک دی۔

"کون —" آواز آئی۔ "کھلا ہے آ جاؤ۔"

نرملا نے دروازہ کھولا اور اندر جا کر کھڑی ہو گئی۔ سریندر پلنگ پہ لیٹا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

"نرملا تم ـــ" کہہ کر اس نے جست لگائی اور پلنگ سے نیچے دوڑ کر وہ نرملا سے لپٹ گیا۔ "تم ـــ تم ـــ آگئیں۔"

"ہاں سریندر میں خوش خبری لائی ہوں۔" نرملا نے اکھڑے سانس سے کہا۔

"یہ سب سے بڑی خوش خبری ہے کہ تم آگئی ہو۔" سریندر نے دلیوانہ وار ہونٹوں سے کھیلتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں یہ چار روز میں نے کیسے کاٹے ہیں۔"

"اچھا اچھا اب صبر کرو۔ پہلے چائے منگاؤ اور ساتھ ہی کھانے کو۔ میں تو صبح سے بھوکی ہوں۔"

"ابھی لو۔" کہہ کر سریندر الگ ہو گیا۔ "ابھی لو! میں تو تمہاری شکل دیکھنے کو ترس گیا تھا۔" بولو کیا کھاؤ گی۔"

"آج جو کھلا دو۔"

"تم تو خوشی سے پھولی نہیں سما رہی ہو۔ ایسی کیا [illegible] ہے۔" کہہ کر سریندر گھنٹی کی طرف بڑھا۔

"اب آرام سے بیٹھ جاؤ۔ میں تمام واقعات سنا دوں گی۔" کہہ کر نرملا کرسی کی طرف بڑھی اور بیٹھ گئی۔

بیرا آگیا۔ تو سریندر نے اسے چائے اور کھانے کی اشیا کا آرڈر دیدیا۔ وہ چلا گیا تو سریندر نرملا کے مقابل کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہاں اب سناؤ۔ ! میں تو اس روز تمہارے ساتھ گیا اور جب ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ اس کا سچائی نہیں۔ بلکہ گلی میں رہتا ہے اس ناطے سے بھائی ہے۔ تو میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔

خیر میں چلا آیا۔ پھر کیا ہوا۔ کیا بہت جھگڑا ہوا۔ کیا اس نے تمہیں پیٹا۔ تم پر ہاتھ اٹھایا۔ سریندر نے کئی سوال کر ڈالے۔

"صبر صبر۔ ! میں سب کچھ سنا دوں گی۔ خیر تم چلے آئے۔ تو اس کے بعد کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ شام تک کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ رات کو انہوں نے پوچھا کہ تم کہاں رہیں۔ میں خاموش رہی۔ انہوں نے پھر گرج کر سوال کیا۔ میں خاموش رہی۔ پھر انہیں غصہ آگیا۔ میز پر ایک رول پڑا تھا۔ وہ اٹھا لیا۔ اور پوری طاقت سے مجھے تین بار جڑ دیا۔"

"کہاں۔ ؟" سریندر تڑپ کر اٹھا۔

"پشت پر۔"

"تم نے اسی لئے شلوار قمیص پہن رکھی ہے شاید ان کے نشان ابھی باقی ہیں۔"

"ابھی کیا۔ ! وہ شاید ابھی پندرہ روز تک نہ جا سکیں۔"

"مجھے دکھاؤ۔"

"بیرا جائے چھوڑ جائے پھر دکھاؤں گی۔"

"کمینہ۔ کتا عورت پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم نہ آئی اسے۔" سریندر نے غصے سے کہا۔

"خیر چھوڑو۔ پھر کہا کہ تم اس سے بھی دھوکا کر رہی ہو۔ جس کو تم پیار کرتی ہو۔

میں نے کہا نہیں۔ ! یہ وہی ہے جس کے ساتھ میں پیار کرتی ہوں۔ تو بولے۔" پھر اس ڈھونگ کی کیا ضرورت تھی۔ اگلے روز بہت ہنگامہ ہوا۔ دونوں طرف کے بزرگ جمع تھے۔ انہوں نے تمام بات

نبادی بعد میں مجھ سے پوچھا گیا ___ تو میں نے کہا ___ کہ میں سریندر کے پاس رہنا چاہتی ہوں ۔ "

" او ۔ ! میری نرمل ___ نرمل ___ تم نے تو جرات کا کمال دکھا ڈالا ۔ "

" خیر فیصلہ ہوا کہ جہیز کی تمام اشیاء وہ لوٹا دیں گے ۔ اور عدالت میں جا کر بیان دے دیں گے ۔ کہ ہم اپنی خوشی سے الگ الگ ہو رہے ہیں ۔ اور اب میں سیدھی عدالت سے آ رہی ہوں ___ سریندر میں آزاد ہوں ۔ اب میں کسی کی بیوی نہیں ۔ "

" نرمل ___ " کہہ کر سریندر اٹھا ۔

اسی لمحہ بیرا نے دستک دی ۔ اور وہ دونو سنبھل گئے ۔ بیرا چائے اور کھانے کا سامان رکھ کر چلا گیا ۔

" تو اب تم آزاد ہو ۔ "

" بالکل ___ " نرملا نے مسرور لہجہ میں کہا ۔

" نہیں اب تم میری ہو ۔ میری تھیں اور میری بن گئیں ۔ " کہہ کر وہ اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا ۔ " مجھے اپنی پیٹھ دکھاؤ ۔ "

نرملا اور سریندر نے مل کر قمیص اونچی کی " او خدا ! تم کتنی ہو ... پندرہ روز رہیں گے ۔ میرا خیال ہے یہ ایک ماہ میں بھی دور نہ ہو سکیں گے ۔ " کہہ کر سریندر انہیں سہلانے لگا ۔

آؤ اب چائے پی لیں ۔ مجھے بڑی سخت بھوک لگی ہے ۔ ہم گھر سے چلے تو سب نے کھانا کھا لیا تھا ۔ لیکن میں نہ کھا سکی ۔ میرے اندر ہلکا سا خوف تھا کہ آخری وقت پر بات بگڑ نہ جائے ۔ وہ اپنا ارادہ بدل نہ دیں ۔ "

" لو کھاؤ میں کھلاتا ہوں ۔ " کہہ کر سریندر نے پیسٹری کا ٹکڑا اٹھایا

اور اس کے مونہہ کے قریب لے گیا۔ "لو مونہہ کھولو۔"

نرملا نے منہ کھول دیا۔

وہ چائے پینے لگے۔

"نرمل۔"

"جی۔"

"آج تو اس خوشی میں جشن ہو جائے۔" سرنبدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب ہر شب جشن ہوگا۔ اب کیوں بے تاب ہو رہے ہو۔ اب میں تمہاری ہوں۔ صرف تمہاری۔" نرملا نے کہا۔

"لیکن ایک ابھی۔"

"اوں۔ ہوں۔" نرملا نے سر کی جنبش سے انکار کیا۔ "نہیں ماتاجی اور ڈاکٹر صاحب نے بلایا ہے۔ وہ شادی کی تاریخ مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ چائے ختم کرو۔ اور یہ شیو صاف کرو جو تم نے بڑھا رکھی ہے۔"

"تمہاری یاد سے فرصت ملتی تو شیو کرتا۔"

"خیر اب کرو۔ تیار ہو کر میرے ساتھ چلو۔ انہوں نے اسی لئے یہاں بھیجا ہے کہ تمہیں لے کر گھر پہنچوں۔"

"تم حکم کرو۔ جہاں کہو گی چلوں گا۔"

"تو اب باتیں بند کرو۔ چائے ختم کر کے شیو کرو۔ اور جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"اور وہ جشن والی بات۔"

"کہا تو ہے کہ اب جشن ہی جشن ہیں۔"

"اور اب کیوں نہیں ۔ ؟"

"جو پہلے کہا تھا اور اس کی وجہ سے پیٹھ پر نیلے نشان جو پڑے ہیں ذرا انہیں تو ہلکے ہو جانے دو ۔"

"او ۔۔۔ میں معافی چاہتا ہوں ۔" سریندر سنجیدہ ہو گیا ۔

"معافی کی ضرورت نہیں ۔ بس اب تم تیار ہو جاؤ ۔"

ایک گھنٹے بعد وہ ڈاکٹر صاحب کے گھر میں تھے ۔

"آ گئے ۔" ڈاکٹر صاحب نے سوال کیا ۔

"جی ہاں ۔ اسے لے آئی ہوں ۔" نرملا نے خوش ہو کر کہا ۔

"آؤ سریندر آؤ ۔ یہاں بیٹھ جاؤ ۔ اور نرملا تم اندر جاؤ ۔ اور ماتا جی کو بھیج دو ۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا ۔

سریندر بیٹھ گیا ۔

"ہاں تو برخوردار اب تم سناؤ ۔ تمہارا کیا پروگرام ہے ۔ کیا تمہارے والدین اس شادی پر رضامند ہوں گے ۔"

"پتا جی شاید ابھی نہ مانیں ۔ لیکن میں انہیں منا لوں گا ۔ جب شادی ہو جائے گی ۔ تو وہ خود ہی مان جائیں گے ۔۔۔" سریندر نے کہا ۔

"اور اگر وہ نہ مانے تو ۔"

"تو کیا فرق پڑتا ہے ۔ میں خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہوں ۔ اور نرملا کا بوجھ اٹھا سکتا ہوں ۔"

"ہوں ۔" یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب سوچنے لگے ۔ اتنے میں ماں بھی آ گئی تھی ۔

"سریندر کیسے ہو تم ۔"

"ٹھیک ہوں ماتا جی ۔"

"دیکھو تمہاری خاطر نرمل نے کتنی بڑی قربانی دی ہے۔ کس بہادری اور جرأت سے کام لیا ہے۔ اور اب تم بھی اسی بہادری اور جرأت کا مظاہرہ کرو تو بات بنتی ہے۔"

"ماتا جی میں آپ کا بیٹا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب ابھی پوچھ رہے تھے۔ کہ کیا میرے والدین اس شادی کو منظور کریں گے۔ میں نے کہہ دیا کہ وہ کرتے ہیں یا نہیں۔ میں نرمل کا بوجھ اٹھا سکتا ہوں۔ اول تو مجھے ابھی نوکری مل سکتی ہے۔ باقی ایم۔ اے کے امتحان میں چار ماہ باقی ہیں۔ میں یہاں رہ کر بھی امتحان کے وقت امرتسر جا کر امتحان دے آؤں گا۔ داخلہ تو میرا جا ہی چکا ہے۔"

"بیٹیا اب دیکھ لو۔ تمہارے بزرگ اس شادی میں شریک نہ ہونگے۔ تم بھی بارات نہیں لا سکتے اور ہم بھی کوئی شان و شوکت نہیں دکھا سکتے۔ صرف آریہ سماج مندر میں جائیں گے۔ اور یہ شادی ہو جائے گی۔ بیٹیا ایسا نہ ہو کہ آج سے چند برس بعد والدین کے دباؤ تلے آکر تم نرملا کو پریشان کرو۔" ماں نے کہا۔

"ماتا جی میں آپ کے پاؤں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نرمل کو پھول کی طرح رکھوں گا۔ اسے کبھی کوئی شکایت نہ ہونے دوں گا۔"

"نوکری یہاں کہاں مل سکتی ہے۔ کیا تم نے کہیں بات کی ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے سوال کیا۔

"ڈاکٹر صاحب! ہمارے شہر کی کئی ملوں کے دفتر یہاں ہیں۔ اور دو تین میں مجھے نوکری مل سکتی ہے۔ میں نے بات کی تھی۔"

"تو کل ہی تم نوکری کر لو۔ اور ایک چھوٹا سا مکان لے لو۔ برا نہیں یا۔

ایک کمرہ ایک رسوئی ہو تب بھی بہت ہے۔ کیونکہ یہ کبھی چالیس پچاس روپے سے کم نہیں ملے گا۔ پھر ہم چندر روز میں ہی شادی کر دیں گے۔ جنم پتری تو دیکھنا نہیں ہے۔ پہلی شادی جنم پتری دیکھ کر ہی کی تھی۔" کہہ کر ڈاکٹر صاحب ہنس پڑے۔

"جی میں تیار ہوں۔ ایسا ہی کروں گا۔۔۔" سریندر نے کہا۔

اس طرح تمام مرحلے طے ہو گئے۔

ایک ہفتہ بعد سریندرا اور نرملا کی شادی ہو گئی۔ جو جہیز وہ ہری دت کے گھر سے لائی تھی وہ اپنے ساتھ لے گئی۔ اور اس ایک کمرے میں دنیا کی تمام خوشیاں سمٹ گئیں۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

ہری دت کو محسوس ہوا کہ اس کی زندگی سے کچھ نکل گیا۔ رات کو ساڑھے بارہ بجے جب بھی کام سے تھک ہار کر گھر آتا تو اس کمرے کی دیواریں ویران اور اداس نظر آتیں۔ اسے دیکھ کر کوئی سنبھل کر نہ بیٹھ جاتا۔ اس کمرے میں ریشمی آنچل نہ لہراتا۔ چوڑیوں کی صدا نہ آتی نسوانی آواز نہ آتی۔

اس سفید رنگ کی خوبصورت گڑیا سے ہری دت کو پیار ہو گیا تھا۔ گو اس کا اس کے ساتھ کوئی جسمانی تعلق نہ تھا۔ لیکن ایک انس پیدا

ہوگیا تھا۔ وہ اس کمرے کا ایک جزو بن کر رہ گئی تھی۔ اس کے خوبصورت سفید ہاتھ اسے یاد آئے۔ اس کا خوبصورت چہرہ یاد آتا۔ جس پر دو بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔

اب یہ دیواریں خالی سنسان اور ویران تھیں۔ ہری دت کو محسوس ہوتا کہ ایک رونق تھی۔ جو یہاں سے چلی گئی تھی۔ وہ اس کمرے میں چلتی تھی تو ایک موسیقی پیدا ہوئی تھی۔ اب یہ کمرہ اس موسیقی سے بے نیاز ہو گیا تھا۔

ایک بہار آئی تھی۔ جو چلی گئی تھی۔ اور اب اپنے پیچھے آخری یادیں ویران زمین اور اداس دیواریں چھوڑ گئی تھی۔ بہار آئی بھی تو کتنی مختصر وقت کے لئے۔

ان ہونٹوں کو لمس آج بھی باقی تھا۔ جو اس شب اسے میسر ہوا تھا۔ جب دوسری بار بے ہوش ہو کر گرا تھا۔ اور جب اس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ تو اس کا سر اس کے زانو پر تھا۔ اور نرمل کے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر تھے۔

یہ کیا ہو گیا تھا۔ آخر نرمل کی خوشیوں نے ہری دت کی ویرانیاں کیوں دے دی تھیں۔ یہ درست تھا کہ اس کے نصیب میں اجڑی ہوئی ویرانیاں تھیں۔ لیکن ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ایسا بے رحمانہ سلوک کیسے روا کر سکتا ہے۔

ہری دت کو اس کمرے سے وحشت ہونے لگی۔ صبح جب اس کی آنکھ کھلتی تو ضروریات سے فارغ ہو کر کھانا کھا لیتا۔ اور گھر سے نکل جاتا۔ پھر پارک۔ سڑکیں اور تنہا گوشے اس کے ساتھ ہوتے۔ وہ ان تنہا

گوشوں میں آنسو بہائے۔

اسے تو یہ احساس تھا کہ اس نے جو کچھ کیا ہے محض جذبات میں بہہ کر کیا تھا۔ لیکن اب ترل لوٹ کر نہ آسکتی تھی۔ وہ تو اپنی خوشیوں میں چلی گئی تھی۔ اب اس ویرانے یا کھنڈر میں کیسے آتی۔ اور کیوں آتی۔

اسے اس کا جواب مل گیا تھا۔ اسے وہ باہیں مل گئی تھیں۔ جن میں اس کو سمٹنا تھا۔ لیکن ہری دت کی بانہیں پائن کے درخت کی شاخوں کی طرح جو پہاڑوں پر بادلوں کی طرح پہلی صدیوں سے کسی کے انتظار میں کھڑی ہیں۔

لوگ خزاں سے بھاگتے ہیں۔ اور میں نے بہار کو زندگی سے نکال کر خزاں کو لبالیا تھا۔ اس ویران دل کو اب کسی کل چین نہ پڑتا تھا۔ جبکہ یہ ویرانی وحشت اور جنون کی شکل اختیار کر رہی تھی۔ ایسا کوئی غمگسار نہ تھا۔ جس کو وہ حالِ دل سناتا۔ ایسی آنکھ نہ تھی۔ جسے وہ اپنی چشمِ تر دکھاتا۔

اس نے تو بہاروں میں آشیانے کو آگ لگا دی تھی۔ اور اب یہ راکھ رہ گئی تھی۔ جو بگولے بن کر اڑ رہی تھی۔ یہ کیسی یاد آئی تھی۔ جس نے اس کی زندگی کو خزاں بنا ڈالا تھا۔

وہ دیوانگی کے عالم میں سڑکوں پر گھومتا رہتا۔ پاؤں تھک جاتے تو کسی پارک میں جا بیٹھتا۔ اور جب شام کے چار بج جاتے تو وہ کام پہ چلا جاتا۔ کام میں اب اس کا دل نہ لگتا تھا۔ لیکن یہ لمحات گذر جاتے تھے۔ اسے دیوانگی اور ویرانی سے دور رکھتے تھے۔

اور ایسے حالات میں اسے ایک شعر اتنا پسند آیا کہ وہ اسے ہی گنگناتا رہتا۔

ماحول نے وفا کو تہمت دیا قرار!
سوکھے ہوئے لبوں سے شکایت سی چھن گئی

آخر یہ زندگی اس سے برداشت نہ ہوسکی۔ اور ایک روز وہ کسی کو بتائے بنا۔ اور گھر سے کوئی شے لئے بغیر ریل میں سوار ہوگیا۔

ریل ایکسپریس تھی اور بمبئی جارہی تھی۔ اس نے ایک معمولی لباس پہن رکھا تھا۔ اور رات کو سردی ہوگئی۔ لیکن وہ یاد دل میں اتنا کھویا رہا۔ کہ اسے ایک پل کے لئے نیند نہ آئی اور نہ ہی اسے سردی کا احساس ہوا۔

صبح کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔ ایک اسٹیشن پر گاڑی رکی تو چائے کی طلب محسوس کرکے نیچے اترا۔

اس نے چائے والے کو ایک چائے کے لئے کہا اور پوچھا۔ یہ کونسا اسٹیشن ہے۔!

"جھانسی —" چائے والے نے جواب دیا۔

"جھانسی۔" ہری دت بڑبڑایا۔ یہاں تو اس کی چھوٹی بہن کملا رہتی ہے۔ جو اسے بیحد پیار کرتی ہے۔ کیا وہ یہاں سفر ختم کردے۔ شاید اس کے ویران دل کو بہن کا پیار سہارا دے سکے۔ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا۔ اور آہستہ آہستہ چائے پی رہا تھا کہ کسی نے اچانک پکارا۔

"ہری دت۔ تم۔"

ہری دت نے گھوم کر دیکھا۔ تو اس کے چھوٹے بہنوئی سری رام جی کھڑے تھے۔

"نمستے۔"

"ارے تم! تم یہاں کہاں۔؟"

"جی میں بمبئی جا رہا ہوں۔"

"بمبئی! کس کام سے۔"

"دفتر کے کام سے۔" ہری دت نے جھوٹ بولا۔

"تو چلے جانا۔ ساتھ میں کون ہے۔"

"کوئی نہیں۔"

"کوئی نہیں۔! پھر کیا ہے۔ اب اتفاق سے مل گئے ہو۔ تو آؤ! اپنا سامان اترواؤ۔ دو ایک روز رہ کر چلے جانا۔"

"لیکن۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔! کملا تمہیں دیکھ کر کھل اٹھے گی۔ بتاؤ اسباب کو نسے ڈبہ میں پڑا ہے۔"

"جی میرے پاس کوئی اسباب نہیں! میں صرف اسی لباس میں سفر کر رہا ہوں۔"

"اور تم کہہ رہے تھے کہ تم دفتر کے کام سے بمبئی جا رہے ہو۔"

"بس! کچھ ایسی ہی بات ہے۔" کہتے کہتے ہری دت کی آواز بھرا گئی۔

"خیر کوئی بات نہیں۔! چلئے ختم ہوگئی۔"

"جی ہاں۔" کہہ کر ہری دت نے خالی پیالا بڑھا دیا۔ اور پیسے دیئے۔

"آؤ۔" سری رام نے کہا۔

ہری دت چپ چاپ چل پڑا۔

وہ گھر پہنچے تو کملا بہن سجاتی تھی کو دیکھ کر کھل اٹھی۔ "ارے تم — تم اچانک کہاں آ گئے۔"

"آ نہیں گیا ۔ میں زبردستی لایا ہوں ۔ اچانک سٹیشن پر ملاقات ہو گئی ۔ یہ تو بمبئی جا رہا تھا ۔ میں نے کہا دو ایک روز کے لئے رک جانا۔"

"آج کا دن تو بہت ہی اچھا ہے ۔ نہ معلوم کس کا مونہہ دیکھا تھا صبح ۔" کملا نے جوش سے کہا ۔

"کیوں ایسی کیا بات ہے ۔" ہری دت نے مسکرا کر کہا ۔

"بات کیوں نہیں ۔ جتنے رشتے دار ہیں وہ پنجاب سے دہلی تک تو آ سکتے ہیں ۔ لیکن دہلی سے آگے نہیں آتے ۔ سمجھتے ہیں کہ جھانسی جنوبی ہند میں ہے ۔" کملا نے گلا کیا ۔ اس کی نگاہیں باہر دروازے پر لگی تھیں ۔

"باہر کیا دیکھے جا رہی ہو ۔" سری رام نے سمجھتے ہوئے کہا ۔

"کیا باہر تانگے میں بھابھی نہیں ۔"

"نہیں صرف یہ اکیلا ہے ۔ اور وہ بھی ان نیکر ڈوں میں بمبئی کا سفر کر رہا تھا ۔" سری رام نے مسکرا کر کہا ۔

"کیا مطلب ۔!" بہن کا ماتھا ٹھنکا ۔

"اب تم آرام سے پوچھتی رہنا ۔" سری رام نے مسکرا کر کہا ۔

"چلو پہلے تم غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ ۔" بہن نے کہا ۔

غسل وغیرہ اور ناشتے سے فارغ ہو کر ہری دت اپنے بہنوئی سری رام کا کاروبار دیکھنے چلا گیا ۔ تمام دن وہ باہر ہی رہے ۔ شام کو لوٹے تو سری رام کسی کام کا بہانہ کر کے پھر چلا گیا ۔ وہ چاہتا تھا کہ بہن بھائی آپس میں کھل کر بات کر لیں ۔ اتنا تو وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ ہری دت تمام حالات میں گھر سے نکلا تھا ۔

بہن اور بھائی بیٹھ گئے تو دل کی باتیں شروع ہو گئیں ۔

"ہری دت اتنا تو میں سمجھ گئی ہوں کہ تم عام حالات میں گھر سے نہیں نکلے۔ یہ بتاؤ سبھا بھی کیسی ہے۔؟"

"سبھا بھی۔" ہری دت غرایا۔ "سبھا بھی چلی گئی۔"

"کہاں۔؟"

ہری دت نے پون گھنٹہ میں تمام داستان سنا دی۔

"اور اب میں سکون کی تلاش میں بھٹک رہا ہوں۔ لیکن سکون کہاں ہے۔ یہ میں نہیں جانتا۔" ہری دت نے کہا۔

"خیر! یہ اچھا ہوا کہ تم یہاں آگئے۔ تمہیں ایسے دنوں میں تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ تمہیں گھر کے ماحول کی ضرورت ہے۔" کملا نے کہا۔ "اور میں نے تمہیں ابھی تک بتایا یا نہیں۔؟"

"کیا۔؟"

"دہلی سے تار آیا ہے۔ کہ اگر ہری دت یہاں ہو تو مطلع کرو۔"

"بہن! انہیں کوئی جواب نہ دو۔"

"گھبراؤ نہیں۔ میں نے بھی یہی سوچا ہے۔ یہ ماسٹر جی بھی بس ماسٹر جی ہیں۔ ہمارے دھرم میں جو دو چار برس پہلے پیدا ہو جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کی عقل کا مالک وہی ہے۔ اپنے سے عمر میں چھوٹے کو تو سمجھتے ہیں کہ یہ کچھ جانتا ہی نہیں۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا۔ تمہیں یاد ہوگا شادی کی دوسری رات جب تم ڈیوٹی سے لوٹے تو ماسٹر جی کیا کچھ بولتے جا رہے تھے۔" کملا نے خلوص سے کہا۔

"مجھے یاد ہے۔"

"چلو اچھا ہوا کہ اس بدچلن اور آوارہ لڑکی سے اتنی آسانی سے

چھٹکارہ مل گیا۔ ورنہ بھگوان جانے وہ کیا کیا گل کھلاتی۔"

ہری دت خاموش رہا۔ اس آوارہ اور بدچلن کی یاد تو اسے بری طرح تڑپا رہی تھی۔ اس کی خاطر تو وہ اس طرح سکون کی تلاش میں گھوم رہا تھا۔

سری رام لوٹ آئے۔ انہیں جب تار کا پتہ چلا تو انہوں نے بھی یہی رائے دی۔ کہ کوئی جواب نہ دیا جائے۔

"لیکن ہری دت تمہیں اپنے دفتر ضرور مطلع کر دینا چاہیئے۔ سرکاری نوکری ہے۔ بنا اجازت اگر تم غیر حاضر رہے تو بعد ازاں بہت پریشانی اٹھانی پڑے گی۔"

"جی ہاں انہیں مطلع کر دوں گا۔"

اس رات وہ دیرتک باتیں کرتے رہے۔

چند روز بعد ہری دت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹروں کو دکھایا لیکن وہ اس کا علاج نہ کر سکے۔ سری رام نے کہا۔ کہ اس کا ایک ڈاکٹر دوست بمبئی میں ہے وہ بمبئی چلا جائے اور وہاں علاج کرلے۔

ہری دت بمبئی کے لئے روانہ ہو گیا تو سری رام نے دہلی اطلاع دیدی کہ ہری دت آیا تھا۔ چند روز یہاں رہا اور بیمار ہو گیا۔ میں نے اسے بمبئی علاج کے لئے بھیج دیا ہے۔ فکر نہ کریں۔

ہری دت دو ماہ ہسپتال میں رہا۔ سری رام کے دوست ڈاکٹر مہتہ نے پوری توجہ سے اس کا علاج کیا۔ اور جب انہیں اس داستان کا علم ہوا تو علاج میں آسانی ہو گئی۔

دو ماہ بعد وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو کر جھانسی پہنچا۔ وہاں بہن کے پاس دو روز رہا پھر دہلی چلا گیا۔ اور ڈیوٹی جوائین کرلی۔

اگلے پانچ سالوں میں نرملا کی زندگی میں جو واقعات گزرے وہ یہ تھے۔ اس نے پہلے بچے کو شادی کے ٹھیک نو ماہ بعد جنم دیا تھا۔ اور تین برس بعد ایک لڑکی کو جنم دیا تھا۔ ان دو بچوں کو جنم دینے سے اس کا رنگ اور روپ ختم ہو گیا تھا۔ گھر کا کام ـــــ مالی پریشانیوں نے اسکے حسن کو تقریباً ختم کر ڈالا تھا۔ وہ چوبیس برس میں تیس برس سے زائد کی دکھائی پڑتی تھی۔

سریندر کے والد نے نرملا کو بہو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اور وہ ایک بار بھی ان کے گھر نہ گئی تھی۔ بلکہ انہوں نے کوئی مالی امداد نہ دی تھی۔ اور دھمکی دی تھی کہ جائداد سے محروم کر دیا جائے گا۔

لہٰذا سریندر اور نرملا ایک کشتی میں سوار تھے۔ جس کے وہ خود مانجھی تھے۔ اور خود ہی سوار تھے۔ اس کشتی میں انہیں ساحل پہ اترنا تھا۔ یا منجدھار میں ڈوبنا تھا۔

سریندر پورے تین سو روپے ماہوار کما رہا تھا۔ لیکن مہنگائی جان لیوا ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس قلیل آمدنی میں میاں، بیوی اور بچوں کا پیٹ بھرا نہ جا سکتا تھا

نرملا ان عورتوں میں سے نہ تھی۔ جو تیس برس کی عمر میں نکھرنا شروع ہوتی ہیں اور چالیس برس کی عمر تک برتا یا جوان نظر آتی ہیں۔ جن کے جسم میں کشش رہتی ہے۔ جو جسم چھوڑتی نہیں۔ جن کے پیٹ پہ یا پیٹھ پر فالتو گوشت پیدا نہیں ہوتا۔ اور کھیلوں کے پاس گوشت ڈھلک نہیں جاتا۔ نرملا ان تمام کے برعکس تھی۔ وہ بچوں کو جنم دینے کے بعد اس کے پیٹ اور پیٹھ پر فالتو گوشت ڈھلک رہا تھا۔ بچوں کو دودھ پلانے سے چھاتیاں ڈھلک گئی تھیں۔ اس کے جسم اور چہرے کا خون ختم ہو گیا تھا۔ ہونٹ اب گلابی نہ رہے تھے۔ اور آنکھیں اب کنول نہ رہی تھیں۔ بلکہ اندر دھنس گئی تھیں۔ اور ان کے گرد سیاہ حلقے تھے جو کسی بھی ڈسٹمپر سے چھپائے نہ جا سکتے تھے۔

غرضیکہ ڈسٹمپر کے باوجود وہ حسین نہ دکھائی پڑتی تھی۔ وہ تقریبا تمام کشش کھو چکی تھی۔

وہ زیادہ تعلیم یافتہ بھی نہ تھی جو ملازمت کر سکتی یا اس کو ملی سکے پھر ملازمت کہاں ملتی۔؟

شام کے ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ اس سے جو بن پڑا تھا۔ اس نے پکا کر بچوں کو کھلا دیا تھا۔ اور بچے سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ سریندر ابھی تک دفتر سے نہ لوٹا تھا۔

سوا نو بجے سریندر لوٹا۔ تو نرملا نے اس کا جائزہ لیا۔

"آج بڑی دیر کر دی۔"

"ہاں۔" سریندر نے شو اتارتے ہوئے کہا۔

"کیا دفتر میں تھے۔؟"

"نہیں۔"

"پھر ___"

"کہیں گیا تھا۔"

"کہاں۔؟"

"کھانا تیار ہے۔"

"جی ہاں ___ جو گھر میں تھا وہ تیار ہے۔"

"بچوں نے کھا لیا۔"

"جی ___ !"

"سو گئے۔"

"جی ہاں۔ ابھی ابھی سوئے ہیں۔ آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ پاپا پھل لائیں گے۔ مٹھائی لائیں گے ___" نرملا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سریندر کو یہ مذاق پسند نہ آیا۔ "کیوں نہیں۔ ان کے نانا نے منی آرڈر بھیجا ہے۔"

نرملا سنبھل گئی۔ آج تک سریندر نے اس کے والدین کو برا نہ کہا تھا۔ یہ پہلی بار تھی۔ اس نے سوچا کہ سریندر کسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہے لہٰذا وہ ایسا مذاق بند کر دے۔

سریندر نے پتلون اتار دی تھی۔ اور تہبند کس لیا تھا۔ قمیص اتار کر اس نے کھونٹی پر لٹکا دی اور اب اس کے جسم پر بنیان تھی۔

"میں کھانا لے آؤں۔"

"لے آؤ۔"

نرملا اٹھ کر چلی گئی - اور پانچ منٹ بعد تھالی لے آئی - جس میں ایک دال تھی - پیاز تھی - اور روٹیاں تھیں - سریندر فرش پر چٹائی پر بیٹھا تھا تو نرملا نے کھانا اس کے آگے رکھ دیا - خود پاس ہی بیٹھ گئی -

"تم نے کھا لیا -"

"میں کھا لوں گی - آپ شروع کیجئے -"

"ہوں -" کہہ کر سریندر نے کھانا شروع کر دیا -

جب وہ ایک روٹی ختم کر چکا تو نرملا نے کہا -

"آج کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں -

"آج کوئی خاص بات تو نہیں ہر روز ہی ہوتی ہے -"

"کیا ایسی بات نہیں جو مجھے بتا نہ سکیں -"

"ابھی تو کوئی خاص نہیں -"

"جب ہو گی تو بتائیں گے -"

"ہاں -"

"آج دیر کہاں ہو گئی -"

"یوں ہی -"

"سینما چلے گئے تھے -"

"سینما !" سریندر نے لقمہ چباتے ہوئے کہا -

"پیسے کہاں سے آئے - ؟"

"او ـــــ" نرملا نے گہرا سانس لیا - "یہ بھی درست ہے - مہینے کے آخری دن ہیں - میں سوچ رہی تھی سردیاں آ رہی ہیں - اور بچوں کو سویٹر کی ضرورت پڑے گی -"

"میں جانتا ہوں ــــــ" جو آمدن ہے تم جانتی ہو۔ اس کے مطابق ہی بجٹ بنا لینا۔ کوئی خرچ کم کر دینا۔"

"کیا مجھے نوکری نہیں مل سکتی۔"

"نوکری! تم نوکری کرنا چاہتی ہو۔"

"کیا حرج ہے۔ آخر اتنی لڑکیاں اور عورتیں کرتی ہیں۔"

"لیکن تمہاری تعلیم کیا ہے۔؟"

"میٹرک۔"

"آج کل بی اے پاس لڑکیاں دھکے کھا رہی ہیں۔ تمہیں کون پوچھتا ہے۔" سریندر نے کہا۔

"اور یہ جو ٹیلی فون آپریٹر ہیں۔"

"اس کے لئے ٹریننگ کی ضرورت ہے۔"

"میں سیکھ لوں گی۔"

"اور بچے۔؟"

"ان کا بھی انتظام کر لیں گے۔ کوئی زیادہ لمبی ٹریننگ تو نہ ہو گی۔ یہی دو چار ماہ کی ہو گی۔"

"میں کہہ نہیں سکتا۔"

"آپ پتہ تو کریں۔"

"اچھا کر دوں گا ــــــ" کہہ کر سریندر نے کھانا ختم کر ڈالا۔" پانی"

"او ــــ ابھی لائی۔" کہہ کر نرملا تیزی سے باورچی خانہ کو چلی گئی۔ سریندر نے پانی پی لیا۔ اور ہاتھ دھو لئے تو نرملا تھالی اٹھا کر رسوئی میں چلی گئی۔ تھالی میں ایک روٹی بچی تھی۔ جو سریندر نے چھوڑ دی تھی۔ نرملا نے

ڈبہ کھولا دو روٹیاں اور تھیں۔ اس نے انہیں کھا لیا۔ پھر جو جھوٹے برتن تھے۔ انہیں دھونے لگی۔

آدھ گھنٹے بعد وہ کمرے میں پہنچی تو چھوٹا بچہ جو لڑکی تھی۔ اس کی چارپائی پر سو رہی تھی۔ اور بڑا لڑکا سریندر کی چارپائی پر سو رہا تھا۔ اس کے ساتھ سریندر پڑا تھا۔

نرملا اپنی چارپائی پر بیٹھ گئی۔ دن بھر کی مشقت کے بعد رات کے اس پہر چارپائی مل جاتی تھی۔

"سچ مچ آپ ضرور پتہ کریں۔"

"کس بات کا۔"

"ابھی تو میں نے کہا تھا۔ ٹیلی فون آپریٹر کا۔"

"بہتر۔"

"آپ کا اپنے پتا جی سے اب کچھ سمجھوتہ نہ ہوگا۔"

"اب کیا ہوگا۔ اب تو وہ جائداد بھی تقسیم کر چکے ہیں۔ انہوں نے باقاعدہ وصیت لکھ دی ہے۔ اور اس پر عمل درآمد بھی ہو چکا ہے۔ کیا تم اب بھی میرے باپ کی جائداد کی آس لگائے بیٹھی ہو۔"

"یہ بات نہیں۔ آخر آپ ان کے بیٹے ہیں ــ اور آپ کا حق ہے۔"

"اور اس حق کو بھول جاؤ۔"

"میں تو بھول چکی ہوں۔ صرف بچوں کا خیال آتا ہے تو جائداد کا خیال آجاتا ہے۔ یہ بچارے غربت میں پل رہے ہیں۔ ہمارا کیا ہے۔ جو ملا کھا لیا۔ اور جیسا پہننے کو ملا پہن لیا۔"

"پھر شکایت کیسی ؟"

"کوئی شکایت نہیں ۔"

"دیکھو نرمل ۔ اجو پریشانی تمہارے ذہن میں ہے ۔ وہی پریشانی میرے ذہن میں ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں کچھ دنوں سے دیر سے گھر آرہا ہوں ابھی بات چونکہ سرے نہیں چڑھی ہے ۔ اس لئے میں نے ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا تھا ۔ میں پارٹ ٹائم شام کے دو یا تین گھنٹے کام کرنا چاہتا ہوں ۔ اور اسی کام کی تلاش میں ہوں ۔" سریندر نے کہا ۔

یہ تو اچھی بات ہے ۔ آپ پارٹ ٹائم کام کرلیں ۔ اور میں بھی آپ پر ٹیچری ٹریننگ حاصل کر کے ملازم ہو جاؤں تو ہمارے حالات بہت اچھے ہو سکتے ہیں ۔ نرمل نے کہا ۔

"آج ایک جگہ بات ہوئی تھی ۔ لیکن ......"

"لیکن کیا ۔ ؟"

"کچھ نہیں ۔"

"آپ کو میری قسم بتایئے ۔"

"لیکن وہ تین سو روپے نقد ضمانت مانگتے ہیں ۔"

"تو آپ کیا سوچ رہے ہیں ۔"

"تین سو روپے کہاں سے لاؤں ۔ ؟"

"اس میں سوچنے کی کیا ضرورت ہے ۔ یہ زیورات کس روز کام آئیں گے ۔ انہی دنوں کے لئے تو زیورات ہوتے ہیں ۔"

"او ۔ نہیں ایسا سوچنا بھی گناہ ہے ۔"

"بالکل نہیں ! کیا تنخواہ دیں گے ۔"

"ساٹھ روپے ماہوار ۔"

"اور کام۔"

"شام چھ سے آٹھ۔ لیکن تم جانتی ہو کہ ایسے دوکاندار کبھی وقت کا پاس نہیں رکھتے۔ نو بھی بج سکتے ہیں۔"

"پھر آپ کل ہی کچھ زیور گروی رکھ کر تین سو روپیہ لے آئیے۔"

"نہیں! نہیں یہ نہیں کر سکتا۔ میں اگر تمہیں زیورات نہیں دے سکا تو اس کا بھی حق نہیں رکھتا کہ ان کلائیوں سے اتار لوں۔" سریندر نے کہا۔

"آپ اتار نہیں رہے ہیں۔ صرف انہیں گروی رکھ رہے ہیں۔ اور پہلے قرض ادا کر کے انہیں واپس لے آئیں گے۔"

سریندر نے جواب نہ دیا۔

"کیا سوچ رہے ہیں آپ۔"

"کچھ نہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے نا۔"

"نہیں۔"

"لیکن مجھے جب اعتراض نہیں تو آپ دل کیوں میلا کرتے ہیں۔؟"

"اچھا دیکھا جائیگا۔" سریندر نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ "ضرورت پڑی تو بتا دوں گا۔"

"ضرورت۔" نرملا نے کہا۔ "میں تو کہتی ہوں اگر مجھے ٹیلی فون آپریٹر کی نوکری مل جائے تو سب دکھ دور ہو جائیں۔"

"اس کے لئے بھی پتہ کروں گا۔ اب سو جاؤ۔"

لیکن نرملا دیر تک نہ سو سکی۔ اس کے ذہن میں صرف ایک ہی بات تھی کہ کسی طرح ٹیلی فون آپریٹر کی نوکری مل جائے۔

ہری دت کی زندگی کے ان پانچ سالوں میں بہت سی باتیں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔

اس نے ان سالوں میں میٹرک پاس کر لیا تھا۔ اور اب وہ انگریزی میں خط وغیرہ لکھ سکتا تھا۔

نرملا کی یاد نے جو غم دیا تھا۔ اس کے ڈبونے کی خاطر اس نے شراب پینا سیکھ لیا تھا۔

چھوٹا بھائی پڑھ لکھ کر برسرِ روزگار ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی پسند کی کسی لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ اور ماں اب اس کے پاس رہتی تھی۔ خود سرکاری ملازمین کی کالونی میں ایک کوارٹر کے کمرے میں رہ رہا تھا۔ جس کمرے میں ایک ٹرنک۔ ایک چارپائی ایک میز ایک کرسی اور چند برتن تھے۔

زندگی کی ویرانی اور سنسانی کو دور کرنے کے لئے وہ ورکرز یونین میں سرگرمی سے کام کرنے لگا تھا۔ ایک تو اس کا وقت گزر جاتا۔ دوسرے مصروف آدمی کو پریشانیاں پریشان نہیں کرتیں۔ اس نے اتنی لگن اور محنت سے کام کیا تھا کہ وہ اب باقاعدہ یونین کا سیکریٹری تھا۔ تین سو روپے ماہوار اسے پریس سے مل رہا تھا۔ اور سو روپیہ ماہوار اسے یونین کی طرف سے

مل رہا تھا۔ چار سو روپے ماہوار اس ایک جان کے لئے بہت تھا۔ اور جیسا کہ اس نے نرملا سے کہا تھا کہ اس دنیا میں جسم تو بہت مل سکتے ہیں۔ دل صرف ایک ملتا ہے۔ اب وہ اس روش پر چل رہا تھا۔ جب بھی اسے ضرورت پڑتی وہ جسم خرید لیتا۔

ان تمام تبدیلیوں کے علاوہ جو سب سے بڑی تبدیلی تھی وہ یہ تھی کہ اس کے دوست احباب بسا تھی۔ اب اسے ہری دت کہہ کر نہ بلاتے تھے۔ بلکہ کامریڈ کہہ کر پکارتے تھے۔

اگرچہ وہ ایک دھرم پرچارک کا بیٹا تھا۔ اور اس کو دھرم کی تعلیم دی گئی تھی۔ لیکن اب وہ دھرم سے اتنا ہی دور ہو گیا تھا۔ جتنا اس کے والد اس کے قریب تھے۔

کامریڈ ہری دت یونین کے دفتر میں داخل ہوا تو دو آدمی اس کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ وہ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

"بیٹھو کامریڈ۔۔۔!" ہری دت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہری دت نے کچھ دیر ڈاک دیکھنے میں لگائی۔ دفتر ایک کوارٹر کے برآمدہ میں لکڑی کا پارٹیشن لگا کر بنایا گیا تھا۔ چونکہ یونین بہت بڑی نہ تھی۔ اگرچہ اس کے ڈھائی سو سے زائد ممبر تھے۔ لیکن وہ ابھی اس قابل نہ تھی کہ اپنا ٹائپ رائٹر خرید سکے۔ اور سرکلر جاری کرنے کے لئے Duplicater خرید سکے۔ بہر صورت یونین کا کام چلتا رہتا تھا۔ ٹائپ اور ڈپلی کیٹر کا کام کل سبٹ پرلیس ورکرز یونین کے دفتر سے کرا لیا جاتا تھا۔

ڈاک سے فارغ ہو کر ہری دت نے حیدرآبادی سگریٹ سلگایا۔ جو بہت ہی سخت تھا۔ سخت سے مراد جس کا تمباکو بہت تیز تھا۔

"ہاں کامریڈ پہلے تم سناؤ۔" وہ ایک شخص سے مخاطب ہوا۔

"جی میں انگلش کمپوزنگ سیکشن میں کام کرتا ہوں۔"

"میں نے تمہیں دیکھا ہے۔" ہری دت نے کہا۔

"میں کل چھٹی کے وقت گھر جا رہا تھا۔ نوگیٹ پر حسب معمول تلاشی ہو رہی تھی۔ اور جب میری تلاشی لی گئی تو اس میں سے آدھ سیر ٹائپ برآمد ہو گیا۔" اس شخص نے کہا۔

"اور تمہیں نوکری سے معطل کر دیا گیا۔" ہری دت نے مسکرا کر کہا۔

"جی۔"

"خیر! وہ ہم بعد میں سوچیں گے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ ہماری یونین کے ممبر ہو۔" ہری دت نے سوال کیا۔

"جی نہیں۔"

"اب تک کیوں نہیں بنے۔"

"جی — جی ..... " وہ شخص ہچکچایا۔

"خیر! صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔" ہری دت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب پہلے اپنا نام بتاؤ۔"

"دونی چند۔"

"کامریڈ دونی چند! آج سے تم کامریڈ دونی چند ہو۔ سمجھے! اب تم ایک معمولی ورکر نہیں ہو بلکہ اس یونین کے ممبر ہو۔ سب سے پہلے تم یونین کے ممبر ہو۔" ہری دت نے کہا۔

"جی مجھے منظور ہے۔"

"تو کامریڈ جیب سے پانچ روپے نکالو۔ چار روپے داخلہ کی فیس

اور ایک روپیہ ممبرشپ۔" ہری دت نے رسید بک اٹھاتے ہوئے کہا۔
دونی چند نے پانچ روپے نکال کر میز پر رکھ دیئے۔ کامریڈ ہری دت رسید تیار کر رہا تھا۔ رسید تیار کر کے اس نے بڑھادی۔ "یہ لو! اسے سنبھال کر رکھنا۔ ویسے تمہیں ممبرشپ کا نمبر یاد رکھنا ہے۔"

"جی بہتر۔" دونی چند نے رسید سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب بتاؤ کہ کیا لفڑا ہے۔ کتنا ٹائپ برآمد ہوا تھا کامریڈ۔"

"آدھ سیر۔"

"اور وہ ٹائپ تمہارے ٹفن کیریر سے برآمد ہوا۔"

"جی ہاں صاحب۔"

"صاحب نہیں کامریڈ کہو۔ یہاں سب برابر ہیں۔ کوئی بڑا نہیں کوئی چھوٹا نہیں یہاں سب ورکرز ہیں۔"

"جی۔"

"تو کامریڈ تم کھانا اس وقت کھاتے ہو جب کھانے کی چھٹی ہوتی ہے؟" کامریڈ ہری دت نے سوال کیا۔

"جی ہاں۔"

"اور پھر کام کرنے لگتے ہو۔ اور ٹفن کیریر ایک جگہ رکھ دیتے ہو جہاں باقی لوگ رکھتے ہیں۔"

"جی۔"

"جب چھٹی ہوئی تو تم نے ٹفن کیریر اٹھا لیا۔ اور گھر چل دیئے۔"

"جی۔ لیکن......"

"لیکن تم نے سب کی آنکھ بچا کر اس میں ٹائپ ڈال لیا تھا۔ آدھ سیر

ٹائپ دو روپے میں فروخت ہوتا ہے۔ لیکن کامریڈ دونی چند یہ ہنومان کا مندر نہیں۔ یہ یونین کا دفتر ہے۔ اور تم یونین کے ممبر ہو۔ اور اب کامریڈ دونی چند ہو۔ بات سیدھی ہے۔ کہ مزدور اپنا خون بہاتا ہے۔ اور سرمایہ دار عیش کرتا ہے۔ ٹھیک ہے۔"

"جی ہاں۔"

"اور یاد رکھو مزدور صرف محنت اور مشقت سے روزی کماتا ہے۔ وہ چوری نہیں کرتا۔ چوری صرف سرمایہ دار کرتا ہے۔"

"لیکن میں نے ......"

"تو کی ہے۔" کامریڈ ہری دت نے لقمہ دیا۔ "یہی کہنا چاہتے ہو۔ اور چوری کے بعد رنگے ہاتھوں پکڑے گئے۔ اور نوکری سے معطل ہو گئے۔ اگر یہ سب درست ہے تو یونین کا کیا فائدہ ہے۔ دیکھو کامریڈ بات چھوٹی سی ہے۔ تم نے چھٹی کے وقت کھانا کھایا۔ اور اپنا ٹفن کیریر مخصوص جگہ پر رکھ دیا۔ اور اپنے کام میں لگ گئے۔ اب یہ حقیقت ہے کہ انگلش سکیشن کا فورمین ہماری یونین کا ممبر ہی نہیں بلکہ دشمن ہے۔ چونکہ تم اس یونین کے ممبر ہو......"

"وہ تو میں آج نیا ہوں۔" دونی چند نے سادگی سے کہا۔

"نہیں! تم پچھلے سال بھی تھے۔ یہ تو اس سال کا چندہ دیا ہے۔ کامریڈ جو میں سکھا رہا ہوں وہ سیکھو سمجھے۔"

"جی سمجھ گیا۔"

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ تم یونین کے ممبر ہو اور انگلش سکیشن کا فورمین اس یونین کا دشمن ہے۔ وہ تمہارا سخت دشمن ہے۔

"لیکن ......"

"وہ نہیں ہے یہی کہنا چاہتے ہو۔ لیکن میں کہہ چکا ہوں۔ کہ یہ ہنومان کا مندر نہیں۔ یہ یونین کا دفتر ہے۔ اور یونین اپنے ورکرز ممبرز کی حفاظت کرتی ہے۔ ان کے جائز حقوق دلواتی ہے۔ ان پر جو جھوٹے الزامات لگائے جاتے ہیں۔ ان کے خلاف لڑتی ہے۔ کیا سمجھے۔" ہری دت نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

ہری دت کی مسکراہٹ ہر شخص کو قائل کر دیتی ہے۔ اور دونی چند بھی قائل ہو چکا تھا۔

"جی سمجھ گیا۔"

"تو معاملہ بالکل صاف اور سیدھا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد جس وقت تم کام کر رہے تھے۔ انگلش سیکشن کے فورمین نے تمہاری آنکھ بچا کر تمہارے ٹفن کیریر میں آدھ سیر ٹائپ بھر دیا۔ تاکہ تم چوری کے سلسلہ میں پکڑے جاؤ۔ اور نوکری سے برخاست ہو جاؤ۔ اور تمہاری جگہ فورمین اپنا آدمی رشوت لے کر بھرتی کرا دے۔ اور تم جانتے ہی ہو۔ اور اگر نہیں جانتے تو اب جان جاؤ کہ انگلش سیکشن کا فورمین رشوت کھا کر اپنے آدمی بھرتی کراتا ہے۔ اور تمہارے جیسے نیک شریف اور ایماندار ورکر کو چوری کے جھوٹے الزام میں پھنسوا کر نوکری سے نکلوا دیتا ہے۔ بس کامریڈ دونی چند تمہارا یہ مقدمہ ہے۔ اور ہم پوری طاقت سے لڑیں گے۔ اور دیکھیں گے کہ تمہارا بال بیکا بھی نہیں ہوگا۔" کامریڈ ہری دت نے ہنستے ہوئے کہا۔

"صاحب وہ میرے ٹفن کیریر سے برآمد ہوا تھا۔ اور منیجر صاحب پوچھیں گے کہ کھانا کھا لیا تھا۔ تو ٹفن کیریر کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔ پھر آدھ سیر

ٹائپ کے بوجھ کا علم کیوں نہ ہوا۔" دوتی چند نے جرح کی۔

"تمہارا سوال بالکل درست ہے۔ اور یہ پوچھا بھی جائے گا۔ اور اب تمہارا جواب کیا ہونا چاہیئے۔ یہ جاننا چاہتے ہو۔"

"جی ہاں۔!" دوتی چند نے مسرور لہجہ میں کہا۔

"بات یہ تھی کہ تمہارا لڑکا سخت بیمار تھا۔ اور تم اس کے لئے پریشان تھے۔ تمہارا ذہن اس وقت اس لڑکے کے لئے پریشان تھا۔ اس لئے تم احساس نہ کر سکے کہ تھن کیبر ٹرو ذی ہے۔" ہری دت نے نقطہ بتایا۔

"لیکن صاحب میری تو شادی نہیں ہوئی۔"

"پھر کیا ہوا — معمولی بات ہے۔ گاؤں میں تایا جی رہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"تو وہ بیمار تھے۔ ان کی بیماری کا خط آیا تھا۔"

"ہاں صاحب یہ ٹھیک ہے۔" دوتی چند نے خوش ہو کر کہا۔

"کامریڈ کہو۔ اے کامریڈ دوتی چند! اور اب تم جاؤ۔ بالکل بے فکر رہو۔ جاؤ تمہاری نوکری کو کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن آئندہ چوری نہ کرنا۔"

"جی میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"اب جاؤ — باقی کام یونین جانتی ہے کیسے کرنا ہے۔"

کامریڈ دوتی چند سلام کر کے چلا گیا۔

"ہاں! کامریڈ ہیرا نند تم سناؤ۔" کامریڈ ہری دت دوسرے شخص سے مخاطب ہوا۔

"کامریڈ تمہیں پتہ چل گیا ہو گا کہ میں رات ڈیوٹی پر تھا۔ اور بڑے صاحب نے دو تین بجے آ کر مجھے سوتے ہوئے پکڑ لیا —" کامریڈ ہیرا نند نے کہا۔

"اور کامریڈ ہیرا نند تم اس پولیس کے چوکیدار ہو۔ اور اس پولیس میں سرکار کے بڑے بڑے قیمتی کاغذات اور کتابیں چھپتی ہیں۔ اور تم پہرہ دینے کی جگہ سو رہے تھے۔" کامریڈ ہری دت نے کہا۔

"جی کامریڈ ..." کامریڈ ہیرا نند نے کہا۔ اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ دیا۔

"بہت خوب! اب تمہیں بڑے صاحب نے معطل کر دیا ہے۔"

"جی۔"

"اور اب یونین تمہارا کیس لڑے۔"

"بالکل کامریڈ۔ میں بے قصور ہوں۔"

"اور وہ تو ہم جانتے ہی ہیں۔ چوکیدار کا کام پہرہ دینا نہیں سونا ہے۔" کامریڈ ہری دت نے ہنس کر کہا۔ "خیر! کتنے بجے کا واقعہ ہے؟"

"تین بجے۔"

"رات کے تین بجے! بڑے صاحب کہاں سے آ رہے تھے جو آن کر تمہیں سوتے ہوئے پکڑ لیا۔ ضروری بات ہے کلب گئے ہوں گے۔ وہاں ولایتی شراب پی ہوگی۔ خوبصورت عورتیں ہوں گی۔ ڈانس ہوگا۔ سنا ہے۔ اب ننگا ناچ بھی ہوتا ہے۔ اور اس لئے یوروپ کے ایک سرمایہ دار ملک سے میم لائی گئی ہے ... تو بڑے صاحب کو کلب میں آرام نہیں ملتا جو ورکرز کو پریشان کرتے ہیں۔ یہ بڑے صاحب بھی بس بڑے صاحب ہی ہیں۔ کامریڈ ہری دت نے مسکرا کر کہا۔

کامریڈ ہیرا نند کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں کامریڈ۔"

"بڑا صاحب بھی بڑا صاحب ہے۔ اسے یہ نہیں پتہ کہ ورکرز کو نیند ہی نہیں آتی۔ ورکر کا گھر کوئی ایر کنڈیشنڈ تو نہیں جو اس بلا کی گرمی میں اسے نیند آسکتی ہے۔ نیند تو ان سرمایہ داروں کو آتی ہے۔ جہاں بنگلے میں خس کی ٹٹیاں ہیں۔ صحت افزا پہاڑی مقام ہیں۔ گھروں میں ایر کنڈیشنڈ ہیں۔ ورکر تو تمام شب جاگ کر کاٹتا ہے۔" کامریڈ ہری دت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی بالکل ٹھیک۔"

"دوسرا چوکیدار کون تھا ڈیوٹی پر۔" کامریڈ ہری دت نے سوال کیا۔

"جی! ہمت سنگھ۔"

"کامریڈ ہمت سنگھ! خوب! بہت خوب، اپنا آدمی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"تو تمہارا جھگڑا کوئی جھگڑا نہیں۔ تمہارے پاس ایک گواہ ہے۔ کامریڈ ہمت سنگھ۔ اگر وہ جاگ رہا تھا۔ تو تم بھی جاگ رہے تھے۔ اور پہرہ دے رہے تھے۔ بڑے صاحب کا گواہ کون ہے۔ جو کہے کہ اس نے تمہیں رات کے تین بجے سوتے ہوئے پکڑا تھا۔" کامریڈ ہری دت نے سوال کیا۔

"جی کوئی نہیں۔"

"پھر بڑے صاحب نے خواب دیکھا ہوگا۔ وسکی زیادہ پی لی ہوگی۔ رات ۔۔۔ بھلا تین بجے وہ خود کیا کر رہا تھا۔ جو یہاں آگیا۔ بالکل غلط کہتا ہے۔ بڑا صاحب۔ جاؤ فکر نہ کرو ۔۔۔ یونین دیکھے گی

کہ کون سچا ہے۔ اور کون جھوٹا۔" ہری دت نے مسکرا کر کہا۔
"جی ۔۔۔" کہہ کر کامریڈ ہیرا نند چلا گیا۔
ہری دت سوچ رہا تھا کہ چور چلا گیا اور ڈیوٹی پر سونے والا چلا گیا۔ اب دیکھیئے کون آتا ہے۔ سگریٹ سلگایا اور سوچ رہا تھا۔ کہ چند قدم دور جھونپڑی میں جو چائے کی دوکان ہے اسے کہدے کہ ایک سٹرانگ چائے بھجوا دے۔ لیکن اسی لمحہ ایک عورت آگئی۔
"تم ۔۔۔ کامریڈ مسز اوشا گرگ۔" ہری دت نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم یونین کے دفتر میں کیسے بھول پڑیں۔"
"سنا ہے یہاں ورکرز کی تکلیف دور ہوتی ہے۔" سانولے رنگ کی پچیس سالہ مسز اوشا گرگ نے اپنے سینے کو ابھارتے ہوئے کہا۔
"مجھے چائے کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔ اور سوچ رہا تھا کہ جا کر چائے کا آرڈر دیدوں! لیکن اب ایک کی جگہ دو کے لئے آرڈر دے آتا ہوں۔" ہری دت نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔
"کامریڈ سٹرانگ چائے کے عادی ہوتے ہیں۔ لیکن میں ہلکی پیوں گی۔" اوشا نے مسکراہٹ پھینکتے ہوئے کہا۔
"واہ واہ! تم کامریڈوں کے متعلق اتنی گہرائی سے کیسے جانتی ہو؟" ہری دت نے ہنستے ہوئے سوال کیا۔
"کیا انہیں دوا نہیں دیتی ہوں۔" اوشا نے ہنس کر جواب دیا۔
"او ہاں ۔۔۔ تمہارے ہاتھ کی دوا پی کر تو ورکر کو دوبارہ بیمار ہونے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ۔۔۔" ہری دت نے کہا۔ بہرصورت میں کم پتی کی چائے تمہارے لئے بھی کہوں گا۔" کہہ کر وہ دفتر سے نکل گیا۔

واپس آکر اس نے کہا۔ "ہاں اب سناؤ! تم لونیتی کے دفتر میں اپنی کون سی تکلیف لے کر آئی ہو۔ لوگ تو تمہارے پاس جاتے ہیں۔"

"بتاتی ہوں۔ پہلے چائے پی لوں۔"

"کیسی چل رہی ہے تمہاری کاؤنسپنسری۔"

"اچھی چل رہی ہے۔"

"دوائیں تو تم بازار میں فروخت کر دیتی ہو۔ یہ تم اپنے مریضوں کو کیا کھول کر دیتی ہو۔؟" ہری دت نے ہنستے ہوئے سوال کیا۔

"کبھی مریض بن کر آؤ۔ پھر دیکھو تمہیں کیا دیتی ہوں۔"

"میں تو تمہارے ہاتھ سے زہر بھی پی سکتا ہوں۔"

"میں زہر کے علاوہ کچھ دیتی ہی نہیں ہوں۔" اوشا نے ہری دت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

چھوکرا چائے کے گلاس لے آیا تھا۔

"لو۔ شروع کرو۔" ہری دت نے اوشا سے کہا۔

"شکریہ۔"

"ہاں تو آج کیسے تکلیف کی۔"

"تکلیف تو تمہیں دینے آئی ہوں۔"

"زہے نصیب ۔۔ ایک نرس تکلیف دے تو اور کیا چاہیئے۔"

"کامریڈ تم شادی شدہ ہو۔"

"بالکل نہیں اور نہ ہی شادی کرنے کا ارادہ ہے"

"بہت اچھے خیالات ہیں۔" اوشا نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارے خیالات بہت ہی بلند ہیں۔ اور یوں بھی شادی اخراجات ہی اخراجات ہے اور

کامریڈ تم بہت ہی خوش قسمت ہو۔ تنہا جان۔ معقول تنخواہ اور کوئی خرچ نہ
اوشا نے کہا۔

"یہ غلط ہے۔ تنہا آدمی کے زیادہ اخراجات ہوتے ہیں۔" ہری
نے ہنس کر کہا۔

"لیکن تم تو اچھی خاصی رقم ہر ماہ جمع کر رہے ہو۔"

"یہ غلط ہے۔"

"لیکن میں نے تو یہی سنا ہے۔" اوشا نے اپنی گردن کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔ اس کی نگاہیں ضرورت سے زیادہ بیباک تھیں اور اس کے علاوہ اس کے بات کرنے کا ڈھنگ اس سے زیادہ بیباک تھا۔

"تم ڈسپنسری میں نرس یا کمپاؤنڈر ہو۔ اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ تم انکم ٹیکس کے محکمے سے کوئی تعلق نہیں رکھتی ہو۔"

"درست۔"

"پھر میری اقتصادی حالت یا مالی حالت میں تم اتنی دلچسپی کیوں ظاہر کر رہی ہو۔" ہری دت نے مسکرا کر سوال کیا۔

"اس لئے کہ مجھے چالیس روپے کی اشد ضرورت ہے۔" اوشا نے مدعا بیان کیا۔

"مسز اوشا گرگ اس دنیا میں ایسا کون ہے جسے پیسے کی ضرورت نہیں بلکہ اشد ضرورت ہے۔" ہری دت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک کہا کامریڈ۔"

"پچاس کی ضرورت کیوں نہیں۔" ہری دت نے مزاحیہ انداز میں سوال

"نہیں کامریڈ صرف چالیس کی ضرورت ہے۔"

"ضرور۔ ضرور۔"

"تو پھر آج کہہ دو گے۔"

"کیا ۔۔۔ ؟" ہری دت کا منہہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ "تم ۔۔۔ تم۔ مجھ سے یہ رقم مانگ رہی ہو۔"

"ہاں۔"

"اوہ!" کہہ کر ہری دت نے گہرا سانس لیا۔ "یہ یونین کا دفتر ہے اور میں یونین کا سیکرٹری ہوں۔ یونین کے متعلق کوئی کام ہو تو میری خدمات حاضر ہیں لیکن مسز اوشا آپ کو یہ غلط فہمی کیسے پیدا ہوئی کہ میں ایک سرمایہ دار ہوں یا ایک ساہوکار ۔۔۔ میں تو اس کے برعکس سرمایہ داری یا ساہوکارانہ نظام کا دشمن ہوں۔"

"میں ان باتوں کو نہیں سمجھتی ۔۔۔" اوشا نے اپنا سینہ ابھارا "میں صرف یہ جانتی ہوں کہ تم اس قابل ہو کہ یہ رقم مجھے ادھار دے سکو۔ اور بیگم نارنگ کو تنخواہ ملنے پر لوٹا دوں گی۔"

ہری دت کھل کھلا ہنس پڑا۔

"میں نے ایسی کونسی بات کہہ دی کہ تم اس طرح کھل کھلا کر ہنس پڑے" اوشا نے سنجیدہ لہجہ میں سوال کیا۔

"تمہاری سادگی پر۔"

"میری سادگی پر۔"

"ہاں۔"

"کیوں۔؟"

"مسز اوشا گرگ! میں اس یونین کا سیکرٹری ہوں۔ اور میری معلومات

کے مطابق تم نے تقریباً سو سے زائد ورکرز سے پانچ سے لیکر بیس روپے تک رقمیں یہ کہہ کر مستعار لے رکھی ہیں، کہ جلد ہی انہیں لوٹا دو گی۔ اور تم نے آج تک کسی کو ایک پیسہ نہیں لوٹایا۔" ہری دت نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کامریڈ یہ صریحاً مبالغہ ہے۔ سو سے زائد ورکرز۔"

"سو نہیں تو نوے ہوں گے۔ لیکن تمہاری تعریف تو میں نے سنی تھی۔ کہ تھوک کے حساب سے لوگوں سے ادھار لیا ہے۔" ہری دت نے حسب عادت مسکراتے ہوئے کہا۔

"خیر وہ لوگ اگر میری ایک مسکراہٹ پر میرے قدموں میں پھول بچھانے کو تیار ہوں اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"پھول نہیں نوٹ کہو۔ اوشا۔" ہری دت نے ہنس کر کہا۔

"چلو یونہی سہی۔" اوشا نے ہتھیار ڈال دیئے۔

"اچھا یہ بتاؤ تم نے ادھار مانگنے کا سٹینڈرڈ بڑھا کیوں دیا ہے۔" ہری دت نے سوال کیا۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"میری معلومات یہ ہیں کہ تم پانچ سے بیس تک کی رقم ادھار مانگتی ہو۔ مجھ پر خاص عنایت کیوں کہ رقم ڈبل کر دی گئی۔ چالیس روپے۔"

"میں نے کہا ہے کہ مجھے ضرورت ہی چالیس کی ہے۔"

"وہ تو میں سمجھ گیا۔"

پھر

"کیا میں نے کہہ دیا ہے کہ میں یہ رقم دے سکتا ہوں۔" ہری دت نے سوال کیا۔

"تو کیا تم انکار کر رہے ہو۔"

"نہیں ۔"

"جب انکار نہیں تو اقرار ہی دوسرا رخ ہے۔"

"نہیں! میں انکار نہیں کر رہا ہوں اور نہ ہی اقرار کر رہا ہوں۔"

"پھر ـــــ"

"میں سودا کر رہا ہوں۔"

"سودا۔"

"ہاں۔! آج شام کو تم کیا کر رہی ہو۔؟"

"شام کو ـــــ" اوشا چونکی "ساڑھے سات بجے تو ڈسپنسری بند ہو گی۔" اوشا نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ میں ساڑھے سات کبھی نہیں۔ ساڑھے آٹھ بجے کے بعد جاننا چاہتا ہوں کہ تم کیا کر رہی ہو۔؟"

"کچھ نہیں۔! گھر پہ ہوں گی۔"

"اور ایک نیک اور شریف عورت کی طرح خاوند کا کھانا تیار کر رہی ہو گی۔ یہی نا۔؟" ہری دت نے معنی خیز نگاہوں سے دیکھا۔

"اور کیا کر سکتی ہوں۔"

"کیا کر سکتی ہو۔؟" ہری دت نے بات کو چبایا۔ "کرنے کو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ تم جانتی ہو میں کہاں رہتا ہوں۔"

"نہیں۔"

"تو میں ایک کاغذ پہ پتہ لکھ دیتا ہوں۔ تم ساڑھے آٹھ بجے وہاں آسکو تو۔" ہری دت نے کاغذ اٹھا کر کہا۔ "اور میں تمہیں وہاں یہ رقم دوں گا۔"

"وہاں کیا کوئی کیبرٹن ہے۔" اوشا نے سوال کیا۔
"کیبرتن!" ہری دت ہنس دیا۔ "کیا تم کیبرتن میں جاتی ہو۔"
"کیوں نہیں۔" اوشا ایک منجھی ہوئی نرس تھی۔
"تو وہاں کیبرتن ہی کریں گے۔"
"کون کون۔؟"
"میں اور تم ـــ اور اس کے بعد وہ ـــ" ہری دت رک گیا۔
"اور اس کے علاوہ۔؟" اوشا نے نگاہیں اس کے چہرے پر ڈالدیں۔
"اس کے علاوہ وسکی کی بوتل ہوگی۔"
"رام رام۔ یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔"
"جو تم چاہتی ہو۔"
"لیکن سہر ٹبہ......"
"اوشا گرگ! تمہیں چالیس روپے کی ضرورت ہے۔"
"ہاں۔!"
"اور میں ساہوکار نہیں۔"
"ہاں۔!"
"اور تم چھٹی جماعت کی طالبہ نہیں ہو۔"
"نہیں۔!"
"پھر تم جانتی ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔"
اوشا نے جواب نہ دیا۔
"اوشا گرگ! میں تمہارے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں۔ ساڑھے آٹھ بجے اس کوارٹر میں پہنچ جانا۔" کہہ کر ہری دت نے کاغذ بڑھا دیا۔ میں اور وسکی

کی بوتل تمہارا انتظار کریں گے۔"

اوشا نے کاغذ تھام لیا اور کوارٹر نمبر پڑھا "سکا مرید میں نہیں جانتی تھی، کہ تم ایک یونین سیکرٹری ہی نہیں، بلکہ —"

"بلکہ —" ہری وت مسکرایا۔

"کچھ نہیں۔" اوشا بھی مسکرا دی۔

"کیا یونین سیکرٹری کی ضروریات نہیں ہوتیں۔"

"ہوتی ہیں۔" کہہ کر اوشا نے کاغذ تہہ کر دیا۔ "اسے رکھ لو۔"

"کیوں —؟"

"مجھے نمبر یاد ہو گیا ہے۔"

"تو ٹھیک ساڑھے آٹھ —"

"ساڑھے آٹھ نہیں تو نو بجے تو آ جاؤں گی۔ تم کون سا بارہ بجے سے پہلے رخصت کرو گے۔" اوشا نے کھڑے ہو کر کہا۔

"تم چاہو تو تمام رات بسر کر سکتی ہو۔" ہری وت نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ کیسے۔" کہہ کر اوشا یونین کے دفتر سے نکل گئی۔

ہری وت نے اس روز چار سے آٹھ بجے تک ڈیوٹی دی۔ یعنی آتے ہوئے اور بازار سے وسکی کی بوتل خرید کر اپنے کوارٹر پر ساڑھے آٹھ بجے پہنچ گیا۔ اس نے کچھ کھانے کا انتظام کیا۔ سوڈے وہ ساتھ ہی لے آیا تھا۔ اس نے گلاس میں پیگ ڈالا۔ سوڈا ملایا۔ گھونٹ حلق سے نیچے اتارا اور اوشا کا انتظار کرنے لگا۔

اوشا پونے نو نہیں تو نو بجے پہنچ گئی۔ اس نے ضروری میک اپ
کر رکھا تھا۔ اور جسم پر شوخ ساڑھی تھی۔

"کامریڈ تم نے سوچا ہوگا کہ میں نے غلط کام کیا ہے۔" اوشا نے
ہنستے ہوئے کہا۔ اور کمرے کا جائزہ لینے لگی۔

"میں ایسی باتیں نہیں سوچتا۔ مجھے یاسیت سے نفرت ہے۔ مجھے
زندگی کی خوشیوں سے پیار ہے۔" ہری دت نے مسکرا کر کہا۔

"تم ایک سچے کامریڈ ہو۔"

"اور ہر سچے کامریڈ کی زندگی کے لازمی جزو ہیں۔ شراب اور شباب۔"
ہری دت نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"لو اب بیٹھ جاؤ۔ اس کمرے میں ایسی کوئی شے نہیں جس میں تمہیں
دلچسپی ہو سکتی ہو۔"

اوشا بیٹھ گئی۔ "تم نے ایک کمرہ کرائے پر لے رکھا ہے۔ کیا وہ اعتراض
نہیں کرتا جس سے لے رکھا ہے۔"

"کبھی کبھی کرتا ہے۔"

"کب۔۔!"

"جب میں اسے ایک پیگ وسکی نہیں دیتا۔" ہری دت نے ہنس کر کہا۔

"اچھا اب تم اپنا پیگ خود تیار کرو گی یا میں تیار کر دوں۔"

"وسکی۔۔! چھی چھی ـــــ" اوشا نے ناک چڑھا کر کہا۔

"ایسی کوئی وسکی نگاہ سے نہیں گذری! جس کا نام چھی چھی ہو۔"
ہری دت نے مذاق اڑایا۔ "میں جو وسکی لایا ہوں۔ اس کا نام پڑھ سکتی ہو۔"
کہہ کر ہری دت نے خالی گلاس آگے بڑھا دیا۔

پہلا پیگ لیسا پیتی ہو۔ ؟"

"کیسا کیا۔"

"میرا مطلب ہے! پیگ — یا نا نپ پٹیالہ قسم کا —"

"کامریڈ میں بالکل نہیں پیتی۔! اگر تم بضد ہو تو دو قطرے ڈال دو۔"

"بہتر — "کہہ کر ہری دت نے باقاعدہ پیگ ڈال دیا۔ "لو۔"

"ہوں۔ "کہہ کر اوشا نے گلاس سنبھالا۔ ہری دت نے اپنا گلاس اٹھا لیا۔ اور جام ٹکرا گئے۔

"اس خوبصورت شام کے نام۔ " ہری دت نے کہا۔

"ہوں۔ " اوشا نے کہا۔ اور تقریباً نصف گلاس خالی کر ڈالا۔

پندرہ منٹ دور چلتا رہا۔ اس اثنا میں اوشا نے دوسرا پیگ بھی خالی کر ڈالا تھا۔ ہری دت نے سوچا کہ اس نے پوری بوتل لا کر ٹھیک ہی کیا تھا۔ اوشا ایک پاؤ آسانی سے پی سکتی تھی۔

"کامریڈ —! " اوشا نے چونک کر کہا۔

"ہوں۔ " ہری دت نے خمار آلود نگاہیں اٹھائیں۔

"تم کہہ رہے تھے کہ اس کمرے میں ایسی کوئی شے نہیں جس میں میں دلچسپی لے سکتی ہو۔ لیکن میں اپنے تجسس پر قابو نہیں رکھ سکتی۔ "

اوشا نے ایک بت کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ کیا ہے۔"

"اوہ — " ہری دت نے بت کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک عورت کا بت ہے۔" بت تقریباً ایک منٹ کا تھا۔

"وہ تو میں دیکھ رہی ہوں۔ لیکن یہ نہیں سمجھ سکی کہ یہ بت اس حالت میں کیوں ہے۔ جس کسی نے اسے تراشا ہوگا۔ یقیناً اسے ایک خوبصورت عورت

کی شکل دی ہو گی۔ لیکن اس وقت اس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے۔ ایک بازو ٹوٹا ہوا ہے۔ ایک چھاتی ٹوٹی ہوئی ہے۔ اور یہاں سے جو دیکھ رہی ہوں، اس کی ایک آنکھ بھی پھوٹی ہے۔ اور ناک بھی۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"اور تم نے اسے الٹا کیوں رکھا ہے۔"

"تاکہ میں اسے سیدھا سمجھتا رہوں۔"

"خوب! اچھا میرے تجسس کو مزید ہوا نہ دو۔ یہ بتاؤ کہ یہ بت تم نے اسی طرح خریدا تھا یا خرید کر اسے خود مسخ کیا ہے۔"

"میں نے اس کی شکل بگاڑی ہے۔"

"اور بگاڑ کر الٹا رکھ دیا۔"

"ہوں ـــــ" میری دوست نے کہا اور گلاس ہونٹوں کو لگا لیا۔

"کامریڈ مجھے اس بت کی داستان سناؤ۔"

"اس کی کوئی داستان نہیں۔! یہ ایک پتھر کی مورت تھی یا بت! میں نے اسے یہ شکل دی ہے۔"

"لیکن کیوں۔؟"

"اس لیئے کہ ہر خوبصورت عورت کا یہی انجام ہونا چاہیئے۔"

"کیا مطلب۔ کیا تمہیں خوبصورت عورتوں سے نفرت ہے۔؟"

"نہیں۔"

"پھر۔"

"بس یہ میرے ذہن کی اپج ہے۔ میرے ایک دوست ہیں وہ شاعر ہیں اور ان کا ایک شعر ہے۔ میں نے اس شعر کی تشریح اس بت کی شکل میں

کی ہے۔" ہری دت مخمور آنکھوں سے اوشا کو دیکھا۔

"تو مجھے وہ شعر سناؤ۔"

"لو سنو۔!"

یہ سوچ کے پتھر کے صنم میں نے تراشے
انسان نے انسان کی کب بات سنی ہے

"اور تم نے یہ پتھر کا صنم تراش لیا ہے۔" اوشا نے مسکراتے ہوئے کہا "ایک ٹانگ غائب۔ ایک بازو غائب۔ ایک چھاتی غائب ایک آنکھ غائب اور ناک غائب ــــ کیا خوبصورت صنم تماشا ہے۔ لیکن میں پوچھتی ہوں۔ اس کو اپنی اصلی شکل میں کیوں نہ رہنے دیا۔"

"اوشا ڈیئر ــــ! عورت کی صحیح شکل یہی ہے۔ اس کا ایک قدم گھر میں ہوتا ہے۔ اور دوسرا گھر سے باہر ــــ وہ ایک بازو خاوند کی کمر میں ڈالتی ہے۔ تو دوسرا اپنے محبوب کی کمر میں۔ وہ دل اپنے محبوب کی نذر کر دیتی ہے۔ وہ ایک آنکھ سے محبوب کو دیکھتی ہے۔ اور دوسری سے خاوند کو۔ اور ایک کان سے محبت کے نغمے سنتی ہے۔ جو اس کا محبوب سناتا ہے۔ وہ دوسرے کان سے گالیاں اور کوسنے سنتی ہے جو اسے خاوند سناتا ہے۔ اور ناک ــــ ناک تو وہ پورے خاندان کی کٹوا سکتی ہے۔" ہری دت نے بھاری آواز میں کہا۔

"یہ عورت کی بہت ہی دردناک تصویر اور کہانی ہے۔" اوشا نے کہا۔ اور گلاس خالی کر دیا۔ "لیکن کامریڈ تم جیسا سخت دل آدمی ایسی نازک باتیں کیسے سوچ سکتا ہے۔"

"میں نے کہا ہے نا کہ یہ میرے ایک دوست کے شعر کی تشریح ہے۔ اور میں نے عورت کو یہی پایا ہے۔"

"خیر! عورت کا یہ روپ بھی ہو سکتا ہے۔ اور سماج نے ایسا بنا ڈالا ہو۔ اس میں عورت کا کیا قصور ہے۔" ادشا نے سوال کیا۔

"سماج نہ کہو۔ عورت اب خود ایک ایسے سماج کی تشکیل کر رہی ہے۔ جہاں وہ اس روپ اور شکل میں رہنا چاہتی ہے۔ اب وہ روایتی ستی ساوتری ہیں۔ اس مادیات اور مشین کے زمانے میں جب انسان بے حس ہوتا جا رہا ہے۔ جب انسان انسان نہیں بلکہ مشین کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ تو عورت بھی تو ایک مشین کی شکل اختیار کرے گی۔" ہری دت نے کہا۔

"کیا کمیونسٹ ممالک میں عورت کی یہی شکل ہے۔"

ہری دت کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"میں نے ایسی کونسی بات کہہ دی جو تم ہنس پڑے۔"

"میں ایک کامریڈ ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ ان ممالک میں عورت کی کیا شکل ہے۔ بہرصورت اس ملک میں عورت کی اب یہی شکل ہوگی ——"

ہری دت سنجیدہ ہو کر بولا۔

"اس ملک سے تمہاری مراد سوشلسٹ سے ہے۔"

"پالیٹکس ——" ہری دت نے غرایا۔ "تم ایک عورت ہو۔ اور تم بھی سیاست میں دلچسپی رکھتی ہو۔"

"کیا میں ووٹ نہیں دیتی ہوں۔"

"او ہاں! وہ میں بھول گیا تھا۔"

"تو پھر میں یہی کہوں گی۔ کہ اگر عورت نے عورت رہنے کی کوشش بھی کی۔ تو سوشلسٹ نظام اسے عورت نہ رہنے دیگا۔" ادشا نے اپنا نقطۂ نگاہ پیش کیا۔

"اچھا ہٹاؤ اب لور نہ کرو۔ بس اس کمرے کو یونین دفتر نہیں بنانا چاہتا۔" ہری دت نے کہا۔

"اور میں کب چاہتی ہوں۔" کہہ کر اوشا نے گلاس میں چوتھا پیگ ڈالا۔ اور اس نے شروع میں کہا تھا۔ کہ وہ صرف چند قطرے وسکی استعمال کر سکتی ہے۔

لیکن عورت سچ کب بولتی ہے۔

ادھر نرملا کے گھر میں بچوں کے لئے دودھ نہ تھا۔
زیورات گروی رکھ کر تین سو روپے رقم لائی گئی۔ پھر نرملا کو ٹیلیفون آپریٹر کی نوکری کی ضرورت تھی۔ اس کے لئے سریندر نے کہا۔ کہ ایک افسر کو پانچ سو روپے رشوت دینا پڑے گی۔ نرملا نے زیورات گروی رکھ کر وہ رقم بھی پیدا کی۔

اس واقعہ کو چھ ماہ سے زائد گذر گئے تھے۔ اور نرملا کو ملازمت نہ مل سکی تھی۔

البتہ سریندر ہر شام ساڑھے نو بجے سے پہلے گھر نہ آتا۔ وہ یہی ظاہر کر رہا تھا کہ وہ پارٹ ٹائم ملازمت کر رہا ہے لیکن سریندر جب بھی شام کو گھر آتا۔ اس کے قدم لڑکھڑا رہے ہوتے۔ اور اس کے منہ سے شراب کی بو آتی۔

سریندر نے نرملا کی تقریباً تمام زیور کسی نہ کسی بہانے ہتھیا لئے تھے۔ اور نرملا کو اس کا قطعی افسوس نہ تھا۔ اسے افسوس صرف اس بات کا تھا کہ سریندر کی محبت اب پہلی سی نہ رہی تھی۔

دو تو بچے بھوکے تھے۔ نرملا کے گھر میں تھوڑے سے چاول پڑے تھے۔

اس لئے انہیں ابال کر بچوں کو کھلا دیا تھا۔ اور بچے سو گئے تھے۔ اور وہ خود سرنیدر کے انتظار میں بیٹھی تھی۔

وہ اپنی گذشتہ زندگی کا جائزہ لے رہی تھی۔ دکھ اور بے انتہا دکھ وہ دیکھ چکی تھی۔ اور اب تو یوں محسوس ہوتا تھا۔ کہ اس کی زندگی میں صرف دکھ ہی دکھ تھے۔ یہ انتظار بھی اب معمول بن کر رہ گئی تھی۔ اسے اس انتظار سے بھی اب کوئی شکایت نہ رہی تھی۔ وہ سرنیدر کو بدل نہ سکتی تھی۔ بلکہ وہ اس تلخ اور دکھ بھری زندگی کو مزید تلخ اور دکھ بھری بنا سکتی تھی۔

اس لئے بغاوت نہ کی تھی۔ اور آج اسے اپنی بغاوت پر افسوس نہ تھا۔ اور وہ افسوس کر بھی کیا سکتی تھی۔ افسوس ظاہر کرنے کیلئے نہ تو کوئی مقام تھا اور نہ ہی ماحول تھا۔

بھاری قدموں کی چاپ نے اعلان کر دیا تھا۔ کہ سرنیدر آ رہا تھا۔ اور یوں بھی پورے دس بج گئے تھے۔ اس کے آنے کا وقت ہو گیا تھا۔

سرنیدر نے دروازے کو پاؤں کی ٹھوکر مار کر کھولا۔ اور اندر آ گیا۔ اس کی حالت معمول کے مطابق تھی۔ قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اور آنکھیں خمار سے بھری ہوئی تھیں۔ مونہہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔

"آج پھر دیر ہو گئی" —— اس نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے یوں کہا جیسے وہ خود سے مخاطب ہو۔ لیکن وہ خود سے مخاطب نہ تھا۔ بلکہ نرملا کے پوچھنے سے پہلے ہی وہ دیر سے آنے کی وجہ بیان کر رہا تھا۔ جو نرملا جاننا نہ چاہتی تھی۔ وہ جوتے اتار رہا تھا۔

"یہ سرمایہ دار صرف خون چوستے ہیں۔ کہنے کو تو کہا تھا کہ شام کو ایک ڈیڑھ گھنٹہ کام کرنا ہوگا۔ لیکن ایسا دن آج تک نہیں گذرا جب گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کام کیا ہو۔ ہر روز تین ساڑھے تین اور چار گھنٹے تک کام کرنا پڑتا ہے۔"

سریندر نے شوا تار دیئے تھے۔ اب وہ کھڑا ہو کر قمیص کے بٹن کھول رہا تھا۔

نرملا خاموش بیٹھی تھی۔ اور اپنے خاوند کو نہ دیکھ رہی تھی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ اس فرم کو چھوڑ دوں۔ اور کسی اور فرم میں پارٹ ٹائم ملازمت اختیار کروں۔ یہ مالکان تو خون چوستے ہیں — خون۔"

"نرملا خاموش رہی۔"

"کیا بات ہے بڑی چپ چپ ہو"

"جی نہیں —" نرملا نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن یوں محسوس ہو رہا ہے کہ میں ایک قبرستان میں کھڑا ہوں۔ اور قبروں سے باتیں کر رہا ہوں۔" سریندر نے بھاری آواز میں کہا۔

"آپ جانتے ہی ہیں کہ میں ایسی باتوں کی زیادہ سوجھ بوجھ نہیں رکھتی لہذا میں کیا بول سکتی ہوں۔" نرملا نے نہایت حلیمی سے کہا۔

"کمال ہے۔ آج سے چند برس پیشتر تو ہر بات میں تم ٹانگ اڑایا کرتی تھیں۔ اور اب یہ تبدیلی کیوں۔ ؟"

اسی تبدیلی کا باعث تو نرملا جاننا چاہتی تھی۔ اور حیرت تھی کہ قصوروار بے قصور سے پوچھ رہا تھا کہ وہ قصوروار کیوں تھا۔

نرملا شکایت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اب شکایت کے لئے ہونٹوں میں طاقت نہ رہی تھی۔ جیسے ان ہونٹوں سے شکایت کرنے کا حق چھین لیا گیا تھا۔ اور جب حق چھین جائے۔ تو بات میں زور ہی کہاں رہ جاتا ہے۔

"نہیں ایسی بات تو نہیں ــــ" نرملا نے عاجزی سے کہا۔

"کیا ایسی بات نہیں ــ" سربیدر کے لہجہ میں اب جھلاہٹ تھی۔

"یہی کہ میں بدل گئی ہوں۔"

"تو پھر کون بدل گیا ہے۔ اگر تم نہیں بدلی ہو تو۔"

"تم ــــ" نرملا کہنا چاہتی تھی لیکن کہہ نہ سکی۔ لہذا اس نے خاموشی میں مصلحت پائی۔

"میں سب جانتا ہوں۔ سب سمجھتا ہوں۔ آخر میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ اب تم کہہ بھی کیا سکتی ہو۔ تمہارے پاس کہنے کے لئے رکھا ہی کیا ہے۔" سربیدر نے اشتعال دلایا۔

لیکن نرملا مشتعل نہ ہو سکی۔

"کھانا کھا لیا۔"

"جی نہیں۔"

"جی نہیں۔" سربیدر بڑبڑایا۔ "میں نے کتنی بار کہا ہے کہ مجھے اس پتی ورتا دھرم سے سخت نفرت ہے۔ یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ تم رات کے اس پہر تک بھوکی رہ کر خاوند پر احسان کرو کہ دیکھو میں تمہاری خاطر بھوکی بیٹھی ہوں۔"

نرملا رو دینا چاہتی تھی۔ لیکن رونے کے لئے تو آنسوؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب پیٹ خالی ہو۔ تو آنسو بھی خشک ہو جاتے ہیں۔

"اب چپ کیوں ہو۔ ؟"

"جی آئندہ کھا لیا کروں گی۔"

"تو اب کیا میرا منہ دیکھ رہی ہو۔ جا کر کھا لو۔"

"کیا آپ کھا آئے ہیں۔ ؟"

"ہاں۔ !"

"او۔" نرملا نے گہرا سانس لیا۔

"یہ گہرا سانس کیوں۔"

"یوں ہی نکل گیا۔"

"یوں ہی نکل گیا۔" سر نیہد رجھلا کر اپنی چار پائی پر بیٹھ گیا۔

"جاؤ جا کر کھانا کھا لو۔"

"جی ——" نرملا نے جواب دیا۔

"جی —— جی —— ! اٹھتی کیوں نہیں۔"

"شام سے طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ! میں سوچ رہی تھی۔ کہ آج کھانا نہ کھاؤں۔"

"کھانا نہ کھانے سے کیا ہوگا۔"

"شاید طبیعت ٹھیک ہو جائے۔"

"کیا ڈاکٹری ہے۔ اگر میں یہ کہہ دوں کہ مجھے بھوک لگی ہے۔ پھر کیا کرو گی؟"

نرملا خاموش رہی۔

"چپ کیوں ہو۔ ؟ میرے لئے کھانا لے آؤ۔"

نرملا اپنی جگہ بیٹھی رہی۔

"کیا سنا نہیں۔"

"بات یہ ہے کہ آج گھر میں صرف تھوڑے سے چاول تھے ۔ اور وہ بچوں کے لئے بھی کافی نہ تھے ۔"

"کیا ۔ ؟" سریندر چونک پڑا ۔ تم یہ کہتی ہو کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ۔"

"کیا بنیا مر گیا ہے ۔"

"جی نہیں ۔"

"کیا جی نہیں ۔"

"بات یہ ہے کہ اس کا بل ڈھائی سو روپے کا ہو گیا تھا اور سات ماہ سے اس نے ادھار دینا بند کر رکھا ہے ۔"

"تو تم مہینے بھر کا راشن کیوں نہیں خرید لیتی ہو ۔"

"جی خرید تو لیتی ہوں ۔ لیکن آپ اگر گھر کے اخراجات کے لئے کچھ رقم زیادہ دیدیا کریں تو بہت آسانی ہو جائے گی ۔ اور یہ پریشانی نہ اٹھانا پڑے گی ۔"

"زیادہ سے کیا مطلب ! میں سوا تین سو روپے ماہوار کما کر لاتا ہوں ۔ وہ سب کہاں جاتا ہے ۔"

"ہونا تو خرچ ہی ہے ۔ لیکن میں سوچ رہی تھی کہ بچوں کے لئے دودھ چائے پھل مٹھائی کی تو ضرورت نہیں ۔ اگر ہم دو وقت روٹی اور بچوں کیلئے روٹی مل جائے تو اس پر بیس سیر آٹا لگے گا ۔ اور وہ بیس روپے کا آئیگا ۔ سبزی کی تو ضرورت نہیں ۔ چار آنے روز کی دال بھی لگے ۔ تو ایک ماہ میں ساڑھے سات روپے خرچ ہوں گے ۔ اس دال کے لئے ایک روپے کا نمک اور مرچ بھی لیجئے ۔ ایندھن چھ سات روپے کا کافی ہے ۔ اور اگر روٹیاں خشک رکھی جائیں اور صرف دال میں ایک چمچہ وناسپتی ڈالا جائے تو وناسپتی دو سوا دو روپے کا

آئے گا۔ کپڑے ہفتے میں ایک بار دھولئے جائیں تو ایک روپے کا صابن بہت ہے۔ اسی صابن سے نہایا بھی جا سکتا ہے۔ آٹھ آنے کا تیل سر کے لئے۔ اس طرح یہ تقریباً پینتالیس پچاس روپے میں بڑے آرام سے گذر ہو سکتی ہے۔" نرملا نے کہا۔

"تو تمہارا مطلب ہے کہ میں سوا تین سو روپے میں سے پچاس روپے ماہوار بھی نہیں دیتا۔ اور تم سنا رہی ہو کہ بچوں کو دودھ چائے چینی، پھل کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"جی! جب حالات اچھے ہو جائیں گے۔ تو وہ دودھ چینی کا ذائقہ بھی چکھ لیں گے۔" نرملا نے کہا۔ "پھر آپ صبح دو کپ چائے پیتے ہیں۔ اس کے لئے دس پیسے کا دودھ آتا ہے۔ اور تین چمچہ چینی۔"

"نرملا تم یوں کہہ رہی ہو جیسے مجھ پر بہت بڑا احسان کر رہی ہو۔" سریندر نے جھلا کر کہا۔

"میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔"

"پھر یہ سب کچھ کیوں بتا رہی ہو۔؟"

"مجھے اپنا فکر نہیں۔ بچے بہت ہی چھوٹے ہیں۔ انہیں سوکھی روٹی دو وقت مل جائے تو بہت ہے۔"

"کوئی روٹی نہیں۔! یہ سب ڈھونگ اور فراڈ ہے۔ اب تم یہ ثابت کر رہی ہو۔ کہ میں ساری تنخواہ باہر اڑا دیتا ہوں۔ جب کہ دن میں آٹھ گھنٹے کام کرتا ہوں اور شام کو ساڑھے تین گھنٹے کام کرتا ہوں۔ اور تم یہ ثابت کر رہی ہو کہ میں ساری تنخواہ جوئے یا شراب میں اڑا دیتا ہو۔" سریندر نے چلا کر کہا۔

"میں نے ایسا کبھی نہیں کہا۔ اور میں کیونکر کہہ سکتی ہوں۔ میں نے آج تک اپنی آنکھوں سے آپ کو جوا کھیلتے نہیں دیکھا اور نہ ہی شراب پیتے دیکھا ہے۔" نرملا نے کمزور آواز میں کہا۔

"اس ڈھونگ کو بند کرو۔ میں جانتا ہوں کہ تم کہنا چاہتی ہو کہ میں شراب پیتا ہوں۔ اور جوا کھیلتا ہوں۔ اور گھر کے لیے پچاس روپے ماہوار بھی نہیں دیتا۔ تم مجھ پر احسان جتانا چاہتی ہو۔ لیکن تم بھول رہی ہو کہ مجھے جائداد سے محروم کر دیا گیا ہے۔ میرے باپ کو یہ شادی پسند نہ تھی۔ ورنہ کیا آج میری یہ حالت ہوتی۔ کیا تم اس طرح بول سکتیں۔ وہ جائداد بیس ہزار سے زیادہ مالیت کی تھی۔ بتاؤ وہ جائداد کیوں چلی گئی۔؟" سریندر نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"میری وجہ سے۔"

"پھر یہ احسان جتا رہی ہو۔"

"میں نے کوئی احسان نہیں جتایا۔ میں نے تو اپنے لیے کبھی آنے کی بھی مانگ نہیں کی۔"

"او خدا۔ تم پھر وہی طعنے۔ وہی جلی کٹی —— وہی کمینی باتیں۔ کیا میں بچہ ہوں جو تمہارے تیور نہیں دیکھ سکتا یا انہیں بھانپ نہیں سکتا۔ نرمل۔ تم اس شادی سے خوش نہیں۔ تم آج پچھتا رہی ہو۔ آج تمہیں وہ بیرسٹر یاد آ رہا ہے۔ تمہیں افسوس ہے کہ تم اسے چھوڑ کر کیوں چلی آئیں۔" سریندر نے بھاری آواز میں کہا۔

"میں ایک ہندو عورت ہوں۔ اور غیر مرد کے متعلق سوچنا بھی پاپ سمجھتی ہوں۔"

"غضب ہے مرد! لیکن مائی ڈیئر وہ تمہارا اصلی خاوند تھا۔"

"اور آپ ۔ !"

"میں ..... " سر نیدر ہنس پڑا۔ "میں ایک وکٹ کیپر ہوں آج تم احسان جتا رہی ہو۔ لیکن ایک بات بتاؤ جب اس نے تمہیں گھر سے نکال دیا تھا۔ اور اگر میں اس وقت تمہیں پناہ نہ دیتا تو آج تمہارا کیا حشر ہوتا۔"

"میں جانتی ہوں ۔ ! آپ نے مجھے سہارا دیا تھا۔ اور آپ نے میری خاطر بہت قربانیاں دی ہیں۔"

"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ۔ ورنہ تمہارے دل میں جو ہے وہ تم زبان تک لانا نہیں چاہتی ہو۔ تم زبان سے تسلیم نہیں کرنا چاہتی ہو۔ کہ تم نے میرے ساتھ شادی کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ تم ایک مثالی بیوی ورنہ بیوی بنی ہوئی ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں یہ نقاب ہے۔ جو تم نے اوڑھ رکھا ہے۔ اور اس نقاب کے پیچھے جو اصلی چہرہ ہے وہ تم دکھانا نہیں چاہتی ہو۔"

نرملا خاموش رہی۔

"اب چپ کیوں ہو گئی ہو۔ کیا حقیقت اتنی تلخ ثابت ہو رہی ہے کہ اب زبان بند کر لی۔"

"آپ درست کہتے ہیں۔"

"کیا درست کہتا ہوں۔ ؟"

"کہ میں آپ کے قابل نہ تھی۔"

"یہ میں نے کب کہا ہے۔"

"آپ یہی کہلوانا چاہتے ہیں۔"

"کمال ہے۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے ..... تم یہ تسلیم کرنے کو تیار

نہیں۔ کہ تم نے شادی کر کے غلطی کی ہے۔ اور اب ایک مزید ڈھونگ کھڑا کر دیا ہے۔ کہ تم میرے قابل نہیں ہو۔" سریندر نے اونچی آواز میں کہا۔

"میرا خیال ہے آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"

"آرام — " سریندر غرایا۔ "اب میری زندگی میں آرام نام کی کوئی شے نہیں رہی۔ آٹھ گھنٹے میں دفتر میں کام کرتا ہوں پھر شام کو تین ساڑھے تین گھنٹہ پارٹ ٹائم کام کرتا ہوں۔ تم سمجھتی ہو کہ میں سست ہوں۔"

"جی نہیں۔"

"پھر۔"

"اسی لئے تو میں نے کہا تھا کہ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔" نرملا نے حلیمی سے کہا۔

"اور تمہیں۔"

"مجھے۔"

"ہاں! ہاں! تمہیں کس شے کی ضرورت ہے۔ تمہیں اس بیوپاری کی ضرورت ہے۔ وہ سالا گورو کل کا پڑھا بیوپاری اور کہاں میں ایم اے پاس — تم اس کا مقابلہ بھلا میرے ساتھ کیوں کرتی ہو۔" سریندر نے سوال کیا۔

اب نرملا کے پاس ان سوالات کا کیا جواب تھا۔ اگر وہ خاموش رہتی تب سریندر پر گراں گذرتا تھا۔ اگر وہ کچھ کہتی تھی تو سریندر اسے غلط رنگ سے قبول کر رہا تھا۔ وہ سمجھ نہ رہی تھی کہ شب کے اس پہر یہ موضوع

کس طرح بند ہو۔
اسے چپ پاکر سریندر پھر ابل پڑا۔
"نرمل۔"
"جی۔"
"سچ بتاؤ کیا اس کی یاد نہیں آتی۔"
"آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔؟"
"کیونکہ میں سچ جاننا چاہتا ہوں۔"
"اور جو سچ ہے۔ کیا وہ آپ سے چھپا ہے۔"
"لیکن تم اسے بھول نہیں سکی ہو۔ میں سب جانتا ہوں۔ تم اس شادی سے خوش نہیں ہو۔ میں جانتا ہوں۔ لیکن میں نے تم پر احسان کیا ہے۔ ورنہ جب اس نے گھر سے نکال دیا تھا تو تمہارا کون تھا۔"
سریندر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
"کوئی نہیں۔"
"پھر بتاؤ۔ کیا میں نے تم پر احسان نہیں کیا۔"
"جی کیا ہے۔"
"جھوٹ۔ یہ تمہاری زبان کہہ رہی ہے۔ لیکن تمہارے دل کی آواز نہیں۔" سریندر نے کہا۔
"اب میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔"
"یقین۔ مجھے یقین کی ضرورت نہیں۔ میں سب جانتا ہوں۔ تم اس کی بیوی تھیں۔ جب اس کی بیوی بن کر نہ خوش رہ سکیں تو میری بیوی بن کر کیسے خوش رہ سکتی تھیں۔" سریندر پھر چارپائی پر بیٹھ گیا۔

"آپ غلط سوچتے ہیں۔"

"تو صحیح کیا ہے۔؟"

"میری اس کے ساتھ شادی والدین نے کی تھی۔ لیکن میں نے ذہنی طور پہ یا جسمانی طور پر اس کے ساتھ شادی کو قبول نہ کیا تھا۔" نرملا بولنے پہ مجبور ہو گئی۔

"یہ سب بکواس ہے۔ جسمانی طور پہ ——— کون اس بات پہ یقین کر سکتا ہے۔"

"او بھگوان ——— " کہہ کر نرملا نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ سربندر اسے اور بچوں کو روٹی کپڑا نہ دے سکتا تھا۔ اب سننے کی کسر رہ گئی تھی۔

"کیا ہو گیا بھگوان کو۔"

"بھگوان کو تو کچھ نہیں ہوا۔ اب سو جائیے۔"

"میں سو جاؤں۔ تاکہ تم اسے یاد کر سکو۔ سچ بتاؤ اسی شہر میں رہتے ہوئے کیا تمہاری ملاقات نہیں ہوئی۔؟"

" اگر آپ یہ بھی بھول گئے ہیں کہ میں نے جسم اس کے آگے نہ ہارا تھا۔ تو پھر میرے یہ کہہ دینے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کہ میں جس روز اس کے گھر سے آئی تھی اس روز سے آج تک اسے نہیں ملی۔" نرملا نے کانپتی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے۔

"کون یقین کر سکتا ہے۔"

"لیکن میں کسی کو یقین کیوں دلاؤں۔ آپ ہوٹل کے کمرے میں وہ رات بھول گئے۔ جب میں نے اپنا سب کچھ نچھاور کر ڈالا تھا۔ وہ

جسم جو اس سے بچا کر رکھا تھا۔ وہ آپ کے ارپن کر دیا تھا۔ اس کے بعد اب میں کیا یقین دلا سکتی ہوں۔ "

"تو تم مجھے دھوکے باز کہتی ہو۔ "

"میں نے یہ کب کہا ہے۔ "

"تو پھر تم مجھے جھوٹا سمجھتی ہو۔ "

"میں نے ایسا نہیں کہا۔ "

"تو پھر ہوٹل کے کمرے کی وہ رات کیوں یاد دلانا چاہتی ہو۔"
سریندر نے اونچی آواز میں کہا۔

"آپ نے بات ہی ایسی کہی تھی۔ کہ مجھے اس رات کا حوالہ دینا پڑا۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں۔ لیکن یہ بات بھلا کیسے میں برداشت کر سکتی ہوں۔ کہ میں گنگا کی طرح پوتر نہ تھی۔ " نرملا کے رخساروں پر آنسو دمک رہے تھے۔

"گنگا ـــــ اونہو۔ "

"دیکھئے میں نے تو کوشش کی تھی کہ آپ پر بوجھ نہ ثابت ہوں۔ بلکہ میری خواہش تھی کہ بچوں کا بوجھ بھی میں ہی اٹھا لوں۔ اب یہ میری بدقسمتی ہے کہ مجھے نوکری نہ مل سکی۔ " نرملا نے دھیمی آواز میں کہا۔

"تو تم سمجھتی ہو کہ میں نے تمہارے زیور بیچ کر روپے نوکری کیلئے نہ دیئے تھے۔ "

"میں نے ایسا کب کہا ہے۔ "

"نہیں! نہیں تم یہی کہنا چاہتی ہو۔ کہ میں نے وہ روپے خود استعمال کر لئے۔ کہہ کیوں نہیں دیتی ہو۔ کہ میں نے تمہارا تمام زیور فروخت

کرکے شراب اور جوئے کی نذر کردیا ہے۔" سریندر نشے کی حالت میں سچ بول رہا تھا۔ شاید ضمیر اس سے سچ بلوا رہا تھا۔

"میں نے آپ کو نہ جوا کھیلتے دیکھا ہے اور نہ شراب پیتے۔ پھر میں ایسی بات کیسے کہہ سکتی ہوں۔"

"لیکن تم سمجھتی تو یہی ہو۔"

"میں تو صرف یہ سمجھتی ہوں کہ آپ نے ۵۰۰ روپے کسی افسر کو رشوت کے طور پر دیئے تھے۔ تاکہ مجھے ملازمت مل جائے۔ اب یہ میری بدقسمتی ہے آپ نے تو ٹھیک سوچ کر ہی دیئے ہوں گے۔" نرملا چاہتی تھی کہ شب کے اس پہر بیلے سر و پیر کی باتیں ختم ہو جائیں۔

لیکن سریندر باتیں ختم کرنے کے موڈ میں نہ تھا بلکہ اس کا ضمیر اسے مجبور کر رہا تھا۔ کہ ننگا ہوں کا اعتراف کرے۔

"لیکن تمہیں شک ہے کہ میں نے تمہارے زیور جوئے اور شراب کی نذر کر ڈالے۔"

"میرا زیور آپ ہیں۔ مجھے ان زیورات سے نہ کوئی پیار تھا اور نہ ہی مجھے ان کی یاد ستاتی ہے۔ میں ان زیورات کے بنا بھی زندہ رہ سکتی ہوں۔ زیورات زندگی نہیں — آپ زیور ہیں۔ اور آپ میری زندگی ہیں۔" نرملا نے دلیل پیش کی۔

"جھوٹ! میں زیور نہیں۔ میں تو ایک خار ہوں جو تمہاری زندگی کو تلخ بنا رہا ہے۔ تم سب جانتی ہو کہ میں پارٹ ٹائم کام نہیں کرتا۔ میں ہر شام جوا کھیلتا ہوں۔ اور مہینوں سے ہار رہا ہوں۔ اور اس جوئے کی نذر تمہارے زیور ہو گئے ہیں۔ تم جانتی ہو کہ اس ہار کے غم کو غلط کرنے کیلئے

میں شراب پیتا ہوں ۔ لیکن تم نے اپنے چہرے پہ نقاب اوڑھ رکھی ہے۔ اور تم یہی کہتی ہو کہ نہ میں جوا کھیلتا ہوں اور نہ ہی شراب پیتا ہوں تمہاری زندگی مکمل جھوٹ ہے ۔ اور تم ان جھوٹی باتوں کے سہارے زندہ ہو۔" سرنبدر بولتا گیا۔ نرملا حیران تھی کہ وہ ان باتوں کا کیا جواب دے ۔

نرملا خاموش رہی۔

"تم نے تمام زیورات مجھے دے ڈالے ہیں ۔" سرنبدر نے سوال کیا۔

"جی ۔"

"جھوٹ ۔"

"یہ سچ ہے ۔ آپ گھر کی تلاشی لے سکتے ہیں ۔ میں نے کوئی زیور چھپا کر نہیں رکھا۔"

"تم جو کہہ رہی ہو وہ جھوٹ ہے ۔ ایک بار پھر سوچ لو ۔" سرنبدر نے کہا اور اسوڑ کھڑا ہوا۔

"آپ گھر کی تلاشی لے سکتے ہیں ۔"

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ۔"

"پھر ایسا کیوں کہتے ہیں ۔"

"اس لئے کہ وہ انگوٹھی کہاں ہے ۔ جو اس بیوپاری نے تمہیں دی تھی ۔" سرنبدر نے سوال کیا۔

"وہ انگوٹھی . . . . . ."

"ہاں ہاں ۔ ! اب جواب دو ۔"

"کیا آپ اسے زیور سمجھتے ہیں ۔"

"کیا وہ سونے کی نہیں - کیا وہ نقلی ہے۔"

"وہ سونے کی ہے۔ اور نقلی نہیں۔"

"سچ ــــ !"

"لیکن وہ تو ایک غلطی ہے۔"

"غلطی ــــ کیسی غلطی ــــ ؟"

"ایک انسان کی قربانی کی یادگار۔"

"قربانی کی یا اس کی یادگار ہے۔" کہہ کر سریندر کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ "عورت اپنے عاشق کو کبھی نہیں بھول سکتی۔"

"لیکن وہ ــــ وہ ......"

"وہ تمہارا عاشق نہیں تھا۔" سریندر غرایا۔ "تو پھر کیا تھا۔"

نرملا خاموش رہی۔

"بتاؤ اسے کیا نام دو گی - خاوند یا عاشق ــــ" نرملا اب بھی خاموش رہی۔

"جواب دو - اب چپ کیوں ہو - بتاؤ تمہارا کیا واسطہ تھا یا ہے اس کے ساتھ - جو انگوٹھی کو خود سے جدا نہیں کرتی ہو - کیوں اسے نشانی کے طور پر سنبھال کر رکھ چھوڑا ہے - کیوں ــــ اس لئے کہ تم اسے بھول نہ سکیں - اس لئے کہ تم اسے بھلانا نہیں چاہتی ہو ــــ اس لئے کہ اس کی یاد تمہارے دل سے نکل نہ جائے - کیا میں غلط کہہ رہا ہوں ــــ" سریندر اس کے پاس کھڑا اسے گھور رہا تھا - نشے کی وجہ سے اس کا جسم لرز رہا تھا۔

نرملا نے اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈال دیں۔
سریندر ان نگاہوں کی تاب نہ لا رہا تھا۔ اسے ان نظروں سے وحشت ہو رہی تھی۔ جس روز ہری دت نے نرملا کو پیٹا تھا تو اس وقت بھی نرملا اسی طرح ہری دت کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک آگ تھی۔ ایک بغاوت تھی۔ ایک عزم تھا۔ اور آج پھر یہ سب کچھ تھا۔
"کیا دیکھ رہی ہو ـــ" سریندر چلایا۔
نرملا نے جواب نہ دیا۔ وہ صرف دیکھتی رہی۔
"میں پوچھتا ہوں۔ کیا دیکھ رہی ہو۔؟" سریندر نے یوں کہا۔ جیسے وہ ان نگاہوں کی حرارت سے پگھل رہا تھا۔
نرملا خاموش رہی۔
"میں کہتا ہوں ......" کہہ کر سریندر نے پوری قوت سے اس کے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا۔
نرملا بت کی طرح کھڑی رہی۔ اس کے جسم نے حرکت نہ کی۔ اس نے دوسرے تھپڑ سے بچنے کی کوشش نہ کی۔ وہ صرف اسے دیکھ رہی تھی۔
اور سریندر ان نگاہوں کی تپش سے پگھل رہا تھا۔ اس نے دوسرا تھپڑ جڑ دیا۔
"جواب دو۔"
لیکن نرملا اسی طرح کھڑی رہی۔
سریندر وہاں سے ہٹ گیا۔ اور جا کر اپنی چارپائی پر بیٹھ گیا۔
اب کمرے میں ہولناک خاموشی تھی۔ سریندر بھاری بھاری سانس لے رہا تھا۔

نرملا اسے گھورے جا رہی تھی۔ اور اس کی آنکھوں کی آگ بہت تیز ہوگئی تھی۔

اس خاموش کمرے میں نرملا کی آواز ابھری۔

"تو میں بتا دوں میرا اس کے ساتھ کیا رشتہ تھا۔"

"نہیں ___ نہیں ___" سریندر چلا پڑا۔

"نہیں۔ نہیں۔" نرملا نے بڑے تحمل سے کہا۔ "اب آپ سننے سے گھبرا کیوں رہے ہیں۔؟"

"میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔"

"لیکن میں سنانا چاہتی ہوں۔"

"بھگوان کے لئے خاموش رہو۔" سریندر نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ وہ اب نظر ہی نہ اٹھا رہا تھا۔

"لیکن میں سنائے بنا نہیں رہ سکتی۔"

"نہیں نہیں ___" سریندر نے سر ہلایا۔

"اس نے مجھے پاکر کھو دیا۔ اور آپ نے مجھے کھو دیا تھا۔ اور اس کی وجہ سے پالیا۔ بس صرف یہ فرق ہے۔ آپ میں اور اس میں۔ وہ مجھے امانت سمجھتا تھا کسی کی۔ اور اس نے اس امانت کو اسی کے حوالے کر ڈالا جس کی وہ امانت تھی۔ اور جب میں اس کی بیوی تھی اور اور اس کی امانت تھی۔ آپ نے اس کی امانت میں خیانت کی تھی۔ کیا وہ خیانت بھول گئے۔ کیا آپ ہوٹل کی وہ رات بھول گئے۔ جب آپ نے اس کی بیوی کو پامال کر ڈالا ___ اس رات نرمل آپ کی نہ تھی۔ بلکہ اس کی بیوی تھی۔ قانون اور دھرم سے بنائی گئی۔" نرملا نے

بڑے دھیرے دھیرے کہا۔

"میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔ میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔" کہتے کہتے سریندر لیٹ گیا۔ انگلیاں ابھی تک اس کے کانوں میں تھیں۔

"صرف ایک بات اور۔"

"نہیں نہیں۔"

"میں نے وہ انگوٹھی اس لئے سنبھال کر رکھی ہے۔ کہ جس روز میں اس کی بیوی سے ملوں گی۔ میں یہ انگوٹھی اسے پہنا دوں گی۔" نرملا نے کہا۔ "یہ انگوٹھی ایک عظمت کی نشانی ہے۔ اور اس کی صحیح حقدار اس کی بیوی ہے۔"

سریندر نے کروٹ بدل لی تھی۔ اب اس کی پشت نرملا کی طرف تھی۔

کمرے میں ایک بار پھر ہولناک خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد سریندر سو رہا تھا۔ لیکن نرملا کی آنکھوں میں نیند کا نشان تک نہ تھا۔

نرملا دیر تک نہ سو سکی۔ تمام زندگی اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم رہی تھی۔ لیکن حیرت تھی کہ اس کی آنکھ سے آنسو نہ ٹپکا۔ وہ جاگ کر اپنی زندگی کا جائزہ لے رہی تھی۔ سریندر جو کچھ تھا۔ اس نے اپنے متعلق خود ہی بتا دیا تھا۔ باقی وہ سب جانتی تھی اور سمجھتی تھی۔ لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اگر اس نے سریندر کو اس زندگی گزارنے سے روکا تو وہ مزید بھڑک جائے گا۔

اب سوال یہ تھا کہ ان دو معصوم بچوں کا کیا بنے گا۔؟" ان معصوم بچوں نے کیا گناہ کیا تھا۔ کہ وہ دودھ، شکر، اور پیٹ بھر روٹی سے بھی بے نیاز ہیں۔

جہاں تک سریندر کا سوال تھا وہ اتنا آگے بڑھ چکا تھا کہ اس کا لوٹ کر آنا ناممکن ہو چکا تھا۔ وہ اس کا ایک ایک زیور فروخت کر کے جوئے اور شراب کی نذر کر چکا تھا۔

وہ زیور اب لوٹ کر نہ آسکتے تھے۔ اسے دکھ تھا تو صرف یہ تھا کہ اسے ملازمت نہ مل سکی تھی۔ وہ آج تک سریندر پر بھروسہ کئے بیٹھی تھی۔ اگر اس نے لیڈی ڈاکٹری پاس کیا ہوتا تو اب تک کوئی نہ کوئی

چھوٹی موٹی ملازمت مل جاتی اس ملازمت سے وہ اپنے بچوں کا اور اپنا پیٹ پال سکتی تھی۔ اس وقت سرنبیلہ اسے چالیس روپے ماہوار بھی نہ دے رہا تھا۔ اور اگر ان حالات میں اسے سو یا سوا سو روپے ماہوار کی ملازمت مل جاتی۔ تو اس رقم سے یقیناً گھر کے حالات بدرجہا بہتر ہو جاتے۔

لیکن وہ ملازمت کہاں تھی۔ اور کیسے مل سکتی تھی۔

یہ دو سوال تمام رات نرملا کو پریشان کرتے رہے تھے۔ اور اس پریشانی کے عالم میں۔ نیند کہاں آ سکتی تھی۔ تھوڑی بہت غنودگی طاری ہوتی تو وہ تھوڑی دیر کے لئے اونگھ جاتی۔ پھر آنکھ کھل جاتی تو پھر مسائل سامنے کھڑے تھے ۔۔۔!

سرنبیلہ نشے کی حالت میں بدمست سو رہا تھا۔

صبح بچے کیا کھائیں گے۔ گھر میں چاول کے آخری دانے اس نے ابال کر کھلا دیئے تھے۔ پڑوسیوں سے بھی کہاں تک مانگا جا سکتا تھا۔ اور اگر مانگا بھی جاتا اور اسے لوٹایا نہ جاتا تو وہ تیسری یا چوتھی بار مانگنے پر دینے سے ہچکچاتے تھے۔

آج اسے پہلی بار احساس ہوا تھا کہ اس نے ہریدت کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ وہ اسی خاندان کی عزت اور ناموس کے ساتھ ہی نہ کھیلی تھی۔ بلکہ اس نے ہریدت کے وقار کو چوٹ لگائی تھی۔ اور اس کے ساتھ انصاف کیا تھا۔

اور آج اسے اس کی سزا مل رہی تھی۔ وہ اس سزا کو بھگتنے کے لئے تیار تھی۔ وہ اف تک نہ کرنا چاہتی تھی۔ اس نے ایک قدم اٹھایا تھا اور وہ قدم باغیانہ تھا۔ اس باغیانہ اور انقلابی قدم اٹھانے کے بعد وہ

پچھتاوا کیسے ظاہر کر سکتی تھی۔ وہ دکھوں اور مصائب کا خندہ پیشانی سے
مقابلہ کر سکتی تھی۔ لیکن وہ کبھی تسلیم کرنے کو تیار نہ ہو سکتی تھی۔ کہ اس
نے قدم اٹھایا تھا۔ اور اب وہ پچھتا رہی تھی۔

ایک بات صاف عیاں تھی۔ کہ اب اسے ملازمت اختیار کرنا
پڑے گی۔ لیکن وہی دو سوال بار بار اس کے ذہن میں ابھر رہے تھے۔

ملازمت کہاں تھی۔ ؟

اور کیسے مل سکتی تھی۔ ؟

وہ میٹرک پاس تھی۔ میٹرک پاس لڑکیوں کو کبھی روزگار مل
جاتا ہے۔ لیکن کیسے۔

"ملازمت ۔۔۔ ؟"

جب اسے ملازمت ہی کرنا تھی تو پھر یہ سوال کہاں سے پیدا ہوتا تھا۔
کہ وہ کس قسم کی ملازمت ہو سکتی تھی۔ اسے کیا ضرورت تھی کہ وہ بتائے
کہ وہ میٹرک پاس ہے۔ لہٰذا اسے دفتر میں نوکری ملنا چاہیئے۔ وہ بھیک
تو نہ مانگے گی۔ اس کے پاس محنت تھی مشقت تھی۔ جو وہ فروخت کر سکتی
تھی۔ !

اسی تذبذب میں صبح ہو گئی۔ بچے بیدار ہو گئے تھے۔ وہ اٹھ کر کمرے
سے باہر چلی گئی۔ بچے اس کے تعاقب میں تھے۔

"ممی ! ہمیں بھوک لگی ہے۔" لڑکے نے کہا۔

"میں جانتی ہوں بیٹا۔ لیکن تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ۔ تمہارے پاپا
جاگ جائیں۔"

"بہتــــر ــــ" کہہ کر دونوں بچوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ لیا

یہ بھوک ان کے لئے نئی بات نہ رہی تھی۔ کہتے ہیں جب خدا دکھ دیتا ہے تو اسے برداشت کرنے کی طاقت بھی دے دیتا ہے۔ اس طاقت میں صبر بھی شامل ہے۔

سریندر ایم اے تھا۔ اور نرملا میٹرک ——— انہوں نے کس چاؤ سے بچوں کو سکھایا تھا کہ وہ انہیں پاپا اور ممی کہیں۔ لیکن آج یہ الفاظ کانوں کو کھا رہے تھے۔ لیکن پتاجی یا ماتا جی کہنے سے بھی تو بھوک دور نہ ہو سکتی تھی۔

صبح ہی صبح وہ کس گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اس سے آٹا مانگے۔ نرملا بے حد پریشان تھی۔

اندر سے کھانسنے کی آواز آئی۔ وہ سمجھ گئی۔ کہ سریندر جاگ گیا ہے۔ اور اب وہ باہر آئے گا۔ وہ چھپنے کی خاطر رسوئی گھر میں جا کر بیٹھ گئی۔

سریندر رسوئی گھر کے آگے سے گذر کر سنڈاس میں چلا گیا۔ اس لئے رسوئی گھر پر نگاہ نہ ڈالی۔

دس منٹ بعد وہ رسوئی گھر کے دروازے کے آگے کھڑا تھا۔

"نرمل۔"

نرمل نے جواب نہ دیا۔

"چائے ہے۔"

"جی نہیں ——— پتی، دودھ، شکر کچھ بھی نہیں۔"

"اوہ ——— کہہ کر وہ اندر چلا گیا۔ دو منٹ بعد وہ لوٹا تو اس کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا۔

"یہ لو ——— ضروریات کا سامان لے آؤ۔"

نرملا نے نوٹ تھام لیا۔ اور بازار چلی گئی۔ بیس منٹ بعد

چائے تیار تھی۔ اور بچوں کے آگے بن پڑے تھے۔

"تم ــــ ؟" سریندر نے سوال کیا۔

"آپ اور بچے کھالیں۔ پھر میں کھالوں گی۔"

"نہیں نرمل تم بھی آجاؤ۔"

نرملا حیران تھی کہ کیا یہ وہی سریندر ہے جو رات نشے کی حالت میں تھا۔ یا یہ وہ سریندر ہے۔ جو شادی سے پہلے ہوتا تھا۔ وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔

بچے چائے کے ساتھ بن کھا کر گلی میں کھیلنے چلے گئے۔ اور میاں بیوی تنہا رہ گئے۔

"نرمل! مجھے افسوس ہے کہ میں رات نشے کی حالت میں بہت کچھ بولتا رہا۔ اور میں نے تم پر ہاتھ بھی اٹھایا۔"

نرملا خاموش ہی رہی۔

"کیا تم معاف نہ کرو گی۔؟"

جو آنسو تمام رات نہ نکل سکے تھے۔ اب آنکھوں سے بہہ نکلے تھے۔ جنہیں وہ آنچل سے خشک کر رہی تھی۔

"میں نہیں جانتا میری زندگی کو کیا ہو گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں بدل گیا ہوں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے پتاجی نے جائداد سے محروم کر کے اس حالت میں پہنچا ڈالا ــــ اور وہ فکر میں خود سے دور نہ کر سکا۔"

"یہ تو مقدر کی بات ہے۔ دنیا میں وہ لوگ بھی تو زندہ ہیں جن کے ماتا پتا جائداد نہیں چھوڑتے ــــ" نرملا نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن! نہ معلوم میرے ساتھ ایسی زیادتی یا بے انصافی کیوں ہوئی۔ اور میں اس غم یا فکر سے نجات نہ حاصل کر سکا۔" سر نیدر نے مردہ آواز میں کہا۔

نرملا خاموش رہی۔

"خیر میں آئندہ محتاط رہوں گا۔" سر نیدر نے کہا۔

پھر اس کے بعد میاں بیوی میں کوئی بات نہ ہو سکی۔ چائے ختم ہو گئی تو نرملا برتن سمیٹ کر لے گئی۔ آج تو گھر میں باقاعدہ کھانا پک سکتا تھا۔ پانچ روپے تو بہت ہوتے ہیں۔

وہ صرف دس پیسے کا دودھ لائی تھی۔ بیس کی چینی اور دس پیسے کی چائے کی پتی ـــــ اور پچیس پیسے کے بن ـــ

سر نیدر دفتر چلا گیا۔

لیکن نرملا کے عزم میں لغزش نہ پیدا ہوئی۔ اس نے رات تہیہ کیا تھا کہ وہ ملازمت تلاش کرے گی۔ وہ اپنی جگہ پر ثابت قدم تھا۔ سر نیدر نے اب جو کچھ کہا تھا۔ وہ شام تک اس پر ثابت قدم رہتا تھا یا نہیں۔ یہ خدا بہتر جانتا تھا۔ اسے اب اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا پڑے گا۔ وہ اب مزید انتظار نہ کر سکتی تھی۔ وہ بچوں کو بھوک سے بلکتے نہ دیکھ سکتی تھی۔

گھر کے کام سے فارغ ہو کر وہ ملازمت کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ اور تین گھنٹے بعد جب وہ لوٹی تو ناکام لوٹی تھی۔ لیکن امید نا امیدی میں نہ بدلی تھی۔

اس کا قیاس درست نکلا۔

شام کو پھر وہی ساڑھے نو بج گئے۔ اور سر نیدر کا نام نشان نہ تھا۔

نرملا سمجھ گئی کہ وہ خمار خانہ میں ہوگا۔ اور جب لوٹے گا تو شراب کے نشے میں دھت ہوگا۔ لیکن گھر میں چار پانچ روز کا کھانے کا انتظام تھا۔ اس لئے وہ زیادہ فکرمند نہ تھی۔

دس بجے سریندر آیا تو نرملا نے کھانا پیش کر دیا۔ تو سریندر اپنی بات پر ثابت قدم نہ رہا تھا۔ لیکن آج وہ چپ چپ تھا۔ جیسے اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا۔

میاں بیوی میں زیادہ بات نہ ہوئی۔ سریندر نے کھانا کھایا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔ نرملا برتن سمیٹ کر رسوئی گھر میں چلی گئی تھی۔ اور جو کچھ بچا تھا۔ اس نے کھا لیا تھا۔

اگلے روز وہ پھر ملازمت کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ اس بار اس نے بہتر علاقہ تلاش کیا۔ وہ پہلے گھر میں داخل ہوئی تو اس کی ملاقات مالکن سے ہوگئی۔ مالکن کی عمر تیس برس کے قریب تھی۔ لیکن زیادہ کھانے اور بے فکری سے اس کا تمام جسم ڈھل چکا تھا۔ چہرے پر بیہودہ قسم کا ڈسٹمپر تھا۔ نرملا نے گھر میں داخل ہونے سے پہلے گھر کے باہر لگی تختی پر مالک کا نام پڑھ لیا تھا۔

"نمستے ——" نرملا نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"کہو۔"

"کچھ کام مل سکتا ہے۔"

"کام —— کس قسم کا کام۔"

"کپڑے دھونے کا۔"

"اور برتن۔" مالکن نے سوال کیا۔

"جی برتن ــــ" نرملا ہچکچائی۔ "برتن نہیں۔"

"او ــــ" مالکن نے اس کا اوپر سے نیچے تک جائزہ لیا۔ افلاس اور بھوک نے نرملا کو ادھیڑ عمر بنا ڈالا تھا۔ لیکن اس کا رنگ نہ چھین سکے تھے۔ "کسی اچھے گھر کی دکھائی پڑتی ہو۔ کیا پہلے بھی کبھی کام کیا ہے۔"

"کپڑے دھونے کا کام تو ہر عورت اپنے گھر میں کرتی ہے۔ میرا مطلب ہے مجھ جیسی عورتیں۔"

"میں نے اسی لئے پوچھا تھا۔ کہ تم برتن کے کام کے لئے ہچکچا رہی تھیں۔ اس کا مطلب ہے کہ تم اچھے گھر کی ہو اسی لئے جھوٹے برتن دھونا نہیں چاہتی ہو۔" مالکن نے کہا۔

نرملا نے جواب نہ دیا۔

"کیا پڑھی لکھی ہو۔"

"جی بہت معمولی۔ صرف تین جماعت۔" نرملا نے جھوٹ بولا۔ وہ جانتی تھی کہ میٹرک پاس کو کپڑے دھونے کی ملازمت نہیں مل سکتی۔

"او ــــ میرا خیال تھا کہ پڑھی لکھی ہو۔ تو میرے بچے کو ہی پڑھا جایا کرو۔ وہ دوسری جماعت میں پڑھتا ہے۔ اور میں چالیس روپے ماہوار تک دے سکتی ہوں۔"

نرملا ایک جھوٹ کے بعد اب سچ نہ بول سکتی تھی۔ اس کے ذہن میں ہی نہ آیا تھا کہ وہ بچوں کو پڑھانے کی ملازمت کرے۔ اب اگر وہ کہہ دیتی کہ وہ میٹرک ہے۔ تو اسے دونوں میں سے کوئی ملازمت نہ ملتی۔ کیونکہ پہلے روز ہی جھوٹ کوئی مالک پسند نہیں کرتا۔

"جی نہیں۔ میں صرف کپڑے دھونے کا کام کر سکتی ہوں۔"

"اور کمرے۔"

"ہاں کمرے صاف کر سکتی ہوں۔"

"بس ٹھیک ہے۔ ہم کپڑوں اور کمروں کے تیس روپے دیدینگے۔ لیکن کوئی حوالہ ہے۔"

"جی حوالہ تو کوئی نہیں۔"

"خاوند ہے۔"

"جی ہاں۔"

"کیا کام کرتا ہے۔؟"

"آجکل بیکار ہے۔"

"او ـــ! بہر صورت حوالہ ضروری ہے۔ ویسے تم اب سے ہی کام شروع کر دو۔ ہم میاں بیوی ہیں۔ اور صرف دو بچے ہیں۔ اس لئے زیادہ کپڑے نہیں ہوتے۔"

"وہ کوئی بات نہیں۔! میں کپڑے گن کر نہیں دھوؤں گی۔ کم ہوں یا زیادہ میرا کام انہیں دھولنے کا ہے۔" نرملا نے عاجزی سے کہا۔

"تو تیس روپے منظور ہیں۔"

"جی۔!"

"تو آؤ سمجھا دوں۔"

"بی بی جی۔" نرملا نے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔" اگر آپ کا کوئی واقف بھی کپڑے دھلوانا چاہتا ہو۔ تو میری سفارش کر دیجئے گا۔"

"ضرور ـــ لیکن یہ تمہارے کام پر منحصر ہے۔ ہماری پہلی کپڑے

دھونے والی صرف صابن ہی خرچ کرتی تھی۔ کپڑوں کی میل اسی طرح رہتی تھی۔" مالکن نے کہا۔

"آپ کو مجھ سے ایسی کوئی شکایت نہ ہوگی۔"

"دیکھیں گے۔"

نرملا نے کام شروع کر دیا۔

اگلے دو روز میں اسے دو گھر مزید مل گئے۔ یہاں سے اسے تیس، تیس روپے ماہوار ملنے لگے۔

صبح خاوند کو کھانا کھلا کر دفتر بھیج دیتی۔ اور کام پر چلی جاتی۔ دوپہر دو بجے تک وہ کام سے فارغ ہو جاتی۔ اور مسز شیدر کو کبھی پتہ نہ چلا کہ وہ لوگوں کے گھروں میں کپڑے دھونے کا کام کرتی ہے۔

ہری دت بس میں سوار ہوا تو بس تقریباً خالی تھی۔ اس کا ذہن بری طرح اُلجھا ہوا تھا۔ اور وہ اس الجھن میں ہی آگے بڑھا اور ایک سیٹ پر بیٹھ گیا جہاں پہلے سے کوئی بیٹھا تھا۔

کئی سٹاپ آئے۔ بس رکتی اور پھر چل دیتی۔ ہری دت اپنی ہی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔ اسے گردوپیش اور ماحول سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اسے اتنا بھی ہوش نہ تھا کہ اس کے ساتھ داہنے ہاتھ پر کون بیٹھا ہے۔

کنڈیکٹر آیا اور اس نے اس کی توجہ منتقل کی۔

ہری دت نے آٹھ آنے کا سکہ بڑھا دیا۔ اور اپنی منزل بتا دی

کنڈیکٹر نے بقایا رقم لوٹا دی اور ٹکٹ تھما دیا۔

ہری دت پھر اپنے خیالات میں مستغرق ہو گیا۔

کوئی سٹاپ قریب آ رہا تھا۔ جو ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔

"ذرا آہستہ......" ایک نسوانی آواز آئی۔

ہری دت کو اب احساس ہوا کہ اس کے دلہنے ہاتھ کوئی عورت

بیٹھی تھی۔ اس کی منزل آگئی تھی۔ اور اترنے کی تیاری کر رہی تھی۔ اس سلسلہ میں اس نے راستہ مانگا تھا۔

ہری دت نے نگاہ پھینکی تو ٹھٹھک گیا۔

"تم......" اس کے لہجہ میں استعجاب تھا۔

"آپ۔" نرملا نے ہچکچا کر کہا۔ وہ بھی اس اچنبھے کو جھٹلا نہ سکی۔ اس کے لہجہ میں بھی استعجاب تھا۔

"ہاں۔"

"نمستے۔"

"نمستے۔" ہری دت نے جواب دیا۔

"معاف کیجئے گا میں یہاں اتر رہی ہوں۔"

"او۔" ہری دت کو ہوش آیا کہ وہ اس سے راستہ مانگ رہی تھی۔ اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا کہ کون سا علاقہ ہے۔ "یہاں؟" ہری دت نے سوال کیا۔

"جی ہاں۔ میں یہاں سے دوسری بس لوں گی۔" نرملا نے کہا۔

"او۔ مجھے بھی یہاں ہی اترنا ہے۔" ہری دت نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

بس رک گئی تھی۔ وہ دونوں نیچے اتر گئے۔

"آپ کہاں سے سوار ہوئے تھے۔" نرملا نے سوال کیا۔

ہری دت نے بتایا۔

"اور اسی سیٹ پر بیٹھے تھے۔"

"ہاں۔"

"میں تو اپنے ہی خیالات میں کھوئی ہوئی تھی۔ اور کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ لیکن آپ نے توجہ نہ دی۔" نرملا نے نیچی نگاہوں سے کہا۔

"میری بھی یہی حالت تھی۔ میں الجھن میں پھنسا ہوا تھا۔ میں نے خیال ہی نہ کیا کہ میرے داہنی طرف ایک عورت بیٹھی ہے۔ اور وہ تم ہو۔ خیر کیا اتفاق ہے۔" ہری دت نے ہنس کر کہا۔

"جی ہاں ۔"

"کیا تم اسی شہر میں رہ رہی ہو ۔ ؟"

"جی ہاں ۔ !"

"کب سے ۔ ؟"

"اسی وقت سے ۔"

"او ___" ہری دت مسکرا دیا۔ "کیا اتفاق ہے۔ آٹھ برس ___ ہم آٹھ برس سے اسی شہر میں رہ رہے تھے۔ اس کے باوجود اس شہر میں نہ رہ رہے تھے۔ ایک دوسرے کے لئے کتنے اجنبی تھے۔ لیکن اس شہر میں رہتے ہوئے کبھی نہ کبھی تو اس طرح ملنا ہی تھا۔"

"جی ہاں ۔"

"لیکن ___ کتنی عجیب بات ہے۔ ملے تو کیسے ملے ___ اور بچھڑے تو پھر ملنے کی وجہ نہ رہی۔"

"جی۔" نرملا نے مختصر جواب دیا۔

"نرملا ۔"

"جی ۔"

"تم تو بہت بدل گئی ہو۔ ان برسوں میں تم بالکل ہی بدل گئی ہو۔

جب آخری بار ہم ملے تھے تو تم ایک لڑکی سی تھیں اور اب تو ......

بالکل ہی بدل گئی ہو۔ وہ روپ وہ نور کہاں چلا گیا۔ "

" گرہستی کی چکی۔ " نرملا نے جواب دیا۔

" ہاں گرہستی۔ کتنا خوبصورت خواب ہے۔ "

" خواب۔ ؟ " نرملا نے چونک کر سوال کیا۔

" میں تو اب بھی کہتا ہوں۔ خیر یہ بتاؤ کتنے بچے ہیں۔ ؟ "

" دو۔ "

" لڑکے۔ "

" جی نہیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ "

" او۔ خوب! ویسے خوش تو ہو۔ "

" جی ہاں۔ " نرملا نے کمزور آواز میں کہا۔

" تمہارے کہنے کے انداز میں جوش نہیں۔ "

" عمر کا بھی تقاضہ ہے۔ اب جوش کہاں۔ ؟ "

" کیوں ایسی کیا عمر ہے تمہاری ـــــ تمہاری عمر میں تو لڑکیاں

شادی کرتی ہیں۔ " ہری دت نے ہنس کر کہا۔

" کیا آپ نے شادی کر لی۔ "

" میں نے ـــ "

" جی ہاں ـــ "

" نہیں۔! "

" کیوں۔ ؟ "

" ویسے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک شادی سے کیا حاصل ہوا تھا۔

جو دوسری کے لئے کوشش کرتا۔ لیکن میرا یہ جواب درست نہیں۔ صحیح جواب یہ ہے کہ میں تو دیوتا ہوں۔ اور ایک دیوتا عام عورت سے کیسے شادی کر سکتا ہے۔ اس کی شادی تو کسی خاص لڑکی سے ہی ہو سکتی ہے۔" ہری دت کے لہجہ میں طنز تھا۔

نرملا نے محسوس کیا کہ ہری دت آٹھ برس پہلے والا ہری دت نہ تھا۔ جس نے گورو کل میں تعلیم پائی تھی۔ اس کی ہستی میں اب معصومیت نہ تھی۔ اب وہ کھلنڈرا نوجوان نہ تھا۔ بلکہ ایک سنجیدہ سا انسان تھا۔ جس کو وقت نے ایسا بنا ڈالا تھا۔

" لیکن دیوتا تو دیوتا ہی ہوتا ہے۔"

" نرملا اب اگر اتفاق سے مل گئے ہیں۔ تو آؤ سامنے ریستوران ہے وہاں بیٹھتے ہیں۔ اکٹھے مل کر چائے پئیں گے۔ اور باتیں کریں گے۔ کیا تم جلدی میں تو نہیں۔"

" ایسی بات نہیں! میں کچھ دیر بیٹھ سکتی ہوں۔"

" تو آؤ ـــــ " کہہ کر ہری دت بڑھ گیا۔ نرملا اس کے ساتھ چل رہی تھی۔

ریسٹوران کے اندر کیبن بھی تھے۔ وہ ایک کیبن میں چلے گئے۔

" بتاؤ کیا کھاؤ گی۔"

" کچھ نہیں! صرف ایک کپ چائے پی لوں گی۔"

" تکلف نہ کرو۔ تم کچھ بجھی بجھی سی ہو۔ جیسے کوئی بات تمہیں پریشان کر رہی ہے۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے۔ اور بس میں بھی میں اتنی دیر تمہارے پاس بیٹھا رہا۔ اور تمہیں خبر نہ ہوئی۔"

"ایسا ہی ہے۔ گرہستی کی چکی۔ اسی طرح کی ہوتی ہے۔"

بیرا آ گیا تھا۔ ہری دت نے چائے کے علاوہ کھانے کی اشیاء کا بھی آرڈر دیدیا۔ بیرا چلا گیا۔

"ہاں اب سناؤ کیا تم خوش ہو۔ ؟"

"ٹھیک ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تم خوش نہیں ہو۔ مرنیدر کیا کر رہا ہے۔ ؟"

"نوکری۔"

"کیا تنخواہ ملتی ہے۔ ؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"کیا مطلب۔ ؟ ایک بیوی نہیں جانتی کہ اس کا خاوند کیا تنخواہ لے رہا ہے۔" ہری دت نے چونک کر پوچھا۔

"بات یہ ہے کہ وہ ہر ماہ گھر کے اخراجات کے لئے ایک رقم دے دیتے ہیں۔"

"اور ـــــ" ہری دت سنجیدہ ہو گیا۔ "نرملا تم چھپا رہی ہو۔ میں خوش ہوں ایک اچھی بیوی کی طرح تم شکایت نہیں کر رہی ہو۔ لیکن میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ میں وہ ہوں جس نے تمہارے جذبات کا احترام کیا تھا۔ اور تمہیں اس کو سونپ دیا تھا۔ جس کو تم پیار کرتی تھیں۔ تم کھل کر بات کر سکتی ہو۔ آج بھی میں وہی ہوں۔ اگر تم پریشان ہو تو مجھے اپنی پریشانی بتاؤ۔ شاید میں تمہاری مدد کر سکوں۔ تم مجھے اپنا غمگسار اور ہمدم سمجھ سکتی ہو۔ میں آج بھی غیر نہیں۔ اگرچہ کبھی تمہارا نہ تھا۔"

"میں جانتی ہوں۔"

اسی لمحہ بیرا چائے اور کھانے کا سامان چھوڑ گیا۔

"لو چائے تیار کرو۔"

نرملا چائے تیار کرنے لگی۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ اس گرہستی کی چکی نے تمہیں اس عمر میں ہی ادھیڑ عمر کی بنا ڈالا ہے۔ پھر تمہارا لباس بھی بہت قیمتی نہیں ——— اور اس کے علاوہ ——— تمہاری کلائیاں خالی ہیں۔ کان اور گلا خالی ہے حتیٰ کہ انگلیاں بھی خالی ہیں۔ ——— تمہارے پاس تو کافی زیورات تھے۔ اور وہ سب تم اپنے ساتھ لے گئیں تھیں۔ کیا وہ آج بھی ہیں یا نہیں۔" ہری دت نے جذباتی لہجہ میں سوال کیا۔

"لیجئے چائے۔" نرملا نے پیالہ بڑھا دیا۔

"شکریہ۔"

کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ ہری دت اسے دیکھ رہا تھا۔ نرملا سر جھکائے چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ پی رہی تھی۔

"تم کچھ کھا نہیں رہی ہو۔؟"

"آپ کھائیے۔ میں بھی کھا لوں گی۔"

"ہاں! تو نرملا کیا پریشانی ہے تمہیں ——— کیا میں یہ سمجھوں کہ سریندر تمہیں خوش نہ رکھ سکا۔ اور عشق کی گرمی ختم ہو چکی ہے۔"

"یہ تو نصیب کی بات ہے۔"

"نصیب! مقدّر ——— قسمت! یہ سب کمزور انسانوں کے سہارے ہیں۔ ان برسوں میں میں نے یہی سیکھا ہے۔ نرملا میں تو بالکل ہی بدل گیا ہوں۔

اتنا کہ اب میں خدا پر بھی وشواش نہیں رکھتا۔"

"آپ مرد ہیں۔"

"لیکن آج کے زمانے میں عورت بھی اب کمزور نہیں رہی۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"کیا اس شادی سے خوش ہو ــــ؟"

"خوش نہ ہونے کی وجہ بھی کیا ہو سکتی ہے۔ میں نے ایک قدم اٹھایا تھا۔ دنیا سماج مذہب سے بغاوت کی تھی۔ میں نے سب کا مقابلہ کیا تھا۔ اور اسے پا لیا تھا جسے میں پانا چاہتی تھی۔ اب رہا سکھ یا دکھ ــــ یہ تو نصیب کی بات ہے۔ میں نے جو قدم اٹھایا تھا۔ آج اس پر کیسے پچھتا سکتی ہوں ــــ" نرملا نے کانپتی آواز میں کہا۔

"اوــــ تم شکست کھا کر اعتراف شکست نہیں کر رہی ہو۔ تم خود کو بہلا رہی ہو۔ اور اب یہ سمجھ بیٹھی ہو کہ سکھ نصیب کی بات ہے۔ اور میں کہہ چکا ہوں کہ نصیب ایک کمزور انسان کا سہارا ہوتا ہے۔ اور تم حالات کے بل پر نہیں زندہ ہو۔ بلکہ سہاروں کے سہارے زندہ ہو۔" پربھات نے کہا۔

"خیر ــــ آپ ایسا کہہ سکتے ہیں۔"

"نرملا تم کھا کچھ نہیں رہی ہو۔ یہ واپس نہیں جائیں گے۔ اور میں تنہا کھا نہیں سکتا۔ ذرا ادھر بھی ہاتھ بڑھاؤ۔"

"جی ــــ!" نرملا نے کہا لیکن ہاتھ نہ بڑھایا۔

"تم یہ کہہ رہی تھیں کہ تم نے بغاوت کی۔ ایک قدم اٹھایا ــــ اور اب اس پر تمہیں کوئی پچھتاوا نہیں۔ اگرچہ تم خوش نہیں ہو۔"

"میں کیسے پچھتا سکتی ہوں۔"

"میں ایک شعر پڑھا کرتا تھا۔ لیکن آج سمجھتا ہوں کہ وہ شعر میری

زندگی پر صادق نہیں آتا بلکہ تمہاری زندگی پر صادق آتا ہے۔

"کون سا۔ ؟"

"ماحول نے وفا کو تہمت دیا قرار
سوکھے ہوئے لبوں سے شکایت بھی چھن گئی"

اور آج تمہارے لب سوکھ گئے ہیں۔ اور انہیں شکایت کرنے کا بھی حق نہیں رہا ہے۔ نہیں نرملا۔ مجھے غیر نہ سمجھو۔ اچھا پہلے یہ سب کھا لو۔" ہری دت نے کہا۔

"آپ کھائیے۔"

"میں تو کھا ہی رہا ہوں۔ لیکن یہ ایک آدمی کے۔ لئے بہت ہے۔"

"میں کھا لوں گی۔"

"کب۔ ؟"

اسی لمحہ کیبن میں ایک سسکی ابھری۔ ہری دت چونک پڑا۔ دوسرے لمحہ نرملا کا چہرہ اس کے ہاتھوں میں تھا۔ اور وہ رو رہی تھی۔ ہری دت خاموش اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ اب وہ ایک کامرید تھا۔ جو پتھر دل رکھتا تھا۔ اب وہ ان آنسوؤں سے جذباتی نہ ہو سکتا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ جس عورت نے اس کی زندگی اجیرن کی تھی۔ اس کی راتیں ویران کر ڈالی تھیں۔ اس کا سکھ اور چین برباد کر ڈالا تھا۔ وہ خود آج کتنی خوش تھی۔

چند منٹ میں نرملا نے خود پر قابو پا لیا۔ اس نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔ اور آہستہ سے بولی۔ "مجھے افسوس ہے۔"

"کس بات پر۔ ؟"

"اپنے اس رویے پر۔"

"اگر مناسب سمجھو مجھے وجہ بتا دو۔ کہ یہ سسکی کیوں ابھری۔"

اور تم اس طرح کیوں رو دیں۔"

نرملا دو منٹ سوچتی رہی پھر بولی۔ "خیر آپ سے کیا چھپاؤنگی۔ — آج گھر میں دو روز سے روٹی نہیں پکی۔ میرے دونوں بچے بھوکے ہیں۔ مجھے وہ یاد آ رہے تھے۔ میں بھلا کیسے کھا سکتی ہوں۔"

"او —" ہری دت چونک پڑا۔ "تو ایسا قطعی نہ سوچو۔ تم کھاؤ۔ اور میں ان کے لئے بھی کچھ کروں گا۔ اسے ختم کرو۔ میں تمہارے لئے اور منگاتا ہوں۔"

"نہیں نہیں، یہ بہت ہے۔" کہہ کر نرملا نے پیسٹری کا ٹکڑا مونہہ میں رکھ لیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہارے حالات بہت خراب ہیں۔"

"بہت اچھے ہیں۔"

"اور سریندر بدل گیا ہے۔ کیا تمہارا زیور اس لئے ختم کر ڈالا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"کیوں۔؟"

"پہلے تو یہ کہا تھا کہ وہ خود پارٹ ٹائم ملازمت کر رہے ہیں۔ اور وہاں کچھ رقم جمع کراتا ہے۔ ضمانت کے طور پر — پھر میں نے کہا کہ میں ٹیلی فون آپریٹر کی ملازمت کرنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں صرف میٹرک پاس ہوں۔ اور اس سے بڑی کوئی نوکری نہیں مل سکتی — خیر! مختصر بات یہ ہے کہ انہیں جوے اور شراب کی لت پڑ چکی ہے۔ میرا تمام زیور ختم ہو گیا ہے۔ اور جو تنخواہ ملتی ہے۔ اس میں سے پچاس ساٹھ روپے ماہوار بھی تو نہیں لاتے۔ میں زیادہ نہیں مانگتی — وہ صرف آٹے اور ایندھن کا انتظام کر دیں تو میں اور بچے سبزی دال کے بنا بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔ ہم نمک کے ساتھ روٹی کھا سکتے ہیں۔ ہمیں گھی یا تیل کی بھی ضرورت نہیں۔"

"اور بچوں کو دودھ۔"

"جہاں سوکھی روٹی کی فکر ہو۔ وہاں دودھ کی کون سوچتا ہے۔ بچے تو شاید یہ بھی بھول گئے ہیں کہ چینی کا ذائقہ میٹھا ہوتا ہے۔"

"اوہ — " ہری دت نے اسے دیکھا۔ "تو تمہارے حالات ایسے ہیں۔"

"میں نے چھوٹا موٹا کام تلاش کرنے کی کوشش کی — یعنی لوگوں کے گھروں میں کام کرنا چاہا —"

"تو ان گھروں کی عورتوں کو پسند نہ آیا۔ کیونکہ ان کے مرد تمہیں عجیب نگاہوں سے دیکھنے ہوں گے۔"

نرملا نے گردن ہلا کر اقرار کیا۔

"ہاں! یہ زندگی ایسی ہی بے رحم ہے۔ اور یہ نظام ......"

"لیکن آپ نے شادی کیوں نہ کرائی —؟"

"کہا تو تھا۔" ہری دت نے گہرا سانس لیا۔ "میں تو دیوتا ہوں۔ اور دیوتا کی شادی عام عورت سے کیسے ہو سکتی ہے۔ تم چلی گئیں۔ تو یکلخت احساس ہوا کہ زندگی خالی اور ویران ہو گئی ہے۔ میں دیوانہ وار سڑکوں پر گھومتا رہتا کسی کام میں جی نہ لگتا۔ یہاں سے چلا گیا۔ تو جھانسی پہنچ گیا وہاں بہن کے ہاں رہا اور بیمار ہو گیا۔ پھر بمبئی چلا گیا۔ اور کئی ماہ ایک ہسپتال میں پڑا رہا۔"

"اوہ — اس کا مطلب ہے کہ میرا چلا آنا آپ پر بھاری گزرا۔"

"نرملا۔ میں انسان ہوں۔ گوشت اور پوست کا انسان — میرا بھی دل دھڑکتا ہے۔ میں ہنس بھی سکتا ہوں اور رو بھی دیتا ہوں۔ مجھے بھوک بھی لگتی ہے۔ اور پیاس بھی۔ اور مجھے وقت نے دیوتا بنا ڈالا — دیوتا۔ جیسے دیوتا ایک پتھر ہوتا ہے۔ لیکن میں دیوتا نہ بن سکا۔"

ہری دت نے مسکرا کر کہا: "میں نے اس زندگی سے جی بھر کے انتقام لیا ہے۔"

"کیونکہ آپ مرد ہیں۔ لیکن عورت کیا انتقام لے سکتی ہے۔" نرملا نے گہرا سانس لے کر کہا۔

"لے سکتی ہے۔"

"کیا۔ ؟"

"عورت اب اتنی کمزور نہیں! اب وہ پاؤں کی جوتی نہیں۔"

نرملا نے جواب نہ دیا۔

"نرملا۔"

"جی۔"

"سچ بتاؤ! کیا تم نے اس زندگی کو چاہا تھا جو تمہیں مل گئی ہے۔"

"لیکن شکایت سے کیا حاصل۔ ؟"

"شکایت سے کیا حاصل! ایک کمزور انسان کی تسلی ——— واقعی شکایت سے کیا حاصل ہے۔ ؟"

"کیا آپ مجھے کوئی نوکری دلوا سکتے ہیں۔"

"نوکری ——— !" ہری دت نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں ——— کم از کم میں ان بچوں کو تو پال سکوں گی۔"

"کیا وہ بچے صرف تمہارے ہیں۔ مرلیدھر کا کوئی فرض نہیں۔ ؟"

"جو بگڑ گیا ہے۔ اس پر رونے سے کیا حاصل۔ بہتر تو یہی ہے کہ اس کو سدھارا جائے۔"

"تو تم ابھی مستقبل سے مایوس نہیں ہوئی ہو۔"

"کیا عورتیں جوانی میں بیوہ نہیں ہو جاتیں۔"

"اوہ ——— " ہری دت نے اس کا چہرہ دیکھا۔ "تو تم خود کو بیوہ سمجھتی ہو۔"

نرملا نے جواب نہ دیا۔

"اور وہ عشق کہاں گیا۔" ہری دت نے یوں کہا جیسے وہ خود سے مخاطب ہو۔"

عشق کوئی شہد تو نہیں جس کی ضرورت اور مقدار عمر کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ جب جوانی ہمیشہ نہیں رہتی تو عشق بھی کیونکر رہ سکتا ہے۔ یہ تو جوان جذبات کا ہنگامہ ہوتا ہے۔ اور ہنگامے دیرپا نہیں ہوتے۔ خیر میں تمہیں ایسی جگہ لے جا سکتا ہوں۔ جہاں اگر تم چاہو تو روپیہ پیدا کر سکتی ہو۔" ہری دت نے بھاری آواز میں کہا۔

"میں بے حد ممنون ہوں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔"

"خیر! یہ میں جانتی ہوں۔ ایک بار آپ نے پہلے بھی میری زندگی کا سب سے بڑا ارمان پورا کیا تھا۔"

"لیکن وہ کامیاب ثابت نہ ہوا۔"

"یہ میرا مقدر تھا۔ اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔"

"ہوں۔" کہہ کر ہری دت نے جیب سے پرس نکالا۔ اس نے نوٹ گنے۔ اور تین نوٹ دس دس کے نرملا کی طرف بڑھا دیئے۔" لو انہیں رکھ لو۔"

"لیکن۔ لیکن۔"

"یہ ایک مدد ہے۔ جب تم پاؤں پر کھڑی ہو جاؤ تو مجھے لوٹا دینا۔"

"اوہ۔" نرملا نے گہرا سانس لیا۔

"رکھ لو ــــ میں جانتا ہوں تمہیں ان کی سخت ضرورت ہے۔ میرا کیا ہے۔ میں تو اکیلی جان ہوں ــــ جو کماتا ہوں وہ خرچ نہیں کر سکتا۔"

نرملا نے نوٹ تھام لئے۔

"آؤ تمہیں ایک جگہ لے چلتا ہوں ـــــ اور وہاں تمہارا تعارف کرا دیتا ہوں۔ شاید تمہیں زندگی کا راستہ مل جائے۔"

"میں بے حد ممنون ہوں گی۔"

ہری دت نے بیرا کو بلایا اور بل لانے کا حکم دیا۔ بل ادا کر کے وہ ریسٹوران سے نکل گئے۔

ایک فرلانگ چلنے کے بعد ایک مارکیٹ تھی۔ جس میں نیچے دکانیں تھیں۔ اور اوپر فلیٹ۔ ہری دت اسے ایک فلیٹ میں لے گیا۔

کمرہ کشادہ تھا۔ ایک میز تھی۔ اور چند کرسیاں تھیں۔

وہاں دو عورتیں بیٹھی تھیں۔ ایک پچیس چھبیس برس کی اور دوسری بھی انہی ہی عمر کی تھی۔ ایک کے بال کٹے ہوئے تھے۔ اور دوسری کے لمبے تھے۔ دونوں کے چہروں پر معقول میک اپ تھا۔

"ان سے ملو۔" ہری دت اس عورت سے مخاطب ہوا۔ جس کے بال کٹے ہوئے تھے۔ یہ مسز سیٹھی ہیں۔ یہاں ایک سکول میں ٹیچر ہیں ـــــ اور یہ مسز نرمیدا ہے۔" ہری دت نے دونوں کا تعارف کرایا۔

مسز سیٹھی نے نرملا کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ معمولی لباس اور میک اپ سے بے نیاز چہرہ ـــــ اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ اسے نرملا پسند نہ آئی تھی۔ "ہیلو۔" اس نے مختصر طور پر کہا۔

"ہیلو۔" نرملا کو کہنا پڑا اور ساتھ ہی اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"اور یہ ہیں مسز سوری۔" ہری دت نے اس عورت کو ملوایا جس کے بال لمبے تھے۔ "یہاں ٹیلی فون آپریٹر ہیں۔"

"ویل کم ـــــ" مسز سوری نے کہا۔

"تھینک یو۔" نرملا نے کہا۔

اتنے میں دو مرد آگئے۔ انہوں نے نرملا کو دیکھا تو تھوڑی دیر تک گھورتے رہے۔ نرملا ان کی نگاہوں کی تاب نہ لا سکی۔ وہ یوں دیکھ رہے تھے۔ جیسے اس کے جسم کا جائزہ لے رہے ہوں۔

"ہیلو کامریڈ ___" ایک مرد ہری دت سے مخاطب ہوا۔

"ہیلو۔" ہری دت نے مسکرا کر کہا۔

"مسز سیٹھی۔!" دوسرا مرد مسز سیٹھی کے عقب میں آکر کھڑا ہو گیا۔ اور اس کے رخساروں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ "کیا حال ہے تمہارا۔

"کلاس ___" مسز سیٹھی نے اپنے کٹے ہوئے بالوں کو سنوارا۔

"تم ہمیشہ کلاس رہتی ہو۔ اور کلاس کے بعد زیادہ کلاس ہو جاتی ہو۔" کہہ کر وہ مرد ہنس پڑا۔ "پرسوں تم ذرا بہک گئی تھیں۔"

"میں بہک گئی تھی یا تم نے زبردستی دو پیگ زیادہ پلا دیئے تھے۔"

"میں ہمیشہ ایسا کرتا ہوں۔ لیکن تمہیں خود احساس ہونا چاہیئے کہ تمہاری CAPACITY کیا ہے۔ آج ذرا خیال رکھنا۔" دوسرے مرد نے کہا۔ "کامریڈ اس دروازہ میں دیکھنا بوتل پڑی ہے۔"

ہری دت نے دروازہ کھولا۔ تو بوتل نکل آئی۔ اس نے بوتل پکڑا دی وہ مرد بوتل لے کر اندر کی طرف چلا تو بولا ___ "مسز سیٹھی اور تم کیا کر رہی ہو۔ مسز سوری ___ کیا ٹیلی فون کا انتظار ___"

"نہیں۔ ! میں بھی جوائن کر رہی ہوں۔" کہہ کر مسز سوری اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور ادھر مسز سیٹھی بھی کھڑی ہو چکی تھی۔ چاروں اندر چلے گئے۔

کمرے میں ہری دت اور نرملا رہ گئے۔

"یہ آپ مجھے کہاں لے آئے ___؟"

"کیوں۔ ؟"

"یہ...... ہے ـــــ"

"نرملا۔ میں نے کہا تھا کہ عورت اب اتنی کمزور نہیں ہے یہ مسز سیٹھی بی اے بی ایڈ ہے۔ اس کا خاوند ساڑھے پانچ سو روپے ماہوار کماتا ہے۔ اور یہ سکول میں سوا تین سو روپے ماہوار ـــــ لیکن اصل زندگی یہ ہے۔"

"یہ زندگی ہے۔" نرملا نے سوال کیا۔

"ہاں ـــ اب یہ زندگی کہلاتی ہے۔"

"او۔" نرملا نے گہرا سانس لیا۔

"مسز سوری! ٹیلی فون آپریٹر ہے۔ اور تم بھی بننا چاہتی تھیں۔ اس کا خاوند ساڑھے تین سو روپے ماہوار کماتا ہے۔"

"اور اس کے علاوہ یہاں کماتی ہیں۔"

"یہ دو ہی نہیں۔ یہاں جو بھی عورت ملے گی۔ وہ شادی شدہ ہے۔ اور برسر روزگار ہے۔"

"جب یہ عورتیں پڑھی لکھی ہیں اور برسر روزگار ہیں۔ تو جسم کیوں بیچتی ہیں۔" نرملا نے سوال کیا۔

"فیشن! اچھی زندگی۔" ہری دت نے جواب دیا۔

"اور آپ مجھے فیشن اور اچھی زندگی دکھانے لے آئے ہیں۔"

"اس میں کیا حرج ہے۔ آخر یہ بھی تو اسی سماج کی عورتیں ہیں۔ نرملا اب زمانہ بدل گیا ہے۔ عورت اب کسی کی محتاج نہیں۔"

"آپ تو بہت بدل گئے ہیں۔"

"تم نے ابھی سنا نہیں کہ انہوں نے مجھے کیا کہہ کر پکارا تھا۔"

"کیا ـــ ؟"

"کامریڈ ۔"

"کامریڈ کا مطلب میں نہیں جانتی ۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ آپ کے پتا دھرم کے پرچارک تھے ۔ اور آپ نے گورو کل میں تعلیم پائی تھی ۔ لیکن آپ تو بہت ہی بدل گئے ہیں ۔" نرملا نے تحمل سے کہا۔

"میں ہی نہیں اس کانگرس نے تمام ملک کو بدل ڈالا ہے ۔ تم شاید ان عورتوں کو عزت کی نگاہ سے نہ دیکھو ۔ لیکن سماج میں ان کی مانگ ہے ۔ ان کا سوشل سرکل ہے ۔ دو نو مرد جو آئے تھے اور اندر گئے ہیں دونوں کلاس ون آفیسر ہیں ۔ ابھی یہاں لکھ پتی تاجر بھی آئیں گے ۔"

اور اسی لمحہ ایک ادھیڑ عمر شخص داخل ہوا ۔ اس نے اچٹتی نگاہ ہری دت پر ڈالی اور کہا ۔ "ہیلو کامریڈ ۔"

"ہیلو ـــ" ہری دت نے جواب دیا ۔

کچھ دیر وہ مرد نرملا کو گھورتا رہا ۔

"کیا یہ اضافہ ہے ۔ ؟" اس نے ہری دت سے سوال کیا ۔

"جی ہاں ۔"

"کیا نام ہے ۔ ؟"

"مسز سرنیدر ـــ !"

"او ! مجھے ان کی سادگی بہت پسند آئی ۔" کہہ کر وہ بھی اندر چلا گیا ۔

"آپ مجھے کہاں لے آئے ۔ ؟"

"کیا یہ جگہ پسند نہیں آئی ۔" ہری دت نے سوال کیا ۔

"یہ عورتیں جب برسر روزگار رہیں ۔ اور انکے شوہر کماتے ہیں ۔ پھر یہ ایسا کیوں کرتی ہیں ۔ ؟" نرملا نے سوال کیا ۔

"میں نے جواب تو دیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ سمجھ لو۔ کہ تبدیلی کی خاطر۔ ہم ایک ہی لباس روز تو نہیں پہن سکتے۔"

"لیکن یہ پاپ ہے۔"

"پہلے ہوتا تھا۔"

"اور اب۔"

"اب! اسے سرکل بنانا کہتے ہیں۔"

"آپ کا جواب درست ہے۔!" نرملا نے کہا۔ "میں یہی سوچ رہی تھی کہ عورت روٹی کی خاطر کبھی اپنا جسم نہیں فروخت کرتی۔ فیشن۔ ساڑھیاں اور سرکل کی خاطر وہ ایسی حرکت کر سکتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"آپ بھی مجھے نہ سمجھے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے صرف آٹا اور ایندھن چاہیئے۔ مجھے تیل سبزی یا دال بھی نہیں چاہیئے۔ جب میری ضروریات ہی اتنی مختصر ہیں۔ تو پھر میں یہ سوچ ہی نہیں سکتی۔" نرملا نے ہری دت کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ہری دت نظریں چرا رہا تھا۔

ہری دت خاموش رہا۔

"میں نے آپ کو ہمدرد سمجھ کر اپنی زندگی کی داستان سنا ڈالی تھی۔ یہ درست ہے کہ میرا خاوند اب نہ میرا خاوند ہے اور نہ ہی وہ میرا محبوب ہے۔ اب وہ مجھ سے پہلا سا پیار نہیں کرتا۔ وہ مجھے اور اپنے بچوں کو روٹی کپڑا نہیں دے سکتا۔ وہ ایک شرابی اور جواری ہے۔ لیکن ...."

کہہ کر نرملا خاموش ہو گئی۔

"لیکن کیا ...."

"کچھ نہیں۔" نرملا نے گہرا سانس لیا۔

"تم کچھ کہہ رہی تھیں۔"

"بس یہی کہ آپ بہت بدل گئے ہیں۔ میں نہیں جانتی کا مرد کیسے ہوتے ہیں۔ لیکن میں نے داستان پوری نہ سنائی تھی۔"

"تو اب سنا دو۔" ہری دت کے حلق میں کچھ پھنس پھنس رہا تھا۔

"سریندر نے میرا ایک ایک زیور فروخت کر دیا ہے۔ گلے کا۔ کانوں کا۔ کلائیوں کا ـــــ انگلیوں کا ـــــ کیونکہ میں اب تک یہی سمجھتی رہی ہوں کہ سریندر میرا زیور ہے۔ پھر ان زیورات کی کیا قیمت ہے ـــــ لیکن میں نے اسے ایک زیور نہیں دیا۔"

"کونسا۔؟"

"وہ انگوٹھی جو آپ نے مجھے نشانی کے طور پہ دی تھی۔ اس انگوٹھی کی خاطر اس نے مجھے کئی بار پیٹا۔ اس نے طعنے بھی دیئے۔ بہت گندی، گندی باتیں بھی کہیں۔ لیکن نہ معلوم کیوں میں اس انگوٹھی سے جدا نہ ہونا چاہتی تھی۔ اس نے ایک روز نشے کی حالت میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ یہ میرے یار کی نشانی ہے۔ اسلئے میں اس سے جدا ہونا پسند نہیں کرتی۔ لیکن میں خاموش رہی۔ میں ادھ سہمی ہوئی تھی۔ لیکن میں نے انگوٹھی سے جدا ہونا پسند نہ کیا۔" کہتے کہتے نرملا کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔

ہری دت کوشش کے باوجود بول نہ سکا۔

"گھر میں افلاس ہے۔ بھوک ہے۔ بچے بھوک سے بلکتے ہیں ـــــ روٹی نہیں دودھ نہیں ـــــ لیکن میں وہ سب کچھ دیکھتی رہی۔ برداشت کرتی رہی۔ اور میں نے اس انگوٹھی کو فروخت نہ کیا۔ خود سے جدا نہ کیا۔ جانتے ہیں آپ کیوں۔؟" نرملا نے رقت آمیز آواز میں سوال کیا۔

ہری دت صرف دیکھتا رہا، بول نہ سکا۔

"وہ ایک دیوتا کی نشانی تھی۔ وہ ایک عظمت کی نشانی تھی وہ ایک بلند کردار انسان کی نشانی تھی۔ جس نے وہ کر دکھایا تھا۔ جو آج تک نہ کسی نے سنا تھا اور نہ کسی نے دیکھا تھا ـــــ میں اسے بھگوان کی مورتی سمجھتی رہی۔ میں جانتی ہوں دنیا بدل گئی ہے۔ آپ نے یہ بھی کہا تھا۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں نہ بدل سکی۔" کہتے کہتے نرملا کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔

"نصیب! نصیب کو کون بدل سکتا ہے۔ آج آپ مجھے یہاں لے آئے۔ چلو اچھا کیا آپ نے ـــــ آپ نے مجھے بتا دیا کہ گمراہی بچے اور عشق کا انجام یہ ہوتا ہے۔ مجھے آج پھر ایک بار آپ نے روشنی دکھا دی۔ اور میں بہت ہی ممنون ہوں۔ لیکن صرف ایک بار آپ نے روشنی دکھا دی۔ اور میں بہت ہی ممنون ہوں۔ لیکن صرف ایک بات اور کہنا چاہتی ہوں۔" کہہ کر نرملا خاموش ہو گئی۔

جواب میں ہری دت نے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں بھی پرنم ہو گئی تھیں۔ وہ بولنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔

نرملا نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔ "اگر میں اس انگوٹھی کو نہ فروخت کر سکتی تو جسم کیسے بیچ سکتی ہوں۔ اس جسم کو بیچنے سے پہلے اس انگوٹھی کو بیچوں گی۔" کہہ کر نرملا ہاتھ میں پکڑے میلے سے رومال کی گرہ کھولنے لگی۔ گرہ کھل گئی۔ تو اس میں سے وہی تین نوٹ نکل آئے جو ہری دت نے اسے ریسٹوران میں دیئے تھے۔ اس نے وہ نوٹ میز پر رکھ دیئے۔

"یہ کیوں۔؟"

"مجھے ان کی ضرورت نہیں! میرا لباس ٹھیک ہے۔ اندر بیٹھی

ہوئی کسی عورت کو دے دیجئے۔! اس روپئے سے وہ نئی ساڑھی خرید لے گی ــــ " یہ کہہ کر نرملا کھڑی ہو گئی۔

" نرملا۔ بھگوان کے لئے یہ نہ کرو۔ یہ تو ان معصوم بچوں کیلئے ہے۔" ہری دت نے جذباتی لہجہ میں کہا۔

" بھگوان کے لئے ــــ لیکن آپ نے آج شام کہا تھا۔ کہ آپ اب بھگوان کو مانتے ہی نہیں۔"

" نہیں نرملا مجھے مزید شرمندہ نہ کرو۔ یہ رکھ لو ــــ تمہیں نہیں تو ان معصوم بچوں کو ان کی ضرورت ہے۔"

" کاش ان روپیوں سے ان کی زندگی کا مسئلہ حل ہو سکتا۔ تو میں انہیں ضرور رکھ لیتی۔ لیکن میں جانتی ہوں۔ ان کی زندگی کا مسئلہ حل نہ ہو سکے گا ــــ" کہہ کر نرملا چل دی۔

" نرملا ــــ بھگوان کے لئے رک جاؤ۔"

لیکن نرملا کے قدم اٹھتے رہے۔ اٹھتے رہے ــــ
نرملا چلی گئی۔

نرملا ایک بار پہلے بھی چلی گئی تھی۔ اور ہری دت کی زندگی ویران سنسان اور تنہا ہو گئی تھی۔ آج وہ پھر چلی گئی تھی۔ اور اس کی زندگی پھر ویران سنسان اور تنہا ہو گئی تھی۔ وہ بھگوان کو بھول گیا تھا۔ آج بھگوان یاد بھی آیا تو اس کے کسی کام نہ آ سکا۔

نوٹ میز پر پڑے تھے۔

ہری وقت اپنے خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ ہوا کا جھونکا آیا اور
نوٹ اڑ کر فرش پر جا گرے۔

ختم شد

(محبوب المطابع برقی پریس، دہلی)